قرآن وحدیث، اجماع امت اور فہم سلف

کے دلائل سے مبرہن

مِیزَانُ الْاِعْتِقَادِ

تالیف

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

فہرس

کلمہ توحید

لا الہ الا اللہ دین اسلام کی اساس، ایمان وکفر میں امتیاز اور نجات کا راز ہے، یہ وہ مضبوط کڑا ہے، جسے تھامنے والا راہِ حق سے کبھی نہیں بھٹک سکتا، یہ کلمہ شہادت حق اور دعوت حق ہے، جس پر زمین وآسمان کا نظام قائم ہے اور حساب وکتاب کا عمل اسی پر موقوف ہے، یہ تمام انسانوں کی فطرت بھی ہے اور تمام انبیا کی وراثت بھی، یہی عذاب قبر سے نجات کا سبب اور جنت کی کنجی ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے اسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے، اسی سے خوش بخت اور بدنصیب میں فرق کیا جاتا ہے، یہ انسانوں پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے۔ یہ اللہ کے علاوہ تمام معبودان کی نفی کرتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی، نیز فرشتوں اور اہل علم نے اس کی توثیق کی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(آل عمران : ١٨)

”اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور انصاف والے اہل علم نے گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی غالب حکمت والا ہے۔“

❁ تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اسی کلمہ کے ساتھ مبعوث کیا، فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ

إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾(الأنبياء : ٢٥)

”ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، چنانچہ صرف میری عبادت کرو۔“

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ رَسَخَتْ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ فِي قَلْبِهٖ بِحَقِيقَتِهَا الَّتِي هِيَ حَقِيقَتُهَا وَاتَّصَفَ قَلْبُهٗ بِهَا، وَانْصَبَغَ بِهَا بِصِبْغَةِ اللّٰهِ الَّتِي لَا أَحْسَنَ صِبْغَةً مِّنْهَا، فَعَرَفَ حَقِيقَةَ الْإِلٰهِيَّةِ الَّتِي يُثْبِتُهَا قَلْبُهٗ لِلّٰهِ، وَيَشْهَدُ بِهَا لِسَانُهٗ، وَتُصَدِّقُهَا جَوَارِحُهٗ، وَنَفٰى تِلْكَ الْحَقِيقَةَ وَلَوَازِمَهَا عَنْ كُلِّ مَا سِوَى اللّٰهِ، وَوَاطَأَ قَلْبُهٗ لِسَانَهٗ فِي هٰذَا النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ، وَانْقَادَتْ جَوَارِحُهٗ لِمَنْ شَهِدَ لَهٗ بِالْوَحْدَانِيَّةِ طَائِعَةً سَالِكَةً سُبُلَ رَبِّهٖ ذُلُلًا، غَيْرَ نَاكِبَةٍ عَنْهَا، وَلَا بَاغِيَةٍ سِوَاهَا بَدَلًا، كَمَا لَا يَبْتَغِي الْقَلْبُ سِوٰى مَعْبُودِهِ الْحَقِّ بَدَلًا، فَلَا رَيْبَ أَنَّ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ مِنْ هٰذَا الْقَلْبِ عَلٰى هٰذَا اللِّسَانِ لَا تَزَالُ تُؤْتِي ثَمَرَتَهَا مِنَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ الصَّاعِدِ إِلَى اللّٰهِ كُلَّ وَقْتٍ، فَهٰذِهِ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ هِيَ الَّتِي رَفَعَتْ هٰذَا الْعَمَلَ الصَّالِحَ إِلَى الرَّبِّ تَعَالٰى : ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر : ١٠) فَأَخْبَرَ سُبْحَانَهٗ أَنَّ الْعَمَلَ

الصَّالِحَ يَرْفَعُ الْكَلِمَ الطَّيِّبَ، وَأَخْبَرَ أَنَّ الْكَلِمَةَ الطَّيِّبَةَ تُثْمِرُ لِقَائِلِهَا عَمَلًا صَالِحًا كُلَّ وَقْتٍ.

”جس شخص کے دل میں یہ کلمہ حقیقتاً راسخ ہو جائے، اس کا دل اس کلمہ کی حقیقت سے آشنا اور اللہ کے اس رنگ میں رنگا جائے، جس سے اچھا کوئی اور رنگ نہیں ہوسکتا، وہ ذات الٰہی کی معرفت کا حامل ہو جائے گا، جو دل کو اللہ کے لیے پختہ کر دیتی ہے، اس کی زبان اس کی گواہی دینے لگتی ہے اور اعضا اس کی تصدیق شروع کر دیتے ہیں، وہ اس حقیقت اور اس کے لوازمات کو اللہ کے سوا ہر چیز سے نفی کر دیتے ہیں، پھر دل اس نفی واثبات میں زبان کی موافقت کرتا ہے اور اعضا اس ذات کے لیے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں، جس کے لیے توحید کی گواہی دی ہوتی ہے، اس کے سوا کسی کی حاجت وضرورت نہیں رہتی، یقیناً اس دل وزبان سے جاری ہونے والا یہ کلمہ اعمال صالحہ کی صورت میں ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، یہی کلمہ اس نیک عمل کو اللہ کی طرف بلند کرتا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ”یہ (کلمہ) اس عمل صالح کو اللہ کی طرف بلند کرتا ہے۔“ اپنے قائل کو ہر وقت عمل صالح کی طرف رغبت دیتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب مومن کلمہ توحید کے معنی ومفہوم کو جانتے ہوئے اس کی گواہی دیتا ہے، اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اس کا دل، زبان اور اعضا اس کی توثیق کرتے ہیں، تو پھر یہی کلمہ گواہی دینے والے کے نیک عمل کو بلند کرتا ہے، اس عمل کی جڑ مضبوط اور راسخ ہو کر اس کے دل میں ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمانوں تک پہنچ جاتی ہیں اور یہ ہر وقت عمل صالح

کی صورت میں پھل دیتا رہتا ہے۔‘‘

(إعلام المؤقعين : ١/١٧٢-١٧٣)

۞ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ، أَنْ يَعْبُدَهٗ فِي حَالِ كَوْنِهٖ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ، أَيْ مُخْلِصًا لَهٗ فِي عِبَادَتِهٖ، مِنْ جَمِيعِ أَنْوَاعِ الشِّرْكِ صَغِيرِهَا وَكَبِيرِهَا، كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِنْ لَفْظِ الْآيَةِ، وَالْإِخْلَاصُ إِفْرَادُ الْمَعْبُودِ بِالْقَصْدِ، فِي كُلِّ مَا أَمَرَ بِالتَّقَرُّبِ بِهٖ إِلَيْهِ، وَمَا تَضَمَّنَتْهُ هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ، مِنْ كَوْنِ الْإِخْلَاصِ فِي الْعِبَادَةِ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، لَا بُدَّ مِنْهُ، جَاءَ فِي آيَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ، وَقَدْ بَيَّنَ جَلَّ وَعَلَا أَنَّهٗ مَا أَمَرَ بِعِبَادَةٍ، إِلَّا عِبَادَةً يُخْلِصُ لَهُ الْعَابِدُ فِيهَا، وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى فِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ : ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ أَيِ التَّوْحِيدُ الصَّافِي مِنْ شَوَائِبِ الشِّرْكِ، أَيْ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ لِذٰلِكَ وَحْدَهٗ، وَهُوَ الَّذِي أَمَرَ بِهٖ، وَقَوْلُ مَنْ قَالَ مِنَ الْعُلَمَاءِ : إِنَّ الْمُرَادَ بِالدِّينِ الْخَالِصِ كَلِمَةُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُوَافِقٌ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

’’اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ خالص اس کی عبادت کریں، یعنی اس کی عبادت کو شرک کی تمام اقسام سے پاک کریں، خواہ

شرک اصغر ہو یا اکبر، یہی مراد آیت سے واضح ہے۔
اخلاص یہ ہے کہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے عبادت کی جتنی بھی صورتیں ہیں، ان میں اللہ کو لاشریک کر دیا جائے، معلوم ہوا کہ اخلاص ضروری چیز ہے، بہت سی آیات میں اس کی تاکید ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس نے صرف ایسی عبادت کا حکم دیا ہے، جو عابد کی طرف سے خالص اسی کے لیے ہو۔ اس آیت کریمہ میں فرمان باری تعالیٰ: ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ سے مراد وہ توحید ہے، جو شرک کے شائبہ سے بھی پاک ہو، یعنی صرف وہی اس کا مستحق ہے اور اسی کا اس نے حکم دیا ہے، جن علما نے اس آیت میں ''الدین الخالص'' سے مراد لا الہ الا اللہ لیا ہے، ہماری بات ان کے موافق ہے، واللہ اعلم۔''

(أضوأ البيان : ٤٢/٧)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ (الفتح : ٢٦)

''اللہ نے ان مسلمانوں کو تقوی کا کلمہ عطا کر دیا۔''

❁ عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمۃ التقویٰ کی تفسیر لا الہ الا اللہ ہے۔

(تفسير الطّبري : ٣١٥٨٥، : ١٩٤/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثَمَنُ الْجَنَّةِ .

''لا الہ الا اللہ جنت کی قیمت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٥٢٩/١٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام نے اس کلمہ توحید کو دو طرح سے اپنی اولاد میں باقی رکھا: ایک تو اس طرح کہ اپنی اولاد کو اس کی وصیت کی، وہ پشت در پشت ایک دوسرے کو یہی وصیت کرتے آئے، جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۞ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ ۞﴾ (البقرہ: ۱۳۱۔۱۳۲) ''کون ہے، جو ابراہیم کے دین سے اعراض کرے، سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنالیا ہو، ہم نے ان کو دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں بھی نیکوکاروں میں سے ہوں گے، اس وقت کو یاد کرو، جب ان کو رب نے فرمایا: مطیع ہو جاو، تو کہنے لگے: میں جہانوں کے رب کے لیے مطیع ہو گیا ہوں اور ابراہیم نے اس بات کی اپنے بیٹوں کو وصیت کی، پھر یعقوب نے بھی کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین (توحید) کو منتخب کرلیا ہے۔''

دوسرے اس طرح کہ آپ علیہ السلام نے اللہ سے اپنی اولاد کے ایمان واصلاح کے لیے دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے یوں بیان کیا ہے: ﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ: إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ ''جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند اوامر ونواہی سے

آزمایا، آپ نے ان کو پورا کر دکھایا، اللہ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے لیے امام بناؤں گا، اس نے کہا: میری اولاد سے بھی (امام بنا دے)۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آنے والے تمام انبیا کو ان کی اولاد سے پیدا کیا، جیسا کہ سورت عنکبوت میں فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ''ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں جاری کر دی۔'' سورت زخرف کی اس آیت میں اللہ نے بیان کر دیا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو ان کی تمام اولاد کے بارے میں قبول نہیں کیا اور اس کلمہ توحید کو ان کی تمام اولاد میں باقی نہیں رکھا، کیونکہ کفار مکہ جنھوں نے ہمارے نبی کو جھٹلایا تھا، وہ بھی بالاتفاق ابراہیم علیہ السلام کی پشت سے تھے۔''

(أضوأ البيان : ٧/٢٣١۔٢٣٢)

❁ علی بن حسین رحمہ اللہ اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھاتے تھے:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوتِ .

''میں اللہ پر ایمان لایا اور طاغوت کا کفر کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٣٤٢/١، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ (الأنعام : ١٦٠) ''جو کوئی نیکی لائے گا۔'' میں نیکی سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔''

(الدّعاء للطّبراني : ١٥٢٩، تفسير الطّبري : ١٤٢٨، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ میں ”حسنہ“ سے مراد کلمہ اخلاص ”لا الہ الا اللہ“ اور ﴿مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ میں ”سیئہ“ سے مراد شرک ہے۔“

(تفسير الطّبري: ١٤٢٨٩، وسندهٗ حسنٌ)

❁ زید بن اسلم رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

(الدّعاء للطّبراني: ١٥٣٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فرمان الٰہی: ﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشُّعراء: ٨٩) ”مگر جو اللہ کے پاس سلامت دل لے کر آئے۔“ میں دل کی سلامتی سے مراد لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے۔“

(الدّعاء للطّبراني: ١٥٨٧، وسندهٗ صحيحٌ)

اکثر لوگ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں، لیکن وہ اخلاص، یقین کامل اور بشاشت قلب جو اس سے حاصل ہونی چاہیے، انہیں نصیب نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض سن سنا کر، دیکھا دیکھی اور ایک عادت کے طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کلمہ کی اصل روح اور اس کے تقاضے و شرائط بیان کر دیں، تا کہ اس سے حقیقی فوائد حاصل ہو سکیں، کیونکہ صرف الفاظ کو رٹ لینا مفید نہیں۔

❁ علامہ حکمی رحمہ اللہ (١٣٧٧ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْ ذٰلِكَ عَدَّ أَلْفَاظِهَا وَحِفْظَهَا فَكَمْ مِنْ عَامِّيٍّ اجْتَمَعَتْ فِيهِ وَالْتَزَمَهَا وَلَوْ قِيلَ لَهُ: أُعْدُدْهَا لَمْ يُحْسِنْ ذٰلِكَ،

وَكَمْ حَافِظٍ لِأَلْفَاظِهَا يَجْرِي فِيهَا كَالسَّهْمِ وَتَرَاهُ يَقَعُ كَثِيرًا فِيمَا يُنَاقِضُهَا .

''کلمہ پڑھنے سے مراد اس کے الفاظ کا شمار اور رٹ لینا نہیں ہوتا، کتنے ہی اَن پڑھ لوگ ہیں، جنھوں نے کلمہ پڑھا اور پھر اس کے تقاضے بھی پورے کیے، لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اس کے الفاظ کو شمار کرو، تو نہ کرسکیں، اس کے برعکس کتنے ہی پڑھے لکھے ایسے ہیں کہ پانی کی طرح روانی سے پڑھتے ہیں، لیکن ان کے اکثر کام کلمہ کے منافی ہوتے ہیں۔''

(مَعارج القُبول : ۳۳۳/۱)

❁ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

رُوحُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَسِرُّهَا : إِفْرَادُ الرَّبِّ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ، وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهٗ، وَتَبَارَكَ اسْمُهٗ، وَتَعَالٰى جَدُّهٗ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ بِالْمَحَبَّةِ وَالْإِجْلَالِ وَالتَّعْظِيمِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَتَوَابِعِ ذٰلِكَ مِنَ التَّوَكُّلِ وَالْإِنَابَةِ وَالرَّغْبَةِ وَالرَّهْبَةِ، فَلَا يُحَبُّ سِوَاهُ، وَكُلُّ مَا كَانَ يُحَبُّ غَيْرَهٗ فَإِنَّمَا يُحَبُّ تَبَعًا لِمَحَبَّتِهٖ، وَكَوْنِهٖ وَسِيلَةً إِلٰى زِيَادَةِ مَحَبَّتِهٖ، وَلَا يُخَافُ سِوَاهُ، وَلَا يُرْجٰى سِوَاهُ، وَلَا يُتَوَكَّلُ إِلَّا عَلَيْهِ، وَلَا يُرْغَبُ إِلَّا إِلَيْهِ، وَلَا يُرْهَبُ إِلَّا مِنْهُ، وَلَا يُحْلَفُ إِلَّا بِاسْمِهٖ، وَلَا يُنْظَرُ إِلَّا لَهٗ، وَلَا يُتَابُ إِلَّا إِلَيْهِ، وَلَا يُطَاعُ إِلَّا أَمْرُهٗ، وَلَا يُتَحَسَّبُ إِلَّا بِهٖ، وَلَا يُسْتَغَاثُ فِي الشَّدَائِدِ إِلَّا بِهٖ،

وَلَا يُلْتَجَأُ إِلَّا إِلَيْهِ، وَلَا يُسْجَدُ إِلَّا لَهٗ، وَلَا يُذْبَحُ إِلَّا لَهٗ وَبِاسْمِهٖ، وَيَجْتَمِعُ ذٰلِكَ فِي حَرْفٍ وَّاحِدٍ، وَهُوَ أَنْ لَا يُعْبَدَ إِلَّا إِيَّاهُ بِجَمِيعِ أَنْوَاعِ الْعِبَادَةِ، فَهٰذَا هُوَ تَحْقِيقُ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلِهٰذَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ حَقِيقَةَ الشَّهَادَةِ، وَمُحَالٌ أَنْ يَدْخُلَ النَّارَ مَنْ تَحَقَّقَ بِحَقِيقَةِ هٰذِهِ الشَّهَادَةِ وَقَامَ بِهَا، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ﴾(الْمَعَارِج : ٣٣)، فَيَكُونُ قَائِمًا بِشَهَادَتِهٖ فِي ظَاهِرِهٖ وَبَاطِنِهٖ، فِي قَلْبِهٖ وَقَالَبِهٖ .

”اس کلمہ کی اصل روح اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو محبت، تعظیم، اکرام، خوف، رجاء، توکل، رجوع، رغبت، ہیبت وغیرہ میں یکتا مانا جائے، یعنی اس کے سوا کسی سے محبت نہ کی جائے، اگر اس کے علاوہ کسی سے محبت ہو بھی، تو اس کی محبت کے تابع بنا کر یا اس کی محبت کا ذریعہ سمجھ کر اور اس کے سوا کسی سے خوف نہ رکھا جائے، نہ کسی سے امید رکھی جائے، نذر دی جائے، تو اس کی، رجوع کیا جائے، تو اس کی طرف، بات مانی جائے، تو اس کی، ثواب کی امید کی جائے، تو اس سے، مصائب میں مدد مانگی جائے، تو اس سے، فریاد کی جائے، تو اسی سے، سجدہ کیا جائے، تو اسی کو، ذبح کیا جائے، تو اسی کے لیے اور اسی کے نام پر ان سب باتوں کو ایک ہی جملے میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ عبادت کی کوئی بھی قسم اس کے علاوہ کسی کے لیے بھی روا نہ رکھی جائے۔ یہ ہے لا الہ الا اللہ کا اصل

مطلب، یہی وجہ ہے کہ یہ گواہی دینے والے پر آگ حرام ہو جاتی ہے اور جس نے حقیقت میں یہ کلمہ پڑھ لیا اور اس پر ڈٹا رہا، اس کا آگ میں داخل ہونا ناممکن ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ (المَعَارج : ۳۳) ''وہ لوگ (جہنم سے بچ جائیں گے) جو اپنی گواہی پر قائم رہتے ہیں۔'' یعنی وہ اس گواہی کو اپنے ظاہر و باطن اور قلب وقالب پر قائم کر لیتے ہیں۔''

(الجَواب الكافي، ص ۲۹۰)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''اس بارے میں دو طرح کی احادیث آئی ہیں، ایک تو یہ کہ جو توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے، جنت میں داخل ہو جائے گا، اس سے روکا نہیں جائے گا، یہ تو واضح ہے، جبکہ دوسری احادیث میں یہ ہے کہ وہ آگ پر حرام ہو جائے گا، بعض علما نے اسے ہمیشہ رہنے پر محمول کیا ہے، یعنی وہ ہمیشہ آگ میں نہیں رہے گا، اکثر علما کا کہنا ہے کہ ان احادیث کی مراد یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات کا سبب ہے، لیکن اس کے کچھ تقاضے ہیں اور یہ تب ہی اپنا کام کرے گا، جب اس کے تقاضے پورے ہوں اور موانع نہ ہوں، بسا اوقات شرائط پوری نہ ہونے یا موانع کی موجودگی کی وجہ سے یہ ناکام ہو جاتا ہے، حسن بصری اور وہب بن منبہ رحمہما اللہ کا یہی قول ہے اور یہی بات راجح ہے۔''

(كلمة الإخلاص وتحقيق معناها ص ۱۲۔۱۳)

کلمہ اخلاص کی شرائط:

کلمہ اخلاص کی درج ذیل شروط ہیں:

۱۔معنی ومفہوم کا علم ۲۔کامل یقین ۳۔قبول ۴۔اطاعت

۵۔صدق ۶۔اخلاص ۷۔محبت

جب کلمہ پڑھنے والے میں یہ سب شرائط موجود ہوں گی،تو یہ کلمہ نفع منداور نجات و فلاح کا باعث ہوگا۔

❁❁❁❁❁❁❁

شرک اکبر

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کئی حکم دیے، جن میں سب سے بڑا اور اہم حکم توحید ہے، توحید ہی کے لیے مخلوقات پیدا کیں، رسول مبعوث کیے، کتابیں نازل کیں اور آسمان وزمین کو تخلیق کیا، اللہ تعالیٰ عبادت کی تمام اقسام میں وحدہ لاشریک ہے، ہر مخلوق اس کی توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات پر ایک مستقل دلیل ہے۔

جب توحید پر کاربند ہونا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حکم ہے، تو اس کی ضد یعنی شرک بھی سب سے بڑا ممنوع کام ہے۔ اسی لیے تمام آسمانی کتب اور تمام انبیا شرک کی تمام انواع واقسام کی تردید کرتے رہے، آیئے اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

شرک کی تعریف:

❁ ایک شخص نے ابومجلز رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ شرک کیا ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَتَّخِذَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا .

''شرک یہ ہے کہ آپ (عبادت میں) اللہ تعالیٰ کے شریک بنالیں۔''

(تفسیر ابن أبي حاتم : ۲۷٦/۱، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ (الأنعام : ۱)

''کافر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

”وہ اس کی عبادت میں اوروں کو شریک بناتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ساتھ باطل معبودوں، بتوں اور آستانوں کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کو پیدا کرنے میں اللہ کا شریک نہیں تھا، نہ ان کو نعمتیں عطا کرنے میں کوئی اس کا حصہ دار تھا، بلکہ اس تمام کام میں وہ اکیلا تھا،لیکن وہ پھر بھی غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں،سبحان اللہ یہ کیسی فصیح دلیل اور بلیغ نصیحت ہے،لیکن اس کے لیے، جو عقل سلیم اور فہم صحیح کے ساتھ اس میں غور وفکر کرے۔“

(تفسير الطّبري : ١٤٤/٥)

شرک باطل اور بے دلیل ہے:

شرک باطل اور بے دلیل عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر مشرکین سے ان کے شرک پر دلیل و برہان کا مطالبہ کیا ہے،لیکن وہ اپنے شرک کو حق قرار دینے کے لیے ایک دلیل بھی لانے سے قاصر رہے ہے،اس کے برعکس ان کے شرکیہ عقائد کے بطلان پر بے شمار قطعی دلائل موجود ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾

(الأنبياء : ٢٤)

”کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا لیے ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ دلیل لاؤ، توحید الٰہی میری اور مجھ سے پہلے (انبیا کی کتب) کا درس ہے،لیکن ان میں اکثر حق کو نہیں پہچانتے، اس لیے حق سے اعراض کرتے ہیں۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿أَمَّنْ يَّبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

(النّمل : ٦٤)

”کون ہے، جو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ (مارنے کے بعد) لوٹاتا ہے اور کون ہے، جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی الہ ہے؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔“

ثابت ہوا کہ مشرکین کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُّعْبَدُونَ﴾(الزُّخرُف : ٤٥)

”آپ اپنے سے پہلے مبعوث کیے گئے رسولوں سے پوچھیں کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کوئی معبود بنائے تھے، جن کی عبادت کی جاتی ہو؟“

❁ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (۱۳۷۶ھ) فرماتے ہیں:

”(آپ ان سے پوچھیے کہ) مشرکین کے پاس کوئی دلیل ہو، جس میں وہ کسی رسول کا اتباع کرتے ہوں، اگر آپ ان سے پوچھیں اور ان کے حالات کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی رسول بھی اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بنانے کی دعوت نہیں دیتا تھا، بلکہ اول سے آخر تک تمام رسول اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا درس دیتے تھے، اس آیت کریمہ سے پتا چلا کہ مشرکین

کے پاس اپنے شرک کی تائید میں کوئی معتبر عقلی یا نقلی دلیل نہیں۔‘‘

(تفسیر السّعدي : ٦/٦٥٠۔٦٥١)

قرآنی امثلہ:

اللہ تعالیٰ نے شرک کی قباحت وشناعت اور بطلان پر بے شمار دلائل دیئے ہیں، کئی مقامات پر مثالیں دے دے کر شرک کی مذمت بیان کی ہے اور مشرکین کی بے بسی کو واضح کیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(الزُّمر : ٢٩)

’’اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام میں بہت سے جھگڑالو مالک شریک ہیں اور ایک غلام ایسا ہے، جو خالص ایک ہی مالک کا ہے۔کیا مثال میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

’’اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ مثال مشرک اور مؤحد کے لیے بیان کی ہے، مشرک اس غلام کی طرح ہے، جس میں ایک جماعت حصہ دار ہے، ان سب کو خوش کرنا اس کے بس کی بات نہیں اور موحد چونکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اس کی مثال اس غلام کی طرح ہے، جس کا ایک ہی مالک ہو، وہ اسی کے لیے خاص ہے اور اس کے مقاصد کو بخوبی جانتا ہے، اس کی رضا وخوشنودی حاصل

کرنے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہوتا ہے، وہ حصہ داروں کے بغض وعناد سے محفوظ ایک ہی مالک کا غیر متنازع فیہ غلام ہوتا ہے، اس کے مالک کا لطف وکرم، شفقت، احسان اور خیر خواہی بھی اسے حاصل ہوتی ہے، کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک ہی مالک کے لیے خاص، اس کی شفقت، تعاون، احسان، نظر کرم اور خیر سگالی کا مستحق بنتا ہے، جبکہ کئی حصہ دار مالکوں کا غلام، اس سے محروم رہتا ہے، سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن اکثر مشرک اس بات کو نہیں جانتے۔''

(كتاب الأمثال، ص ٥٣)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ﴾ (الرّوم : ٢٨)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی ہمارے دیئے ہوئے مال میں تمہارے شریک بن سکتے ہیں کہ تم اس (مال) میں برابر کے حصہ دار ہو جاؤ؟''

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ ایک قیاسی دلیل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے لیے بیان کیا ہے جو اللہ کے بندوں اور اس کی ماتحت چیزوں کو اس کا شریک بناتے تھے، ان پر ایسی دلیل پیش کی، جس کی حقیقت وہ اپنے نفس میں پاتے تھے اور اسے سمجھنے کے لیے دوسروں کے محتاج نہیں تھے، سب سے عمدہ دلیل وہ ہے، جو انسان

اپنے اندر سے حاصل کرے اور اپنے ہاں معلوم ومعین طریقہ سے حجت بنائے، چنانچہ فرمان ہوا کہ کیا تمہارے غلام اور لونڈیاں اس طرح تمہارے مال اور اہل میں شریک ہو سکتے ہیں کہ وہ تمہارے برابر ہو جائیں؟ جب تم اسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، تو میری مخلوق ومملوک ہستیوں کو میرے برابر کیوں کرتے ہو؟ اگر یہ کام تمہاری عقلوں کے مطابق تمہارے لیے باطل ہے، تو میرے لیے اسے کیوں کر ممکن سمجھتے ہو، حالانکہ یہ کام تمہارے حق میں ممکن ہے، کیونکہ تمہارے غلام تمہاری حقیقی ملکیت نہیں ہیں، بلکہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے مطیع کر دیا ہے، تم دونوں ہی میرے بندے ہو، جبکہ جنہیں تم میرے شریک ٹھہراتے ہو، وہ میری مخلوق اور ملکیت ہیں۔ عقل والوں کے لیے آیات اسی طرح تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں۔''

(كتاب الأمثال، ص ٢٦)

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ﴾

(العَنكبوت : ٤١)

''ان کی مثال جو اللہ کے علاوہ کارساز بنائے ہوئے ہیں، مکڑی جیسی ہے۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کمزور ترین مخلوق ہیں، انہوں نے تو اللہ کے سوا کارساز بنائے تھے، لیکن وہ ان سے کمزوری کے علاوہ کچھ حاصل نہ کر سکے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ آلِهَةً

لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۞كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا۞﴾(مریم : ۸۱-۸۲) ''انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے، تا کہ ان کی مدد ہو سکے، لیکن وہ معبود ان کی مدد نہیں کر سکتے، عنقریب وہ (قیامت کے دن) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔'' ایک مقام پر مشرک قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ﴾(ھود : ۱۰۱) ''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، جب اللہ کا عذاب آیا، تو انہیں ان کے وہ معبودان باطلہ ذرا بھی بچا نہ سکے، جنہیں وہ اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے، انہوں نے سوائے ہلاکت کے انہیں کچھ نہ دیا۔'' قرآن کے یہ چاروں مقامات وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی اللہ کے سوا کسی کو قوت، بڑھوتری اور مدد کے لیے دوست بناتا ہے، اسے اس سے اپنے مقصود کے برعکس نتیجہ حاصل ہوتا ہے، قرآن میں اس طرح کی اور مثالیں بھی ہیں، لیکن شرک کے بطلان، مشرک کے خسارے اور خلاف توقع نتائج کے حصول کی یہ سب سے بہترین اور واضح مثال ہے۔''

(کتاب الأمثال، ص ۲۱)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ﴾(الحجّ : ۳۱)

''جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، گویا آسمان سے گر پڑا ہے۔''

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس مثال اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے پر اس کی مطابقت پر غور کریں، اس تشبیہ میں آپ دو انداز اختیار کر سکتے ہیں؛ ایک تو یہ کہ اسے تشبیہ مرکب بنائیں، اس طرح اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے والا اس شخص سے تشبیہ دیا گیا ہے، جو خود اپنی ہلاکت کا ایسا سبب بنا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں، اسے آسمان سے گرنے والے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، پرندے اسے فضا میں ہی جھپٹ لیتے ہیں، اپنے پیٹوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال لیتے ہیں، یا تیز تند ہوا اسے دور کے بیابان میں پھینک دیتی ہے، اس صورت میں آپ کو تشبیہ کے ہر فرد کو مشبہ بہ کے ہر فرد سے موازنہ کر کے نہیں دیکھنا پڑے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اسے تشبیہ مفرق بنائیں، چنانچہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے مقابلے میں لایا جائے گا، اس طرح ایمان و توحید کو شرف اور بلندی و وسعت میں آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے جو اوپر چڑھنے اور نیچے اترنے کی جگہ ہے، اور ایمان و توحید کے مخالف کو آسمان سے نیچے گرنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے، جہاں سخت تنگی ہے، پے در پے تکالیف ہیں اور ان پرندوں کو جو اسے نوچتے ہیں، ان کو ان شیاطین کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی ہلاکت کی جگہوں کی طرف جوش دینے کے لیے بھیجتا ہے، چنانچہ ہر شیطان کا اس کے دین اور دل میں حصہ ہوتا ہے، جیسے ہر پرندے کا اس کے گوشت میں حصہ ہوتا ہے اور وہ ہوا جو اسے دور کی جگہ میں پھینکتی ہے، اس کی وہ خواہش ہے، جو اسے

اپنا آپ آسمان سے نیچے اور دور ترین جگہ میں پھینکنے پر آمادہ کرتی ہے۔‘‘

(كتاب الأمثال، ص ٤٦)

شرک سب سے بڑا ظلم ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾(لُقمان : ١٣)

’’یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

❁ ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾(يُونُس : ١٠٦)

’’اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی ہستیوں کو مت پکاریئے، جو آپ کو نہ نفع دے سکتی ہیں، نہ نقصان۔ اگر آپ نے ایسا کیا، تو آپ ظالموں میں سے ہوں گے۔‘‘

❁ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (١٣٧٦ھ) فرماتے ہیں:

’’شرک کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر قبیح اور رسوا کوئی نہیں ہوسکتا، جو مٹی سے پیدا کی گئی چیز کو جہانوں کے مالک کے برابر کردے، جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اسے ہر چیز پر مختار کے برابر کردے، جو ہر طرح سے فقیر اور ناقص کو ہر لحاظ سے کامل وغنی رب کے برابر کردے، جو کسی ایک کو ذرہ دینے کی ہمت نہیں رکھتا، اسے تمام مخلوقات کو دینی ودنیوی، اخروی اور جسمانی وروحانی ہر طرح کی نعمتیں اکیلے دینے والے اور ہر برائی کو اکیلے دور

کرنے والے کے برابر کردے، کیا اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ہے؟ اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ہے کہ جسے اللہ نے اپنی عبادت وتوحید کے لیے پیدا کیا، وہ اپنی پاکیزہ جان کو گھٹیا ترین مرتبے میں ڈال دے؟‘‘

(تفسیر السّعدي : ۲/۱۵۵۔۱۵٦)

شرک کبیرہ گناہ ہے:

اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صرف اسے ایسا گناہ قرار دیا، جسے وہ معاف نہیں کرے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

’’سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک

۲۔ جادو

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا

۴۔ سود کھانا

۵۔ یتیم کا مال کھانا

٦۔ لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا

۷۔ پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔‘‘

(صحیح البخاري : ۲۷٦٦، صحیح مسلم : ۲۸۷٤)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْکَبَائِرُ؛ اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْیَمِینُ الْغَمُوسُ .

’’یہ گناہ کبیرہ ہیں؛ شرک، والدین کی نافرمانی، ناحق قتل اور جھوٹی قسم۔‘‘

(صحیح البخاري : ٦٦۷۵)

❀ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ بن عمرو سلمانی مرادی رحمہ اللہ سے کبیرہ گناہوں کی بابت پوچھا، تو فرمایا:

اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ بِغَیْرِ حَقِّهَا، وَفِرَارُ یَوْمِ الزَّحْفِ، وَأَکْلُ مَالِ الْیَتِیمِ بِغَیْرِ حَقِّهٖ، وَأَکْلُ الرِّبَا، وَالْبُهْتَانُ، قَالَ : وَیَقُولُونَ : أَعْرَابِیَّةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ : فَقُلْتُ لِمُحَمَّدٍ : فَالسِّحْرُ؟ قَالَ : إِنَّ الْبُهْتَانَ یَجْمَعُ شَرًّا کَبِیرًا .

’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، ناحق قتل، لڑائی کے دن بھاگنا، ناحق یتیم کا مال کھانا، سود خوری، بہتان اور بعض ہجرت کے بعد اسی علاقے میں لوٹ آنے کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے ہیں، ابن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جادو (کبیرہ گناہ نہیں)؟ فرمایا: بہتان میں

بہت سی برائیاں داخل ہیں۔''

(تفسير الطّبري : ٩١٨٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾

(النّساء : ٣١)

''تم بڑے ممنوع کاموں سے رک جاؤ، تو ہم چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔''

❁ زید بن اسلم رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مِنَ الْكَبَائِرِ؛ الشِّرْكُ، وَالْكُفْرُ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ الْأَوْلَادِ، وَمَنْ دَعَا لِلّٰهِ وَلَدًا أَوْ صَاحِبَةً، وَمِثْلُ ذٰلِكَ مِنَ الْأَعْمَالِ وَالْقَوْلِ الَّذِي لَا يَصْلُحُ مَعَهٗ عَمَلٌ، وَأَمَّا كُلُّ ذَنْبٍ يَصْلُحُ مَعَهٗ دِينٌ وَيُقْبَلُ مَعَهٗ عَمَلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغْفُو السَّيِّئَاتِ بِالْحَسَنَاتِ .

''کبیرہ گناہوں میں سے شرک، اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کا انکار، جادو، اولاد کا قتل، اللہ کی اولاد یا بیوی ہونے کا دعویدار ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح وہ اعمال اور اقوال، جن کی وجہ سے کوئی عمل قبول نہ ہو۔ البتہ ہر وہ گناہ، جس سے دین درست رہے اور اعمال قبول ہوں، ایسے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : ٣/٩٣٤، وسندهٗ حسنٌ)

شرک فتنہ ہے:

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾(البقرة : ۱۹۳)

''فتنے کے خاتمہ تک ان سے قتال کرو۔''

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ جو مشرک آپ سے لڑتے ہیں، آپ بھی ان سے لڑیں، یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ یعنی اللہ کے ساتھ شرک ختم ہو جائے، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ بتوں، معبودان باطلہ اور تھانوں کی پوجا ختم ہو جائے اور عبادت و اطاعت خالص اللہ کے لیے رہ جائے۔''

(تفسير الطّبري : ۲/۲۰۰)

شرک نا قابل معافی گناہ ہے:

شرک کا مرتکب زندگی میں توبہ نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم معاف نہیں فرمائے گا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلتا رہے گا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء : ٤٨)

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

(المائدة : ٧٢)

”یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

❀ اس کی تفسیر میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مشرک جب اپنے شرک پر مر جائے، تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہو گا، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جیسے چاہے معاف کر دے گا، البتہ گناہ گار مسلمان جو مشرک نہیں ہوں گے، وہ اس کی مشیت کے تحت ہوں گے، جسے چاہے گا، معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا، عذاب دے گا۔“

(فتح القدير : ٥٤٩/١)

دراصل شرک تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے، مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام : ٨٨)

”اگر (بالفرض مذکورہ اٹھارہ) انبیا بھی شرک کرتے، تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے۔“

شرک کے ہوتے ہوئے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور سابقہ اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں، تو نجات کیسے ممکن ہے؟

❀❀❀❀❀❀❀

شرک کی اقسام

① اطاعت میں شرک:

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھ لیا جائے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا﴾(التّوبة : ۳۱)

''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو رب بنالیا تھا۔''

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے ہوئے اپنے علما وصوفیا کو جو''رب'' بنایا تھا، وہ دو طرح سے ہو سکتا ہے:

ایک تو یہ کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے علما وصوفیا نے اللہ کے دین کو بدلا ہے، پھر بھی وہ ان کی پیروی کرتے رہے، چنانچہ اپنے بڑوں کی پیروی میں انہوں نے بھی اللہ کے رسولوں کے دین کے خلاف اعتقاد بنالیا، حالانکہ انہیں سب کچھ معلوم تھا، یہ کفر ہے اور اللہ و رسول نے اسے شرک بھی قرار دیا ہے، اگرچہ وہ اپنے علما وصوفیا کے لیے نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے، لہٰذا جو کوئی بھی کسی کی خلافِ دین بات جانتے بوجھتے مانے اور اسی پر اپنا اعتقاد

رکھے، ان کی طرح وہ بھی مشرک ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے بارے میں ان کا اعتقاد درست تھا، لیکن پھر بھی گناہ میں انہوں نے علما وصوفیا کی پیروی کر لی، جس طرح ایک مسلمان گناہ سمجھتے ہوئے بھی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں ان کا حکم ان جیسے دوسرے گناہ گاروں جیسا ہوگا (وہ مشرک قرار نہیں پائیں گے)۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ٧/٧٠)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''جو شخص رسول کے علاوہ کسی ہستی کی اطاعت اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے، اس کے ہر ہر حکم اور ممانعت پر اس کی بات مانتا ہے، خواہ وہ اللہ ورسول کے حکم کے مخالف ہی کیوں نہ ہو، اس نے اسے اللہ کا شریک بنالیا ہے۔...... یہ وہ شرک ہے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾ (البقرة : ١٦٥) ''لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہیے، حالانکہ اہل ایمان اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ١٠/٢٦٧)

۞ شیخ محمد الامین شنقیطی رحمہ اللہ (١٣٩٣ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ کی شریعت کے خلاف احکامات جاری کرنے والے لوگوں کے پیروکار یقیناً مشرک ہیں، یہ بات واضح طور پر دوسری آیات میں مذکور ہے، جیسے مردار کو

اللہ کا ذبیحہ کہہ کر حلال قرار دینے پر شیطان کے حکم کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ، وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾(الأنعام : ١٢١) ''تم وہ (ذبیحہ) نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، یہ (مردار کھانا) فسق ہے، شیاطین اپنے حواریوں کو القا کرتے ہیں، تا کہ وہ تم سے مباحثہ کریں، اگر تم نے ان کی پیروی کر لی، تو مشرک ہو جاؤ گے۔'' اس آیت میں صراحت ہے کہ ان کی پیروی سے وہ مشرک ہو جائیں گے، یہ اطاعت میں شرک ہے اور اللہ کے دین کے خلاف کسی کا قانون وضابطہ تسلیم کر لینا ہی شیطان کی عبادت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے یوں منع فرمایا: ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾(يٰس : ٦٠-٦١) ''اولاد آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو گے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، نیز میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

(أضوأ البيان : ٨٣/٤)

② محبت میں شرک:

غیر اللہ سے اللہ کے شایان شان محبت کرنا شرک اکبر کی ایک قسم ہے، اس سے مراد وہ محبت ہے، جو عاجزی، از حد اکرام وتعظیم اور محبوب پر ہر کسی کو قربان کرنے کا دوسرا نام ہے،

ایسی محبت اللہ کے علاوہ کسی اور سے کرنا حرام ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾(البقرة : ١٦٥)

''بعض لوگ وہ ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں، جیسے اللہ سے کی جانی چاہیے۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ أَنَّ مَنْ أَحَبَّ مَنْ دُونِ اللّٰهِ شَيْئًا، كَمَا يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالَى، فَهُوَ مِمَّنِ اتَّخَذَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا، فِي الْحُبِّ وَالتَّعْظِيمِ .

''اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جس نے غیر اللہ سے ایسی محبت کی، جیسی اللہ کا حق ہے، تو اس نے اسے محبت و تعظیم میں اللہ کا شریک ٹھہرایا۔''

(مَدارج السّالکین : ۳/۲۰۔۲۱)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں مشرکین کا حال بیان کر رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کے شریک و ہم سر بنا رکھے ہیں، جن کی اللہ کے ساتھ ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ کوئی ہم سر۔''(تفسیر ابن کثیر : ۱/۲۹۱)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''الوہیت میں شرک یہ ہے کہ اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے، یعنی عبادت، محبت

خوف، رجا یا رجوع وغیرہ میں کسی کو اس کا حصہ دار بنالیا جائے، یہ وہ شرک ہے جسے اللہ توبہ کے بغیر معاف نہیں فرمائے گا...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کسی سے اللہ کی شایان شان محبت کرتا ہے، مشرک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ٭تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ٭إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(الشُّعَراء : ٩٦-٩٨) ''روز قیامت مشرکین اپنے شریکوں کے ساتھ جھگڑتے ہوئے کہیں گے: اللہ کی قسم! ہماری یہ کھلی گمراہی تھی کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : ٩١/١، ٩٢)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''یہ بات معلوم ہے کہ عملی شرک کی اصل محبت میں شرک ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾(البقرة : ١٦٥)''لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہیے، حالانکہ اہل ایمان اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔''

(قاعدة في المَحبة ص ٦٩)

اہل علم کے اقوال سے واضح ہوا کہ عبادت والی محبت صرف اللہ سے ہونی چاہیے، یہی توحید الوہیت ہے، کیونکہ صرف اللہ کے سامنے مکمل عاجزی اور اسی کے ساتھ ہر طرح کی محبت کرنا عبادت کی اصل روح ہے اور یہی اسلام ہے۔

الذبح لغیر اللہ

تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا تعظیم اور عبادت ہے۔مخلوق کی عبادت شرک ہے، جو غیر اللہ کے لیے جائز نہیں۔لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(الأنعام : ١٦٢_١٦٣)

”کہہ دیجیے! میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہیں، جو سب جہانوں کا رب ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مطیع وفرمانبردار ہوں۔“

اس آیت کریمہ میں ”نسک“ سے مراد ذبیحہ ہے۔

❀ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (١١٢٠ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ : إِنَّ صَلَاتِي وَذِبْحِي كَمَا فُسِّرَ بِهٖ .

”یعنی میری نماز اور میرا ذبیحہ اللہ کے لئے ہے، جیسا کہ اس کی تفسیر کی گئی ہے۔“

(سَيْفُ اللّٰه على مَنْ كَذَب على أولياء اللّٰه، ص 68)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ ان مشرکین کو بتا دیں، جو

غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں کہ آپ اس عمل میں ان کے مخالف ہیں، آپ کی نماز بھی اللہ کے لیے اور آپ کی قربانی بھی اس کے نام پر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورت کوثر میں بھی آپ ﷺ کو فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾(الْكَوْثر : ٢) ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور ذبح کیجیے۔'' یعنی نماز اور ذبح خالص اسی کے لیے کیجیے، چونکہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، لہٰذا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کام میں ان کی مخالفت کرنے اور اپنا ارادہ، نیت اور عزم اللہ کے لیے خالص کرنے کا حکم دے دیا۔''

(تفسير ابن كثير : ٣٧٧/٣)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ : أَنَّ ذَبَائِحَهُمْ حَلَالٌ لِلْمُسْلِمِينَ؛ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ تَحْرِيمَ الذَّبْحِ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَا يَذْكُرُونَ عَلٰى ذَبَائِحِهِمْ إِلَّا اسْمَ اللّٰهِ، وَإِنِ اعْتَقَدُوا فِيهِ تَعَالٰى مَا هُوَ مُنَزَّهٌ عَنْ قَوْلِهِمْ، تَعَالٰى وَتَقَدَّسَ .

''اس پر علما کا اجماع ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔ کیونکہ وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کو حرام سمجھتے ہیں، وہ اپنے ذبیحہ پر اللہ ہی کا نام لیتے ہیں، اگرچہ وہ اللہ کے متعلق ایسا عقیدہ ضرور رکھتے ہیں، جس سے وہ پاک ہے۔ اللہ بلند اور مقدس ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 40/3، عُمدة القاري للعَيني :118/21)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾(الکوثر : 2)

''اللہ کے لئے نماز پڑھیں اور ذبح کریں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾(المائدۃ : 3)

''جو چیز غیر اللہ کے نام منسوب کی جائے۔(وہ حرام ہے)۔''

❁ امام محمد ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِهْلَالُ أَنْ يَقُولُوا : بِاسْمِ الْمَسِيحِ .

''پکارنا یہ ہے کہ کہا جائے: مسیح کے نام پر۔''

(تفسیر عبد الرزّاق : ۶۵/۱، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''اس شخص پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 1878)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهٖ أَنْ يَذْبَحَ بِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَنْ ذَبَحَ لِلصَّنَمِ أَوِ الصَّلِيبِ أَوْ لِمُوسٰى أَوْ لِعِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا أَوْ لِلْكَعْبَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَكُلُّ هٰذَا حَرَامٌ وَّلَا تَحِلُّ هٰذِهِ الذَّبِيحَةُ سَوَاءٌ كَانَ

الذَّابِحُ مُسْلِمًا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا .

''اس سے مراد یہ ہے کہ جانور غیر اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے، جیسا کہ بت، صلیب، موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کے نام پر کیا جائے یا کعبہ وغیرہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ تو یہ سب ذبیحے حرام ہیں، بھلے ذبح کرنے والا مسلمان ہو، نصرانی ہو یا یہودی۔''

(شرح النّووي : 13/141)

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ، وَدَخَلَ آخَرُ النَّارَ فِي ذُبَابٍ، قَالُوا : وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ : مَرَّ رَجُلَانِ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ مَّعَهُمْ صَنَمٌ لَا يَمُرُّ بِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا قَرَّبَ لِصَنَمِهِمْ، فَقَالُوا لِأَحَدِهِمْ : قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ : مَا مَعِي شَيْءٌ، قَالُوا : قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا وَمَضٰى فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلْآخَرِ : قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ : مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ دُونَ اللّٰهِ فَقَتَلُوهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ .

''ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں، لوگوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ فرمایا: پچھلی امتوں میں دو آدمی سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک بت کی پوجا کر رہے ہیں اور شرط لگا رکھی ہے کہ یہاں سے وہی گزر پائے گا، جو اس بت پر چڑھاوا دے گا، ایک شخص سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، کہنے لگے:

چڑھاوا ضرور دو، بھلے ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو، اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا دے دیا اس کی جان خلاصی ہوگئی، اسی باعث جہنم میں چلا گیا، دوسرے سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میں غیر اللہ کے لئے چڑھاوا نہیں دے سکتا، بت پرستوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ نے اسے جنت کا وارث بنا دیا۔''

(حِلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني :203/1، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوتا ہے کہ شرک ہر دور میں ممنوع، حرام اور رب کریم کے نزدیک مبغوض رہا ہے، اسی لئے تو مجبوری کے عالم میں ایک مکھی چڑھاوا دینے والے کو جہنم میں جانا پڑا، آستانوں پر بکرے قربان کرنے سے پہلے اس حدیث کو بار بار پڑھ لینا چاہئے۔

✿ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا كَوْنُهُمْ جَوَّزُوا لَهُمُ الذَّبَائِحَ وَالنُّذُورَ، أَثْبَتُوا لَهُمْ فِيهِمَا الْأُجُورَ، فَيُقَالُ : هٰذَا الذِّبْحُ وَالنَّذْرُ إِنْ كَانَ عَلَى اسْمِ فُلَانٍ، وَّفُلَانٍ، فَهُوَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، فَيَكُونُ بَاطِلًا...... وَالنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ إِشْرَاكٌ مَّعَ اللّٰهِ، فَلَا أَكْبَرَ مِنْ مَعْصِيَتِهٖ ...... فَالنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ كَالذِّبْحِ لِغَيْرِهٖ ...... فَالْحَاصِلُ : أَنَّ النَّذْرَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فُجُورٌ، فَمِنْ أَيْنَ لَهُمُ الْأُجُورُ؟ وَكَذَا الذَّبَائِحُ .

''انہوں نے اولیا کے لیے ذبیحے اور نذریں جائز قرار دی ہیں، ان میں اپنے لیے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں، تو ان سے کہا جائے گا: اگر یہ ذبیحہ اور نذر فلاں فلاں کے نام پر ہو، تو یہ غیر اللہ کے لیے ہوگی، یوں یہ عمل باطل ٹھہرے گا۔...... غیر اللہ کی نذر و نیاز اللہ کے ساتھ شرک ہے، اس سے بڑا گناہ کوئی

نہیں۔ ...... غیر اللہ کی نذر و نیاز، غیر اللہ کے لیے ذبح کی مانند ہے۔ ......
حاصل کلام یہ ہے کہ غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز گناہ کا کام ہے، اس میں اجر وثواب کہاں؟ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح (بھی گناہ ہے، ثواب نہیں)۔''

(سیف اللّٰہ علی من کَذَب علی أولیاء اللّٰہ، ص 67-70)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہی جانور حرام ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے، جبکہ وہ جانور حرام نہیں، جسے غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ذبح کیا جائے، یہ باطل ہے، جس جانور کو اللہ کے علاوہ کسی کے لیے منسوب کر دیا جائے، اسے کھانا حرام ہے، اگر چہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے، یا نہ لیا جائے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدة: ٣) ''جو کچھ غیر اللہ کے لیے پکارا جائے (حرام ہے)'' سے مراد ظاہری طور پر غیر اللہ کے لیے ذبیحہ ہی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کے لیے ذبیحہ ہے، جب یہ مقصود ہو، تو زبان سے کہنا یا نہ کہنا برابر ہے۔ ایسے ذبیحہ کی حرمت اس ذبیحہ سے بڑی ہے جسے ذبح تو گوشت کے لیے کیا جائے، لیکن نام ذبح کے وقت مسیح کا لیا جائے، اسی طرح جو ہم اللہ کے تقرب کے لیے اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں، وہ اس ذبیحے سے بڑھ کر پاکیزہ و مقدس ہے، جسے ہم اللہ کے نام پر گوشت کے لیے ذبح کریں، کیونکہ نماز اور قربانی کی صورت میں اللہ کی عبادت دیگر امور کے شروع میں اس کا نام لینے سے بڑی عبادت ہے، جب وہ جانور حرام ہے، جسے مسیح یا کسی ستارے کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو وہ ذبیحہ بالاولی حرام ہوگا،

جسے مسیح یا ستارے کے لیے ذبح کیا جائے، اس بحث سے آپ کو معلوم ہو جائے گا، اس شخص کی بات مردود ہے، جو کہتا ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور تو حرام ہے، لیکن غیر اللہ کے لیے ذبح کیا ہوا جانور حرام نہیں، جیسا کہ ہمارے اصحاب اور دوسرے لوگوں کے ایک گروہ کا کہنا ہے، بلکہ اگر اس کے الٹ کہا جاتا، تو اس سے زیادہ مناسب ہوتا، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت، غیر اللہ سے مدد مانگنے سے بڑا کفر ہے، لہٰذا اگر غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کیا جائے، جیسا کہ اس امت کے منافقوں کا ایک گروہ کرتا ہے، تو یہ حرام ہوگا، اگرچہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی لیا جائے، یہ لوگ ستاروں کے تقرب کے لیے جانور ذبح اور خوشبوئیں وغیرہ نذر کرتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ تو ہیں ہی مرتد، ان کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں، لیکن اس ذبیحہ میں دو خرابیاں جمع ہوگئی ہیں؛ ① یہ غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔ ② یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔‘‘

(اقتضاء الصّراط المستقیم : ٢/٥٦٣ـ٥٦٤)

بشریت نبوی ﷺ

قرآن وسنت کی نصوص اور اسلاف امت کی آرا کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ سے قبل تمام انبیا جنس کے لحاظ سے بشر تھے اور یہی چیز کفار کے انکار نبوت کی ایک بڑی وجہ بنی، وہ سمجھتے تھے کہ ایک بشر بھلا کیسے اور کیوں کر رسالت کے عظیم منصب پر فائز ہو سکتا ہے؟

① قومِ نوح نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا:

﴿مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾(هود : ٢٧)

''ہم تجھے بس اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں۔''

❀ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

جَحَدُوا نُبُوَّةَ نَبِيِّهِمْ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ : ﴿مَا نَرَاكَ﴾(هود : ٢٧) يَا نُوحُ، ﴿إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾(هود : ٢٧) يَعْنُونَ بِذٰلِكَ أَنَّهٗ آدَمِيٌّ مَثْلُهُمْ فِي الْخَلْقِ وَالصُّورَةِ وَالْجِنْسِ، كَأَنَّهُمْ كَانُوا مُنْكِرِينَ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ يُرْسِلُ مِنَ الْبَشَرِ رَسُولًا إِلٰى خَلْقِهٖ.

''انہوں نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا (اور کہا): اے نوح! ہم تجھے اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں۔ مراد یہ تھی کہ نوح علیہ السلام تخلیق، شکل وصورت اور جنس میں انہی کی طرح کے ایک آدمی ہیں۔ کفار اس بات کو تسلیم نہیں کرتے

تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف جنس بشر میں سے رسول بھیجے۔''

(تفسير الطّبري : ٣٦/١٢)

② فرعون اور اس کے حواریوں نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا:

﴿أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾(المؤمنون : ٤٧)

''کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں؟''

③ پچھلے تمام انبیا کی امتوں نے ان سے کہا:

﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾(إبراهيم : ١٠)

''یقیناً تم ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔''

④ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس نظریہ کی تردید فرمائی،

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾(إبراهيم : ١١)

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں۔''

بعینہ یہی صورت حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئی کفار مکہ کہتے تھے کہ ہمارے ہی جیسا ایک بشر نبی کیسے؟ قرآن کریم مشرکین مکہ کے اس اضطراب کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوا هَلْ هٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُوْنَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾(الأنبياء : ٣)

''ظالموں نے باہم سرگوشیاں کیں کہ یہ تو آپ جیسا ہی ایک بشر ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ آنکھوں دیکھے جادو کے لپٹے میں آجاتے ہو؟''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يُخَاطَبُ بِهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ يَسْتَبْعِدُونَ كَوْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولاً مِنَ اللّٰهِ لِكَوْنِهِ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ .

''یہ کفار قریش سے خطاب ہے، جو محمد کریم ﷺ کے اللہ کا رسول ہونے کو بعید خیال کرتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ بشر تھے۔''

(فتح الباري : 225/10)

⑥ اللہ تعالیٰ نے اس دگرگوں نفسیاتی کیفیت کا رد کیا اور فرمایا:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(الأنبياء : ٧)

''(اے نبی!) آپ سے قبل جتنے انبیا ہم نے بھیجے اور ان کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر آپ کو نہیں معلوم تو اہل ذکر سے پوچھ لیجئے۔''

یہاں اس معلوم حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی کہ پہلے انبیا اگر بشر تھے، تو یقیناً محمد ﷺ بھی بشر ہی ہیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا﴾ (الأحزاب : ٦٢)

''اور آپ اللہ کے قانون کو تبدیل ہوتا نہیں پائیں گے۔''

⑦ اسی تعجب کو ایک جگہ یوں بیان کیا:

﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ❁ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَ هُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ﴾(ق : ١، ٢)

''ق! قسم ہے قرآنِ مجید کی، کفار نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے

ایک ڈرانے والا آیا! پھر کہنے لگے: یہ تو عجیب بات ہوئی۔‘‘

⑧ دوسری جگہ فرمایا:

﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾(یونس: ۲)

’’کیا لوگ اس پر متعجب ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف وحی بھیج دی؟‘‘

مشرکین حیران ہیں کہ آخر ایک انسان، ایک بشر نبوت کا دعویدار کیونکر بن گیا؟ اب ذرا عنان توجہ کو اس پہلو پہ کھینچئے کہ کفار مکہ کے اس تعجب کو ختم کرنے کی دو صورتیں تھیں:

① کفار کے اس اعتراض کو تسلیم کیا جائے کہ واقعی ایک بشر نبی نہیں بن سکتا اور محمد ﷺ کی بشریت سے انکار کر دیا جائے۔

② یا کفار کے اس اعتراض کو ہی غلط ٹھہرا دیا جائے اور بتلایا جائے کہ بشر بھی نبی ہو سکتا ہے، یا نبی ہوتا ہی بشر ہے۔

اگر یہ بتایا جاتا کہ بشر بھی نبی ہو سکتا ہے، تو اس سے ثابت ہو جاتا کہ نبی کریم ﷺ بشر ہیں، بات ختم ہو جاتی۔

اور اگر یہ بتایا جائے کہ نبی ہوتا ہی بشر ہے، تو گویا یہ قانون بتا دیا گیا کہ جو نبی ہوگا وہ بشر ہوگا۔ اب ذرا قرآنی نصوص کا مطالعہ کیجئے:

قرآن اور بشریت نبوی ﷺ:

جب مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے بشر رسول ہونے پر شک کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو طرح سے سمجھایا:

① ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ .

(النّحل : ٤٣، الأنبياء : ٧)

''(اے نبی!) آپ سے قبل جتنے انبیاء ہم نے بھیجے اور ان کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر آپ کو نہیں معلوم تو اہل ذکر سے پوچھ لیجئے۔''

اس تعجب کو ختم کرنے کے لئے قرآن نے کہا:

② ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ۞ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾(بني إسرائيل : ٩٤_٩٥)

''جب لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو انہیں اس پر ایمان لانے سے اس خیال نے روک دیا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا بھیجا ہے؟ تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ زمین پر اگر فرشتے ہوتے جو یہاں مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے۔''

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

أَيْ مِنْ جِنْسِهِمْ، وَلَمَّا كُنْتُمْ أَنْتُمْ بَشَرًا بَعَثْنَا فِيكُمْ رُسُلَنَا مِنْكُمْ لُطْفًا وَّرَحْمَةً .

''مراد یہ ہے کہ ان فرشتوں کی جنس سے رسول بھیج دیتے۔ آپ چونکہ بشر تھے تو ہم نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپ کی جنس سے رسول بھیج دیا۔''

(تفسير ابن كثير : ١٧٤/٤)

③ قرآن اس کی مزید توضیح کرتا ہے، فرمایا: اگر آپ کو انکار ہے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا، تو میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے:

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيرًا بَصِيرًا﴾

''کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے۔''

اس کے بعد تو کوئی شک ہی باقی نہیں رہتا کہ نبی کریم ﷺ بشر ہی تھے۔

④ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ ہی کی زبانی آپ کی بشریت کا اعلان کروایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ ---﴾

(الكهف : ١١٠، حم السّجدة : ٦)

''کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

⑤ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کئی معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾(بني إسرائيل : ٩٣)

''کہہ دیجئے کہ میرا رب پاک ہے، میں تو بس ایک بشر رسول ہوں۔''

⑥ ایک مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾(التوبة : ١٢٨)

''یقیناً تمہارے پاس تمہاری جانوں میں سے ایک رسول آیا ہے۔''

⑦ مزید فرمایا:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ .

(التّوبة : ١٥١)

”جس طرح ہم نے تمہارے اندر تمہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے۔“

⑧ مشرکین کہنے لگے کہ کسی بشر پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، تو اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ إِذْ قَالُوا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ﴾

(الأنعام: ٩١)

”جب کفار نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، تو انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جس طرح کہ قدر کا حق تھا۔“

❀ پھر ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَآءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾

(الأنعام: ٩١)

”کہہ دیجیے: پھر وہ کتاب کس نے نازل کی تھی، جسے موسیٰ لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔“

ان آیات و توضیحات کے ساتھ کچھ اور آیات کا مطالعہ کر لیجیے، جن میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کی بشریت کی نص، اشارہ یا قانون بتایا گیا ہے تو یقیناً اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی تامل باقی نہیں رہے گا۔

⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَّمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَّأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾

(الرّعد: ٣٨)

”یقیناً آپ سے پہلے ہم نے بہت سے رسول بھیجے، انہیں بیوی بچے عطا کئے، کسی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آتا اور ہر مقررہ وقت کے لئے ایک کتاب ہے۔“

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ : ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا﴾(الأنعام : ٤٢) يَا مُحَمَّدُ ﴿رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ﴾(الرعد : ٣٨) إِلٰى أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِ أُمَّتِكَ فَجَعَلْنَاهُمْ بَشَرًا مِّثْلَكَ، لَهُمْ أَزْوَاجٌ يَنْكِحُونَ، وَذُرِّيَّةً أَنْسَلُوهُمْ، وَلَمْ نَجْعَلْهُمْ مَلَائِكَةً لَا يَأْكُلُونَ، وَلَا يَشْرَبُونَ، وَلَا يَنْكِحُونَ، فَنَجْعَلُ الرَّسُولَ إِلٰى قَوْمِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مِثْلَهُمْ، وَلٰكِنْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ بَشَرًا مِّثْلَهُمْ، كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى مَنْ قَبْلِهِمْ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ بَشَرًا مِّثْلَهُمْ.

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! آپ کی امت سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے تھے۔ ان رسولوں کو ہم نے بشر بنایا تھا، ان کی بیویاں تھیں، جن سے انہوں نے نکاح کیے اور ان کی اولاد بھی تھی، جن سے ان کی نسل چلی۔ ہم نے انہیں فرشتے نہیں بنایا تھا کہ وہ نہ کھاتے پیتے اور نہ نکاح کرتے۔ ایسا ہوتا، تو ہم پہلی قوموں کی طرح آپ کی قوم کی طرف بھی فرشتوں میں سے رسول بھیجتے۔ ہم نے مگر ان کی طرف ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا، جس طرح کہ پہلی امتوں کی طرف بشر کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔“(تفسير الطّبري : ٢١٦/١٣)

⑩ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾(آل عمران : ٧٩).

''کسی بشر کے لیے یہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب وحکمت اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری بندگی کرو۔''

⑪ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

(آل عمران : ١٦٤)

''درحقیقت اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے، جب انہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث کیا۔''

رسول اللہ ﷺ اگر فرشتہ ہوتے؟

❁ مشرکین کے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ﴾

(الأنعام : ٩)

''اگر ہم اس نبی کو فرشتہ بنا کر بھیجتے، تو بھی انسان ہی کی شکل میں بھیجتے، تب بھی انہیں وہی شبہ ہوتا جو کہ اب ہے۔''

قرآن مجید کی ان نصوص سے مسئلہ نور و بشر کو سمجھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے، قرآن نے ہر اعتراض اور ہر شبہ کو حل کر دیا ہے، اس کے معنی میں کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رکھا، خیال تھا کہ کوئی نبی بشر نہیں ہوسکتا، تو اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ نبی ہوتا ہی بشر ہے،

سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ ممکن ہے باقی انبیا بشر ہوں، مگر رسول اللہ ﷺ نور ہوں، تو فرمایا کہ اللہ کا قانون تبدیل نہیں ہوتا، پھر خود رسول اللہ ﷺ کی زبانی کہلوایا کہ آپ بشر ہیں۔ بلکہ فرمایا: اگر وہ نور ہوتے، تو بھی بشر بن کر آتے، مطلب واضح ہے کہ وہ نور نہیں ہیں۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

قرآن کریم کی واضح براہین کے بعد اب رسول اللہ ﷺ کا اپنا بیان بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ آپ ﷺ قرآن کے اولین شارح اور اس کے صحیح معنی ومفہوم کو سمجھنے کے لئے آپ ﷺ کے بیان کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ! إِنَّ مُحَمَّدًا بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ.

”اللہ! یقیناً محمد بشر ہے، اسے ایک بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے۔“

(صحيح مسلم : ٢٦٠١)

② سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں ایک بشر ہوں، آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہو اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں آگیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہوگا۔“

(صحيح البخاري : ٧١٦٩، صحيح مسلم : ١٧١٣)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ أَنَّهٗ مُشَارِكٌ لِلْبَشَرِ فِي أَصْلِ الْخِلْقَةِ وَلَوْ زَادَ عَلَيْهِمْ بِالْمَزَايَا الَّتِي اخْتَصَّ بِهَا فِي ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ .

''مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پیدائشی ہیئت میں عام انسانوں کی طرح ہیں، اگرچہ آپ ﷺ کو ذات وصفات میں ان پر کئی خوبیاں حاصل ہیں۔''

(فتح الباري : ۱۷۳/۱۳)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

(قَوْلُهٗ : فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ) أَيْ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ فِي الْبَشَرِيَّةِ، وَمُسَاوٍ لَّهُمْ فِيمَا لَيْسَ مِنَ الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ، وَهٰذِهٖ إِشَارَةٌ إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم يُوحٰى إِلَيَّ﴾ فَقَدْ سَاوَى الْبَشَرَ فِي الْبَشَرِيَّةِ، وَامْتَازَ عَنْهُمْ بِالْخُصُوصِيَّةِ الْإِلٰهِيَّةِ الَّتِي هِيَ تَبْلِيغُ الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ .

''فرمان نبوی: ''میں بشر ہوں۔'' کا مطلب ہے کہ میں بشریت کے لحاظ سے انسانوں میں سے ایک انسان ہوں اور دینی اُمور کے علاوہ (دنیاوی اُمور) میں عام انسانوں کے برابر ہوں۔ یہ اس فرمان باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ﴾ (الكهف : ١١٠) ''کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں، مگر میری طرف وحی کی جاتی ہے۔'' آپ ﷺ وصف بشریت میں عام انسانوں کے برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ

خصوصیت یعنی اُمورِ دین کی تبلیغ میں عام انسانوں سے ممتاز وفائق ہیں۔‘‘

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 170/6)

③ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَّرَسُولُ اللّٰهِ .

’’لوگو! میں بشر ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : ١٦/٥، المُعجم الكبير للطّبراني : ٦٧٩٧_٦٧٩٩، المُستدرك للحاكم : ٣٢٩/١_٣٣٠ وأخرجه أبو داؤد : ١٨٤ والنّسائي : ١٤٨٤، والتّرمذي : ٥٦٢ مختصرًا وقال : حسنٌ صحيحٌ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن خزیمہ (١٣٩٧) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (٢٨٥٦) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

④ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهٖ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .

’’یقیناً میں بشر ہوں، جب میں آپ کو دین کے متعلق کوئی حکم دوں، تو اس پر (سختی سے) عمل پیرا ہو جائیں اور جب میں آپ کو اپنی رائے سے حکم دوں، تو میں بشر ہوں۔‘‘(صحيح مسلم : ٢٣٦٢)

⑤ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ يَكُونُ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ،

فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ .

”بلاشبہ میں ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے کوئی اپنی دلیل کو بیان کرنے میں دوسرے کی بہ نسبت زبان کا تیز ہو، چنانچہ جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں، تو میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔“

(مصنّف ابن أبي شَيبة : ٢٣٤/٧، مسند الإمام أحمد : ٢٣٢/٢، سنن ابن ماجه : ٢٣١٨، مسند أبي يعلى : ٥٩٢٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۵۰۷۱) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ”یہ سند صحیح ہے۔“ (مِصباح الزّجاجة : ٨٢٠)

⑥ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ .

”امابعد، لوگو! خبردار، یقیناً میں ایک بشر ہوں، شاید کہ جلد ہی میرے رب کا ایلچی آجائے اور میں اس کی دعوت پہ لبیک کہہ دوں۔“

(صحيح مسلم : ٢٤٠٨)

⑦ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهٗ، أَوْ لَعَنْتُهٗ، أَوْ جَلَدْتُهٗ، فَاجْعَلْهَا لَهٗ زَكَاةً وَرَحْمَةً .

”اللہ! یقیناً میں ایک بشر ہوں۔ مسلمانوں میں سے جس کو میں نے برا بھلا کہا

ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اس کو کوڑے مارے ہیں، تو ان چیزوں کو اس کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ اور رحمت بنا دے۔‘‘

(صحیح مسلم : ٢٦٠١)

⑧ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ : اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَمِعَ ذٰلِكَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاةِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَبْكِي وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ! قَالَ : إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَخْشَعُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ، وَاللّٰهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ! وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَقَالَ : إِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ .

’’رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر ابراہیم رضی اللہ عنہ جس دن فوت ہوئے، اسی دن سورج گرہن ہو گیا، لوگ کہنے لگے کہ سورج ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے گرہن زدہ ہوا ہے۔ جب آپ ﷺ نے یہ سنا، تو باہر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، فرمایا: اما بعد، لوگو! بلاشبہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں

ہیں۔ یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ ان کو گرہن زدہ دیکھیں، تو مسجدوں کی طرف دوڑیں۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اللہ کے رسول ہو کر روتے ہیں؟ فرمایا: یقیناً میں ایک بشر ہی ہوں، میری آنکھیں بہہ رہی ہیں، دل دہل رہا ہے، لیکن ہم ایسی بات نہیں کہیں گے، جو ربّ تعالیٰ کو ناراض کرے۔ ابراہیم! اللہ کی قسم! ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔ ابراہیم اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی عورت کا انتظام ہے۔''

(طَبقات ابن سعد : ۱/۱۴۲۔۱۴۳، وسندہٗ حسنٌ)

⑨ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا:

إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ .

''اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لے یا اللہ کے پاس موجود نعمتوں کو اختیار کر لے، تو اس بندے نے اللہ کے پاس موجود نعمتوں کو اختیار کر لیا۔''

(صحيح البخاري : 466، صحيح مسلم : 2382)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود کو بشر ہی کہتے اور بتاتے تھے، بلکہ نسیان کے امکان کی نسبت اپنی طرف کر کے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ دیا ہے کہ جس سے نسیان ہو جاتا ہو، وہ بشر ہوتا ہے اور میں ایک بشر ہوں، جس کی آنکھوں میں درد کے آنسو آ جاتے ہوں، وہ ایک بشر ہوتا ہے اور میں ایک بشر ہوں، جس کو موت آ جانی ہو، وہ ایک بشر ہوتا ہے اور میں عن قریب اللہ کے پاس چلا جاؤں گا، کیونکہ میں ایک بشر ہوں۔

جس کے اندازے میں خطا کا امکان ہو، وہ ایک بشر ہوتا ہے اور میں ایک بشر ہوں، جس کو غصہ آجاتا ہو، وہ ایک بشر ہوتا ہے اور مجھے غصہ آجاتا ہے کہ میں ایک بشر ہوں۔

تصریحات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی شریعت کے اولین شارح وناقل ہیں، آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر لحظہ کے عارف وشاہد اور ایک ایک لمحے کے مفسر ہیں۔ امت مسلمہ کے عقائد کی بنیاد صحابہ کے فہم اور صحابہ کے عمل پہ کھڑی ہے، قرآن وسنت کے جس معنی ومفہوم پر صحابہ کا اجماع ہو، امت کے لئے وہی معتبر ہے اور وہی دین کی حیثیت رکھتا ہے، ایسا ممکن نہیں کہ صحابہ کا فہم قرآن وسنت کے خلاف ہو، بلکہ صحابہ کا فہم ہی قرآن وسنت کی اصل تعبیر ہے، اسی لئے ہم اس مسئلہ کو صحابہ کے فہم پر پیش کرنا چاہیں گے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ سوار آیا، اس نے اونٹ مسجد میں بٹھا دیا اور اس کے گھٹنے باندھ دیے اور پوچھنے لگا: آپ میں محمد (ﷺ) کون ہے؟ اس دوران نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہم (صحابہ) نے کہا:

هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ .

”یہ سفید رنگت والی شخصیت، جو ٹیک لگائے جلوہ افراز ہے۔“

(صحیح البخاري : ٦٣)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے لیے ”الرجل“ (آدمی) کا لفظ استعمال کیا ہے، جو بشر کے لیے بولا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کعبہ کے صحن میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا دبانے لگا، اسی اثنا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے یہ منظر دیکھا، تو آگے بڑھے اور عقبہ بن ابی معیط کو کندھے سے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دیا، پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَ كُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾(المؤمن : ٢٨)

”تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے۔“

(صحيح البخاري : ٤٨١٥)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُمَا الْمَرْءَ انِ يُقْتَدٰى بِهِمَا .

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دو ایسی عظیم شخصیات ہیں، جن کی اقتدا چاہیے۔“

(صحيح البخاري : 7275)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدَ .

”رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے تھے (جنہیں اختیار دیا گیا تھا)۔“

(صحیح البخاري : 466، صحیح مسلم : 2382)

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

قاسم بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے امورِ خانہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ، يُفْلِي ثَوْبَهٗ، وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهٗ.

”نبی کریم ﷺ ایک بشر تھے، اپنے کپڑوں سے جوئیں صاف کرتے، بکریوں کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد : ٦/٢٥٦، حلیة الأولیاء لأبي نُعَیم : ٨/٣٣١، الشّمائل للتّرمذي : ٣٤٣، الأدب المفرد للبخاري : ٥٤١، شرح السّنّة للبَغَوي : ٣٦٧٦، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٥٦٧٤) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے ترجمان سے کہا:

بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرَضِينَ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهٗ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهٗ.

”زمین و آسمان کے رب نے ہماری طرف ہماری جنس سے ایک نبی بھیجا ہے، جن کے والدین کو ہم جانتے ہیں۔“ (صحیح البخاري : ٣١٥٩)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار کا ایک فرد تھا:

بَلَغَنَا أَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ .

''ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔''

میں نے اپنے بھائی (انیس غفاری) سے کہا، آپ اس آدمی کے پاس جائیں اور اس سے بات چیت کریں اور اس کے بارے میں مجھے خبر دیں، وہ چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، پھر واپس آئے، پوچھا: کیا خبر ہے؟ کہنے لگے:

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَأْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الشَّرِّ .

''اللہ کی قسم! میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ خیر کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے۔''

(صحيح البخاري : ٣٥٢٢، صحيح مسلم : ٢٤٧٤)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ....

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تھے......۔''

(صحيح مسلم : 2337)

سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ:

ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، والد محترم نے جب بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے:

كُنْتُ أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَا يُشْبِهُ النَّاسَ،

فَإِذَا بَشَرٌ .

''میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں جیسے نہیں ہوں گے، لیکن آپ تو بشر تھے۔''

کانوں کو مس کرتی زلفیں اور ان پہ مہندی کا لیپ، آپ ﷺ نے دو سبز چادریں پہن رکھی تھیں، والد محترم نے سلام کہا اور ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے، تھوڑی گفتگو ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے والد محترم سے میری بابت سوال کیا، انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی؟ تو والد صاحب کہنے لگے کہ ہاں میں اس پر گواہ ہوں۔ ابا جان کی قسم اور میری ان سے مشابہت دیکھ کر آپ ﷺ مسکرا دیئے، فرمایا: اس کے جرم کی سزا آپ کو نہیں ملے گی اور نہ ہی آپ کے جرم کی سزا اس کو ملے گی، رسول ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الأنعام :١٦٤، بني إسرائيل : ١٥)

''کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

والد محترم نے آپ ﷺ کی جلد کے ساتھ لگا ہوا زائد گوشت دیکھا، تو کہا: اللہ کے رسول! میں لوگوں کا علاج کرتا ہوں، کیا آپ کا علاج نہ کروں؟ فرمایا: نہیں، اس کو پیدا کرنے والا ہی اس کا طبیب ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٢٦/٢، ٢٢٨ زوائد مسند أحمد : ٢٢٧/٢، ٢٢٨، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۴۲۵/۲) نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ ایک روایت میں ہے:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ مَعَ أَبِي وَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ لِي : أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ الَّذِي فِي ظِلِّ

الْكَعْبَةِ؟ ذَاكَ رَسُولُ اللّٰهِ .

''میں والد محترم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، تو نبی کریم ﷺ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے، والد محترم نے کہا: وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے شخص کو دیکھ رہے ہو؟ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤/١٦٣، زوائد مسند الإمام أحمد : ٢/٢٢٧، المُعجم الكبير للطّبراني : ٢٢/٢٨٢، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما:

آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات سنتا تھا، وہ حفظ وضبط کے ارادے سے لکھ لیتا تھا، مجھے اس بات سے ایک قریشی صحابی نے منع کیا، کہنے لگے: آپ نبی ﷺ کی بات کو لکھ لیتے ہیں، حالاں کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور کبھی غصے میں، کبھی فرحت میں گفتگو کرتے ہیں۔ میں نے حدیث لکھنا چھوڑ دی، پھر اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: آپ لکھا کریں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق نکلتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢/١٦٢، سنن أبي داود : ٣٦٤٦، سنن الدّارمي : ٤٩٠، المُستدرك للحاكم : ١/١٠٥ـ١٠٦، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه أحمد : ٢/٢٠٧، والبزّار : ٢٤٧٠، وأبو زُرعة في تاريخه : ١٥١٦، وأبو القاسم البغوي في الصّحابة : ١٤٧٢، وابن عبد البرّ في جامع بيان العلم وفضله : ١/٨٤ـ٨٥، وسنده حسنٌ، التّقييد للخطيب : ٨٠، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا .

"میں نے مکہ میں ایک آدمی کے متعلق سن رکھا ہے کہ وہ خبریں دیتا ہے۔"

(صحیح مسلم :831)

فہم امت:

اسلاف امت جن سے ہم نے دین مصطفویہ اور عقائد شریعہ اخذ کئے ہیں، وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں، ملاحظہ ہو:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (354ھ):

امام صاحب ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْمُصْطَفٰی خَيْرُ الْبَشَرِ صَلّٰى، فَسَهَا .

"مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خیر البشر تھے، آپ نے نماز پڑھی اور بھول گئے۔"

(صحیح ابن حبان : ٤٠٧٤)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ):

ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ إِنِّي مِنَ الْبَشَرِ وَلَا أَدْرِي بَاطِنَ مَا تَتَحَاكَمُونَ فِيهِ عِنْدِي وَتَخْتَصِمُونَ فِيهِ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلٰى ظَاهِرِ مَا تَقُولُونَ وَتُدْلُونَ بِهٖ مِنَ الْحِجَاجِ فَإِذَا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ لَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يَصِحَّ دَعْوٰى

ذٰلِكَ لِأَحَدٍ غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ أَوْ مُنَجِّمٍ وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُعْلِمُوا بِهٖ بِوَجْهٍ مِّنْ وُجُوهِ الْوَحْيِ .

''حدیث: ''بلاشبہ میں بشر ہوں۔'' سے مراد ہے کہ میں جنس بشر سے ہوں۔ آپ کے جھگڑوں کی باطنی صورت حال کو نہیں جانتا، بلکہ ظاہری بات چیت اور گفتگو کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ جب انبیائے کرام غیب نہیں جانتے، تو کسی اور انسان مثلاً کاہن، نجومی، وغیرہ کی طرف سے غیب جاننے کا دعویٰ قطعاً درست نہیں ہوسکتا۔ انبیائے کرام صرف وہی غیب جانتے ہیں، جس کی ان کو وحی کے کسی ذریعہ سے خبر دے دی گئی ہو۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : ٢١٢/٢٢)

علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (474ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِصِفَةِ الْبَشَرِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا يَعْلَمُ الْمُحِقَّ مِنَ الْخَصْمَيْنِ مِنَ الْمُبْطِلِ وَالْإِخْبَارُ بِأَنَّ فِي ذٰلِكَ حَالُ غَيْرِهٖ؛ لِأَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا اطَّلَعَ عَلَيْهِ بِالْوَحْيِ ....

وَلِذٰلِكَ لَمْ يَقُلْ فِي مَسْأَلَةِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنَّهٗ أَعْلَمُ بِالْكَاذِبِ مِنْهُمَا، وَقَالَ يَعْلَمُ اللّٰهُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ .

''فرمان نبوی: ''میں ایک بشر ہوں۔'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بشریت کا

اقرار ہے، آپ ﷺ غیب نہیں جانتے، آپ نہیں جانتے کہ دو جھگڑنے والوں میں حق پر کون ہے، باطل پر کون؟ اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی غیب نہیں جانتے اور نبی کریم ﷺ غیب کی انہی خبروں سے واقف ہیں، جو اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو بتادی ہیں......۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے دولعان کرنے والوں سے یہ نہیں فرمایا کہ میں جانتا ہوں آپ میں سے ایک جھوٹا ہے، بلکہ فرمایا کہ اللہ جانتا ہے، آپ میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

(المُنتقٰی شرح المؤطأ : ۱۸۲/۵)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (543):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ» اِعْلَمُوا نَوَّرَ اللّٰهُ قُلُوبَكُمْ لِلْمَعَارِفِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَمَا بَلَّغَ عَنْ نَفْسِهٖ فَقَالَ : ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ﴾ الْآيَةَ، فَأَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ عَلٰى حُكْمِ الْبَشْرِيَّةِ الَّتِي جُبِلَ عَلَيْهَا، وَأَنَّ اللّٰهَ شَرَّفَهٗ بِالْوَحْيِ الَّذِي أُوحِيَ إِلَيْهِ بِهٖ، وَجَعَلَهٗ وَاسِطَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ خَلْقِهٖ، فَقَالَ ذٰلِكَ عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ بِصِفَةِ الْبَشَرِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا يَعْلَمُ اللَّحْنَ مِنَ الْخَصْمَيْنِ، وَلَا يَعْلَمُ إِلَّا مَا عُلِّمَ.

’’فرمان نبوی: ’’میں ایک بشر ہوں‘‘ جان لیجئے! اللہ آپ کے دلوں کو علم سے منور کرے۔ نبی کریم ﷺ آپ جیسے بشر ہیں، انھوں نے اپنے متعلق یہ آیت بیان کی ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ ’’کہہ دیجئے کہ میں آپ جیسا بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔‘‘ نبی کریم ﷺ پر ان کی جبلت کے مطابق احکام بشریت ہی منطبق ہوں گے، البتہ اللہ نے انہیں وحی کے شرف سے نوازا ہے اور انہیں اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں غیب نہیں جانتا، ایک جھگڑے کے دو فریقوں میں حق والے کا علم نہیں رکھتا، میرے پاس وہی علم ہے، جو مجھے بتا دیا گیا۔‘‘

(المَسالك في شرح مؤطإ الإمام مالك : ٦/٢١٣)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (544ھ):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْبَشَرِ، أُرْسِلُوا إِلَى الْبَشَرِ .

’’محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیا بشر تھے، انہیں بشروں کی طرف مبعوث کیا گیا۔‘‘

(الشّفا بتعريف حقوق المصطفٰى : ٢/٩٥)

❁ مزید فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» تَنْبِيهٌ عَلٰى حَالَةِ الْبَشَرِيَّةِ، وَأَنَّ الْبَشَرَ لَا يَعْلَمُونَ

فِي الْغَيْبِ وَالْبَوَاطِنِ إِلَّا مَا يُطْلِعُهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْهِ.

''فرمان نبوی: ''یقیناً میں بشر ہوں۔'' میں رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا ثبوت ہے اور بشر امور غیبیہ و باطنیہ کا علم نہیں رکھتا، سوائے ان امور کے، جو بذریعہ وحی بتا دیئے گئے ہوں۔''

(إكمال المُعلِم شرح مسلم: ٥/٥٦١)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ):

فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ بَشَرٌ، فَمَا يُؤْذِي الْبَشَرَ يُؤْذِيهِمْ.

''تمام انبیا بشر تھے، جو تکلیف عام انسانوں کو پہنچتی تھی، وہ انہیں بھی پہنچتی تھی۔''

(كشف المُشكل: 536/3، 342/4)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (606ھ):

فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ إِنَّمَا أَنَا إِنْسَانٌ مَّخْلُوقٌ يَّجْرِي عَلٰى مَا يَجْرِي عَلَى النَّاسِ مِنَ النِّسْيَانِ وَالْخَطَأِ، وَلَسْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ فَأَطَّلِعَ عَلٰى خَفَايَا السَّرَائِرِ فَأَحْكُمَ بِمُقْتَضَاهَا، إِنَّمَا أَحْكُمُ بِمَا يَظْهَرُ لِي وَأَسْمِعُهٗ مِنَ الْمُتَحَاكِمَيْنِ.

''فرمان نبوی: ''یقیناً میں بشر ہوں'' کا معنی یہ ہے کہ میں ایک انسان ہوں، انسانوں والے احکام، نسیان و خطا مجھ پر بھی لاگو ہیں۔ میں غیب نہیں جانتا کہ

دلوں کے حال جان سکوں اور اس کے مطابق فیصلہ دوں، میں تو فریقین کے دلائل دیکھ کر ان کے ظاہر پر فیصلہ کرتا ہوں۔‘‘

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي : ٤٧٢/٥)

علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (656ھ)

آپ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» تَنْبِيهٌ عَلٰى أَنَّ أَصْلَ الْبَشَرِيَّةِ عَدَمُ الْعِلْمِ بِالْغَيْبِ، وَبِمَا يَخْفٰى مِنَ الْبَوَاطِنِ إِلَّا مَنْ أَطْلَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ .

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس بات پر تنبیہ ہے کہ بشریت میں اصل یہ ہے کہ بشر کو غیب اور باطن میں مخفی باتوں کا علم نہیں ہوتا، سوائے ان لوگوں کے، جنہیں اللہ تعالیٰ کسی چیز کی اطلاع دے دے۔‘‘

(المُفهم : ٧١/١٦،)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (671):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ أَنَّ الرُّسَلَ كَانُوا مِنَ الْبَشَرِ .

’’تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام رسول بشر تھے۔‘‘

(تفسير القُرطبي : ٢٧٢/١١)

حافظ نووی رحمہ اللہ (676):

ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» مَعْنَاهُ التَّنْبِيهُ عَلٰى حَالَةِ الْبَشْرِيَّةِ، وَأَنَّ الْبَشَرَ لَا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ وَبَوَاطِنَ الْأُمُورِ إِلَّا أَنْ يُطْلِعَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ.

''نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس سے مراد بشریت کی حالت پر تنبیہ ہے کہ بشر غیب اور باطن کے امور میں سے کچھ نہیں جانتے، سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی چیز پر مطلع کر دے۔''

(شرح مسلم: ٧٤/٢)

✿ نیز نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِي (إكمال المُعلِم: ٨٤/٦): وَلِيُعْلَمَ أَنَّهُمْ مِنَ الْبَشَرِ تُصِيبُهُمْ مِحَنُ الدُّنْيَا وَيَطْرَأُ عَلٰى أَجْسَامِهِمْ مَا يَطْرَأُ عَلٰى أَجْسَامِ الْبَشَرِ لِيَتَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ مَخْلُوقُونَ مَرْبُوبُونَ وَلَا يُفْتَتَنَ بِمَا ظَهَرَ عَلٰى أَيْدِيهِمْ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ وَتَلْبِيسِ الشَّيْطَانِ مِنْ أَمْرِهِمْ مَا لَبَّسَهٗ عَلَى النَّصَارٰى وَغَيْرِهِمْ.

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہاں بشریت انبیا کا ثبوت ہے، انہیں دنیاوی پریشانیاں آتی ہیں اور عام بشر کی طرح ان کے اجسام پر اثر پذیر بھی ہوتی ہیں، لہٰذا اس بات پر ایمان پختہ رکھئے کہ انبیا مخلوق ہیں اور نشو و نما پاتے ہیں۔ آپ نصرانیوں کی طرح انبیا کے معجزے دیکھ کر یا ان کے متعلق پھیلائی

ہوئی شیطانی تلبیسات کے زیر اثر عقیدہ میں دھوکہ نہ کھا لیجئے گا۔‘‘

(شرح مسلم : ۱۲/۱۴۸)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ):

فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ ’’میں خود کو فرشتہ نہیں کہتا۔‘‘ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَيْ وَلَا أَدَّعِي أَنِّي مَلَكٌ، إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّنَ الْبَشَرِ، يُوحٰى إِلَيَّ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، شَرَّفَنِي بِذٰلِكَ وَأَنْعَمَ عَلَيَّ بِهٖ .

’’یعنی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں ایک بشر ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ اللہ نے اس وجہ سے مجھے شرف عطا کیا اور مجھ پر خاص انعام کیا ہے۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر : ٦/٤١)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (774ھ):

فرماتے ہیں:

اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْبَشَرِ، وَهُوَ بَشَرٌ، يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيَنَامُ وَيَقْضِي حَاجَتَهٗ وَيَمْرَضُ وَيَتَدَاوٰى وَيَتَسَوَّكُ، لِيُطَيِّبَ فَمَهٗ، فَهُوَ فِي هٰذَا كَسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا مَاتَ ـ بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمِلَ بِهٖ كَمَا يُعْمَلُ بِالْبَشَرِ، مِنَ الْغُسْلِ وَالتَّنْظِيفِ وَالْكَفْنِ وَاللَّحْدِ وَالدَّفْنِ .

’’نبی کریم ﷺ سید البشر تھے، آپ ﷺ بشر تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے،

سوتے تھے، قضائے حاجت کرتے تھے، بیمار ہوتے تھے، علاج کرتے تھے اور اپنے منہ کو صاف کرنے کے لیے مسواک کرتے تھے۔ ان سب کاموں میں آپ ﷺ بشر تھے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! جب آپ ﷺ فوت ہوئے، تو آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا، جو بشر کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، کفن دیا گیا، لحد کھودی گئی اور دفن کیا گیا۔''

(میزان الاعتدال : ٢/٦٤٩، ت : ٥١٨٣)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (804ھ):

فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِصِفَةِ الْبَشَرِيَّةِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَعْلَمَهُ اللّٰهُ مِنْهُ .

''حدیث: ''یقیناً میں بشر ہوں۔'' یہاں خود پر صفت بشریت کا اطلاق کیا ہے، آپ ﷺ غیب سے وہی جانتے ہیں، جو اللہ نے آپ کو بتا دیا اور کچھ نہیں جانتے۔''

(التّوضیح شرح الجامع : ٥١٢/٣٢)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ):

مشرکین مکہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كُفَّارُ قُرَيْشٍ يَسْتَبْعِدُونَ كَوْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا مِّنَ اللّٰهِ لِكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ .

''کفار قریش، محمد ﷺ کی رسالت کو اس لئے محال جانتے تھے کہ آپ ﷺ

ایک بشر تھے۔'' (فتح الباري : ١٠/١٩١)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ):

ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِصِفَةِ الْبَشْرِيَّةِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهُ .

''آپ ﷺ کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس بات کا اقرار ہے کہ آپ صفت بشریت سے متصف ہیں اور بشر کچھ بھی غیب نہیں جانتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ انہیں بتا دے۔'' (عُمدة القاري : ٢٤/٢٤٧)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» اَلْبَشَرُ يُطْلَقُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالْوَاحِدِ يَعْنِي أَنَّهٗ مِنْهُمْ، وَالْمُرَادُ أَنَّهٗ مُشَارِكٌ لِلْبَشَرِ فِي أَصْلِ الْخَلْقَةِ وَلَوْ زَادَ عَلَيْهِمْ بِالْمَزَايَا الَّتِي اخْتَصَّ بِهَا فِي ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَقَدْ ذَكَرْتُ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْآثَارِ وَفِي قَوْلِهٖ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ مِنَ الْبَشَرِ وَلَا أَدْرِي بَاطِنَ مَا يَتَحَاكَمُونَ فِيهِ عِنْدِي وَيَخْتَصِمُونَ فِيهِ لَدَيَّ، وَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلٰى ظَاهِرِ مَا تَقُولُونَ، فَإِذَا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، لَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ تَصِحَّ دَعْوَةُ غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ أَوْ مُنَجِّمٍ الْعِلْمَ،

وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُعْلِمُوا بِهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوَحْيِ .

”فرمانِ نبوی کہ میں بشر ہوں، بشر کا لفظ جماعت اور واحد دونوں پر بولا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ جنس بشر سے ایک فرد ہیں، آپ اصل تخلیق میں بشر کے ساتھ مشترک ہیں، اگرچہ ذات وصفات میں بہت سے خصائص کی وجہ سے آپ ﷺ عام انسانوں سے بڑھ کر ہیں، یہ خصائص شرح معانی الآثار میں مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں بشر ہوں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں بشر میں سے ہوں اور میں آپ کے جھگڑوں کی باطنی حقیقت نہیں جانتا، آپ میرے پاس فیصلے کے لیے آتے ہو، تو میں ظاہری اقوال کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ جب انبیا غیب نہیں جانتے تو کسی کاہن، نجومی وغیرہ کی طرف سے یہ دعویٰ درست ہونا ممکن نہیں۔ انبیا غیب میں سے صرف وہی جانتے ہیں، جن کی انہیں وحی کی کسی قسم کے ذریعے خبر دے دی گئی ہو۔“

(عمدة القاري، تحت الحديث : ٧١٨١)

علامہ ملا خسرو حنفی رحمہ اللہ (٨٨٥ھ):

فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ .

”بلاشبہ نبی کریم ﷺ بشر ہیں۔“

(دُرَر الحُکّام :1/300)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (1014ھ):

فرماتے ہیں:

قَالَ تَعَالٰی : ﴿قُلْ إِنَّما أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ أَيْ لَا أَدَّعِي أَنِّي مَلَكٌ وَإِنَّمَا أَتَمَيَّزُ عَنْكُمْ بِأَنِّي يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ، أَيْ وَبَاقِيهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْبَشَرِ، أَيْ مِنْ جِنْسِ بَنِي آدَمَ .

''فرمان باری تعالیٰ ہے: ''کہہ دیجئے کہ میں آپ جیسا ایک بشر ہوں۔'' یعنی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا، میرے آپ سے ممتاز ہونے کی وجہ مجھ پر کی جانے والی وحی ہے، کہ تمہارا الہ ایک ہے۔ محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیا جنس بشر یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔''

(شرح الشّفا : ۱۷۱/۲)

❁ مزید فرماتے ہیں:

قَالَ الطِّيبِيُّ : هُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾، أَيْ كَوْنِي إِمْرَأً مِّثْلَكُمْ عِلَّةٌ لِّكَوْنِي مَقْبُوضًا، لَّا أَعِيشُ أَبَدًا .

''علامہ طیبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ایسے ہی ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''نبی! کہہ دیجیے کہ میں آپ جیسا بشر ہوں۔'' یعنی آپ جیسا بشر ہونا میرے فوت ہونے کی علت ہے کہ میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔''

(مِرقاة المَفاتيح : ۱۹۹/۲)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (1031ھ):

فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ مَقْصُورٌ عَلَى الْوَصْفِ بِالْبَشْرِيَّةِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰی عَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی بَوَاطِنِ الْخُصُومِ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، فِيمَا بَيْنَكُمْ، ثُمَّ تُرَدُّونَهٗ إِلَيَّ، وَلَا أَعْلَمُ بَاطِنَ الْأَمْرِ.

''فرمان نبوی: ''میں بشر ہوں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ جھگڑوں کی اصل حقیقت جاننے میں مَیں وصف بشریت پر مقصور ہوں، آپ اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو اور میں معاملے کے باطن کو نہیں جانتا۔''

(التّيسير بشرح الجامع الصّغير : ۷۲۹/۱)

فقہائے احناف کی تصریحات:

① **علامہ طحطاوی** رحمہ اللہ (1231ھ) فرماتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ اسْمِهٖ إِذْ لَا تَتِمُّ الْمَعْرِفَةُ إِلَّا بِهٖ وَكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْعَرَبِ وَكَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اتِّفَاقًا لِّوُرُودِ ذٰلِكَ الْقَوَاطِعِ الْمُتَوَاتِرَةِ.

''متواتر اور قطعی نصوص کی بنا پر صحت ایمان کے لئے شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کا علم ہو، کیونکہ نام کے بغیر معرفت ہوتی ہی نہیں۔ نیز یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، آپ کا تعلق عرب سے ہے اور آپ بالاتفاق خاتم النبیین ہیں۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص ۱۱)

② فتاوی عالمگیری (۶/ ۳۸۸) میں نبی ﷺ کو ''سید البشر'' کہا گیا ہے۔

③ تفسیر روح المعانی میں ہے:

إِنْ قُلْتَ: هَلِ الْعِلْمُ بِكَوْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا، وَمِنَ الْعَرَبِ، شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَوْ هُوَ مِنْ فَرْضِ الْكِفَايَةِ؟ أَجَابَ الشَّيْخُ وَلِيُّ الدِّينِ الْعِرَاقِيُّ بِأَنَّهُ شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ، قَالَ: لَوْ قَالَ شَخْصٌ: أُؤْمِنُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ، وَلٰكِنِّي لَا أَدْرِي هَلْ هُوَ مِنَ الْبَشَرِ أَوِ الْمَلَائِكَةِ، أَوْ مِنَ الْجِنِّ، أَوْ لَا أَدْرِي أَهُوَ مِنَ الْعَرَبِ أَوِ الْعَجَمِ؟ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهِ، لِتَكْذِيبِهِ لِلْقُرْآنِ وَجَحْدِهِ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الْإِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَصَارَ مَعْلُومًا بِالضَّرُورَةِ عِنْدَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ، وَلَا أَعْلَمُ فِي ذٰلِكَ خِلَافًا، فَلَوْ كَانَ غَبِيًّا لَّا يَعْرِفُ ذٰلِكَ وَجَبَ تَعْلِيمُهُ إِيَّاهُ، فَإِنْ جَحَدَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ حَكَمْنَا بِكُفْرِهِ.

''اگر آپ کہیں کہ کیا اس بات کا جاننا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے، صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ تو شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رسول بن کر آئے ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر

تھے، فرشتہ تھے یا جن تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟ تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں رہا، کیونکہ اس نے قرآنِ مجید کی تکذیب کی ہے اور ایسی چیز کا انکار کیا ہے، جو بعد والے اپنے اسلاف سے سیکھتے چلے آئے ہیں۔ یہ بات تو خاص وعام کے نزدیک یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں اختلاف کا کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی غبی شخص ایسا کہے، تو اس کو اس بات (آپ ﷺ کی بشریت اور عربی ہونے) کی تعلیم دینا واجب ہے اور اگر اس نے پھر بھی انکار کر دیا، تو ہم اس پر کافر ہونے کا حکم لگائیں گے۔''

(المَواهب اللَّدُنّيّة لأحمد القَسطلاني : ٣/١٥٤، رُوح المَعاني للآلوسي : ٤/١١٣)

④ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

لَوْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يُكَفَّرُ .

''اگر کوئی شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، تو اسے کافر کہا جائے گا۔''

(الفتاوى التّاتارخانية : ٥/٤٨٠، فتاویٰ عالمگیری:۲/۲۶۳)

فقہائے احناف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بشر تسلیم کرنا اور ماننا ایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے۔

مذکورہ بالا صفحات میں ہم نے قرآن، حدیث، اجماع، فہم صحابہ، فہم محدثین اور علمائے امت کی تصریحات ذکر کی ہیں، جن کے مطابق نبی کریم ﷺ کی جنس بشر ہے، آپ کو اللہ

نے بنی آدم کا سردار بنا کر بھیجا ہے اور آدم علیہ السلام کی جنس اور ان کی اولاد سے پیدا فرمایا ہے۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس مطالعہ کا انداز معروضی ہوگا، لہٰذا ضروری ہے کہ مسئلہ کے مالہ وماعلیہ کا جائزہ لیا جائے، لہٰذا اب ہم مذکورہ دلائل پر ہو سکنے والے اعتراضات کا جائزہ لیں گے، تاکہ مسئلہ کے مخفی پہلو سامنے آسکیں اور معاملہ مزید نکھر جائے۔

متعارض آرا اور ان کا جائزہ:

اعتراض نمبر ①:

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے لکھا ہے:

”﴿قُلْ﴾ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کہنے کی حضور کو اجازت ہے۔“

(مواعظ نعیمیہ از احمد یار خان بریلوی، ص ۱۱۵، جاء الحق از احمد یار خان نعیمی: ۱/۱۷۵)

مفتی صاحب کے استدلال کی بنیاد صیغہ امر ہے کہ چونکہ یہ حکم نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ تو خود کو بشر کہہ سکتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا۔ یہ استدلال بوجوہ درست نہیں، قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ .

”اے نبی! کہہ دیجئے، آپ کا الہ ایک ہی ہے۔“

یہاں بھی حکم نبی کریم ﷺ کو دیا جارہا ہے، لیکن جب تک انسان اللہ کو واحد تسلیم نہ کر لے مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو یہ بات کہنے کی اجازت نہ ہوتی، تو کوئی مسلمان ہی نہ ہو پاتا، کیونکہ اسلام لانے کے لئے پہلی شرط کلمہ توحید ہے۔

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں :

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : قُلْ لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكِينَ يَا مُحَمَّدُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مِنْ بَنِي آدَمَ، لَا عِلْمَ لِي إِلَّا مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّ مَعْبُودَكُمُ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا، مَعْبُودٌ وَّاحِدٌ لَّا ثَانِيَ لَهٗ.

’’اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے کہ میں آپ کی طرح بنی آدم سے ایک بشر ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں کے سوا کوئی علم نہیں۔ اللہ میری طرف وحی فرماتا ہے کہ جس کی عبادت کرنا اور جس سے شرک نہ کرنا واجب ہے، آپ کا معبود ایک ہی ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں۔‘‘

(تفسير الطّبري : ١٣٥/١٨)

نیز فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُعْرِضِينَ عَنْ آيَاتِ اللّٰهِ مِنْ قَوْمِكَ : أَيُّهَا الْقَوْمُ، مَا أَنَا إِلَّا بَشَرٌ مِنْ بَنِي آدَمَ.

’’اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد! آپ اللہ کی آیات سے اعراض کرنے والے اپنی قوم کے ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اے قوم! میں تو بس آدم کی اولاد میں سے ایک بشر ہوں۔‘‘ (تفسير الطّبري : ٤٢٩/٢١)

دوسرے یہ کہ اگر یہ اجازت صرف نبی کریم ﷺ کو ہوتی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کبھی ایسا نہ کہتے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ آپ کو بشر کہا کرتے تھے۔ پھر پوری امت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی محدث وامام وفقیہ نے آپ ﷺ کو بشر کہنے سے منع کیا ہو، بلکہ

خود نعیمی صاحب نے دوسری جگہ لکھا ہے:

''ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔''

(جاء الحق از احمد یار خان نعیمی: ۱۸۲/۱)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''نبی جنس بشر میں آتے ہیں، جن یا فرشتہ نہیں ہوتے۔''

(جاء الحق از احمد یار خان نعیمی: ۱/ ۱۷۳)

۞ علامہ نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا، ان کو نبی کہتے ہیں، انبیاء وہ بشر ہیں، جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔''

(کتاب العقائد از نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، ص ۸)

۞ مزید لکھتے ہیں:

''نبی صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی فقط مرد، کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔'' (کتاب العقائد، ص ۱۲)

۞ علامہ امجد علی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا، نہ عورت۔''

(بہار شریعت: ۸/۱)

بہارِ شریعت کا یہ حصہ مفتی احمد رضا خان بریلوی صاحب کا تصدیق شدہ ہے۔

۞ علامہ نعیم الدین مرادآبادی سورۂ ہود (۲۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''(بشر کو نبی نہ ماننا۔ از ناقل) اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام

سے محروم رہیں۔ قرآنِ پاک میں جابجا ان کے تذکرے ہیں۔ امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔"

(خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از نعیم الدین مرادآبادی: ۳۲۴، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ)

انتباہ:

یاد رہے کہ "ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور" کے نسخہ میں علامہ نعیم الدین صاحب کی اس عبارت کو بدل دیا گیا ہے، یہ نسخہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا تھا۔ لاہور والے نسخے کی عبارت کچھ یوں ہے:

"اس گمراہی میں بہت سے بدنصیب سید الانبیاء کو بشر کہتے اور ہمسری کا خیالِ فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔"

(خزائن العرفان از مرادآبادی: ۴۰۳، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اعتراض نمبر ②:

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"نیز اس آیت: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ﴾ میں کفار سے خطاب ہے، چونکہ ہر چیز اپنی جنس سے نفرت کرتی ہے، لہٰذا فرمایا گیا کہ اے کفار! تم مجھ سے گھبراؤ نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں، یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔ اگر دیوبندی بھی کفار ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہوسکتا ہے۔۔۔"

(جاء الحق: ۱/۱۷۶)

نعیمی صاحب کا یہ استدلال نصوص قرآن وسنت اور تاریخی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا، ملاحظہ ہو:

① ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کو غیر جنس سمجھ کر بھاگ گئے ہوں، ان کا تو اعتراض ہی یہ تھا کہ آپ ﷺ ایک بشر ہیں اور بشر نبی کیسے ہوسکتا ہے؟

② رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي .

”میں آپ جیسا بشر ہوں، آپ ہی کی طرح بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھول جاؤں، مجھے یاد کروا دیا کریں۔“

(صحيح البخاري : ٤٠١، صحيح مسلم : ٥٧٢)

یہاں تو صحابہ سے یہ بات فرمائی جارہی ہے کہ میں آپ جیسا بشر ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ مقصود کفار کو مائل کرنا نہیں، بلکہ اس حقیقت کا بیان تھا کہ نبی کریم ﷺ ایک بشر ہیں، وگرنہ صحابہ کے سامنے خود کو بشر کہنے کی کوئی حاجت ہی نہیں تھی، خصوصاً اس صورت میں جب صحابہ کو ابلاغِ وحی کا چارج دیا جارہا تھا۔

اسی طرح جب کفار نے کہا کہ بشریت رسالت کے منافی ہے، تو اللہ نے رسول ﷺ کی بشریت کی نفی نہیں کی، بلکہ یہ فرمایا کہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بھی بشر تھے۔ زمین پر انسان بستے ہیں، لہٰذا انسانوں کی رہنمائی کے لیے انسان ہی مبلغ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی زبانِ نبوت سے بھی اسی حقیقت کا اعلان کروایا۔

③ نبی کریم ﷺ اگر بشری لبادہ اوڑھ کر آئے تھے اور جنس کے اعتبار سے نوری ہی تھے، تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ بات چھپانے کی ضرورت کیا تھی؟ اس

کے بیان کرنے میں آخر کیا چیز مانع تھی؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾(البقرة : ١٢٩)

کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

(آل عمران : ١٦٤)

اور﴿ لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾(التوبة : ١٢٨) کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

پھر اس پر دلیل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے اور بشریت کا روپ دھار کر آئے تھے؟

نعیمی صاحب نے خود لکھا ہے:

''عقائد میں تخمینے، قیاس، اٹکل کافی نہیں، اس کے لیے یقینِ شرعی درکار ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص ۲۳۴، ۳۳۸، ۷۸۲)

یہ تمام تشنہ سوال تب تک سر اٹھائے کھڑے رہیں گے، جب تک مفتی صاحب کے اس استدلال کو نادرست تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اعتراض نمبر ③:

نعیمی صاحب آیت کا ایک جواب یہ دیتے ہیں:

''قرآنِ کریم میں ہے: ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾

''ربّ کے نور کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔''

اس آیت میں بھی کلمہ ''مثل'' ہے، تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشن ہے؟'' (جاء الحق: ۱/ ۱۷۷)

یہاں انہوں نے کلمہ ''مثل'' پر اعتراض اٹھایا ہے کہ مثل تو اللہ کے نور اور چراغ کے

نور کی بھی دی گئی، تو کیا اللہ کا نور اور چراغ کا نور ایک ہوگا؟

سب سے پہلے آیت کا معنی سمجھنے کی ضرورت ہے، اللہ کا نور دو طرح سے ہوتا ہے:

① اللہ کی صفت

② اللہ کی مخلوق

جو نور اللہ کی صفت ہے، اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اللہ کی کوئی مثال ہے ہی نہیں، لہٰذا یہاں وہ نور مراد لینا غلط ہے۔

اللہ کی مخلوق وہ نور ہے، جو اللہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں اپنی معرفت و محبت اور ایمان و ذکر کے سبب ودیعت فرما دیتے ہیں۔ یہاں اسی مخلوق نور کی مثل بیان کی جارہی ہے، اس کی تشبیہ چراغ سے دی گئی ہے، وجہ شبہ روشنی ہے، ایمان کی ہو یا چراغ کی ہو۔

لہٰذا ان دونوں میں روشنی موجود ہے اور مثل بھی اسی روشنی کی ہے۔ گو کہ ایک میں روشنی زیادہ دوسرے میں کم ہے، ایک کے اوصاف میں اور دوسرے کے اوصاف میں فرق ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بشر کہا گیا ہے، یہاں بشریت میں تو دوسرے لوگ نبی کریم ﷺ کے جیسے ہیں، مگر آپ ﷺ کا مرتبہ و مقام و فضیلت سب سے بلند بلکہ بلند تر ہے، جہاں تک کسی بشر کا پہنچنا، تو در کنار پہنچنے کا تصور بھی محال ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ نے جو نور مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے، وہ نور ایمانی ہے اور نور ایمانی چراغ کی نسبت اقویٰ ہوتا ہے۔ تشبیہ میں قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ کی نسبت اقویٰ ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی مشبہ بہ، مشبہ کی نسبت مشہور ہوتا ہے، اس وجہ سے جو مشہور ہو، اسے مشبہ بہ بنا دیا جاتا ہے، اگرچہ وہ اس کی نسبت قوی نہ بھی ہو، کیونکہ سارے لوگ اس کو جانتے ہیں۔

اسی سے ملتا جلتا ایک اور استدلال مفتی صاحب نے کیا ہے، لکھتے ہیں:

''قرآن میں ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ ''نہیں ہے کوئی جانور زمین میں، نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو، مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔''

یہاں بھی کلمہ 'مثل' موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے، اُلّو جیسا ہے؟'' (جاءالحق:۱/۱۷۷)

یہاں بطور امت آپ کو ان کے مثل کہا گیا ہے، یعنی جس طرح تم ایک امت ہو، اسی طرح وہ بھی ایک امت ہیں۔ واضح رہے کہ ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ﴾ میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ میں آپ جیسا بشر ہوں، اگر إِنَّمَا أَنَا مِثْلُكُمْ ہوتا، تو یہ گمان واقع ہوسکتا تھا کہ میں آپ جیسا ہوں، مماثلت نہ معلوم کس چیز میں ہے؟ بشر کے لفظ سے تصریح کر دی گئی ہے کہ مماثلت بشریت میں ہے، کسی اور چیز میں نہیں، فرق یہ ہے کہ

﴿يُوْحٰى إِلَيَّ﴾ مجھ پر وحی آتی ہے، آپ پر نہیں آتی۔

''إِنَّمَا'' کلمہ حصر کے معنی کی تعیین:

مفتی نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''إِنَّمَا کا حصر اضافی ہے، نہ کہ حقیقی، یعنی میں نہ خدا ہوں، نہ خدا کا بیٹا، بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں۔'' (جاءالحق:۱/۱۷۷)

یہ استدلال اس صورت درست ہوسکتا تھا، جب مخاطبین کا یہ عقیدہ ونظریہ ہوتا کہ نبی کریم ﷺ خدا کے بیٹے یا خدا ہیں، جبکہ مخاطبین کا یہ نظریہ نہیں تھا، بلکہ ان کے وہم وگمان

میں بھی نہ تھا، مخاطبین آپ ﷺ کو بشر سمجھتے تھے، اس پہ آپ ﷺ نے بشریت کی نفی نہیں کی، بلکہ فرمایا کہ میں بشر ہی ہوں، البتہ مجھ پر وحی آتی ہے، جو آپ کے پاس نہیں آتی۔

مثلیت پر ایک اعتراض:

نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''روزۂ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا: أَيُّكُمْ مِثْلِي ''تم میں ہم جیسا کون ہے؟'' (جاء الحق: ۱/۱۷۸)

یہاں قوت وطاقت میں مماثلت کی نفی ہے کہ آپ طاقت میں میری مثل نہیں، اس سے اگلا بیان نہیں دیکھتے؟ فرمایا کہ میرا ربّ مجھے روزے کی حالت میں ہی کھلاتا پلاتا رہتا ہے، لہٰذا جہاں مثلیت بیان کی وہاں بشریت کی وضاحت موجود ہے، جہاں مثلیت کی نفی کی وہاں قوت وطاقت میں مثلیت کی نفی کی وضاحت موجود ہے۔

نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اس طرح کہ اس آیت میں ہے: ﴿بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ یہ نہیں ہے کہ إِنسَانٌ مِّثْلُكُمْ، بشر کے معنی ہیں ذو بشرۃ۔'' (جاء الحق: ۱/۱۷۸)

اگر إِنسَانٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا جاتا، تو شبہ اور بڑھ جاتا، مطلب یہ ہوتا کہ میں انس کرنے والا ہوں، آپ جیسا۔ یہاں تشبیہ انس میں آجاتی اور جنس کا پتا نہ چلتا کہ آپ ﷺ بشر ہیں یا کوئی دوسری جنس۔ بشر سے تنصیص وتصریح کی گئی کہ آپ ﷺ کی جنس بشر ہے، جیسا کہ آدم علیہ السلام کو ''ابوالبشر'' کہا جاتا ہے، ''ابوالانسان'' کوئی نہیں کہتا۔ اسی طرح سیدنا نوح علیہ السلام کو ''ابوالبشر ثانی'' کہا جاتا ہے، ''ابوالانسان ثانی'' کوئی نہیں کہتا۔

معجزات بشریت کے منافی ہیں؟:

اگر سوال ہو کہ کیا نبی کریم ﷺ کی بشریت سے انکار کے لئے معجزات کو دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص اس سے ابا کرتی ہیں، نبی سے معجزے کا صدور اعلامِ نبوت میں سے ہے، معجزہ تائیدِ الٰہی ہوتا ہے، اس سے بشریت کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ بشریت ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ صدور معجزہ کے باوجود قرآن وسنت میں انبیا کو بشر ہی کہا گیا ہے۔

خصوصیات بھی بشریت کے منافی نہیں:

یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں اور مقام بشریت میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے، نبی کو اللہ خواص سے نواز کر اس کی تائید کرتے ہیں، پہلے انبیا کے بھی خواص تھے، ان کو مگر ان خواص کی وجہ سے غیر بشر نہیں سمجھا گیا، لہٰذا امثلہ سابقہ سے معلوم ہوتا کہ ایک ہی جنس میں خصوصیات کا تفاوت ممکن اور ظاہر ہے۔

بعض مسلمہ قواعد اور مسئلہ نور و بشر:

① مفتی نعیمی صاحب نے لکھا ہے:

”دنیا میں نکاح کے لیے جنسیت ضروری ہے۔“

(تفسیر نور العرفان، ص۷۹۴)

اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھتے ہیں، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کتنے ہی نکاح کئے اور جن سے نکاح ہوا، وہ سب امہات المومنین جنس بشر سے تھیں، لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی بشر ہوں، نہ کہ نور۔ اگر آپ کا نکاح نوریوں

سے ہوا ہوتا، تو کہا جا سکتا تھا کہ آپ ﷺ نور ہیں۔

② نعیمی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے:

”ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں، جو تمام فرشتوں سے زیادہ عابد و زاہد تھے۔ ایک دفعہ بشکل انسانی دنیا میں قاضی و حاکم بنا کر بھیجے گئے۔ ایک عورت زہرہ کا مقدمہ پیش ہوا، جس پر یہ عاشق ہو گئے اور اس کے عشق میں بہت گناہ کر بیٹھے۔ ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ان کے وسیلے سے توبہ تو قبول ہوئی، مگر بابل کے کنوئیں میں قید کر دیئے گئے اور انہیں جادو کی تعلیم کے لیے مقرر کر دیا گیا۔ پتا لگا کہ نورانی فرشتے جب شکل انسانی میں آئیں، تو ان میں کھانے پینے، بلکہ جماع کرنے کی قوتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔۔۔ لہٰذا حضور بھی اللہ کے نور ہیں، مگر بشری لباس میں آئے، تو کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے تھے۔“

(تفسیر نور العرفان، ص۲۴)

کھانے پینے کی روایات نصوص قرآنیہ کے میزان پہ پوری اترنے سے قاصر ہیں، کیونکہ قرآن کے مطابق غیر بشر، لباس بشر میں آ تو سکتا ہے، مگر حاجات انسانیہ سے مبرا ہی ہوتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے بچھڑا بھون لائے، مگر انہوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا، ابراہیم علیہ السلام پریشان ہو گئے، تب انہوں نے بتایا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ (ہود: ۶۹-۷۰)

اور یہ بات مسلمہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کھاتے، پیتے، غسل فرماتے اور سوتے تھے اور یہ انسانی حاجات ہیں، جن کا انکار ممکن نہیں۔

③ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

’’یعنی سب انسانوں کی اصل آدم وحوا ہیں اوران کی اصل مٹی ہے تو تم سب کی اصل مٹی ہوئی......۔‘‘

(تفسیر نورالعرفان،ص ۸۲۵)

مزید لکھتے ہیں:

’’اس سے معلوم ہوا کہ نبی ہمیشہ انسان اور مرد ہوئے ۔کوئی عورت یا جن یا فرشتہ وغیرہ نبی نہیں ۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ہمیشہ حسب ونسب میں اونچے اوراعلیٰ خاندان میں ہوئے۔‘‘

(تفسیر نورالعرفان،ص ۵۱۴)

نیز لکھتے ہیں:

’’یعنی اگر ربّ تعالیٰ کسی کو نبی بناتا تو فرشتے کو بناتا، نہ کہ ہم جیسے انسانوں کو، کیونکہ نبوت انسانی قابلیت سے اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ لوگ (کفار) لکڑی پتھر کو خدامان لیتے تھے، مگر انسان کو نبی ماننے میں تامل کرتے تھے۔‘‘

(تفسیر نورالعرفان،ص ۷۶۲)

نعیمی صاحب کا بھی یہی ماننا ہے کہ انبیا جنس بشر سے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ

’’رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اور ساری مخلوق آپ کے نور سے ہے۔‘‘

(مواعظ نعیمیہ از احمد یار خان بریلوی، ص ۱۴،تفسیر نورالعرفان،ص ۷۳۲)

ان کا شدید تساہل ہے، کیوں کہ وہ خود بھی رسول اللہ ﷺ کو جنس بشر سے تسلیم کرتے ہیں، یا ان کی اس بات کی تفسیر وہی ہوگی، جو قرآن کریم کی اس آیت ﴿قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ کی امام ابن جریر رحمہ اللہ نے کی ہے، آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَعْنِي بِالنُّورِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَنَارَ اللّٰهُ بِهِ الْحَقَّ، وَأَظْهَرَ بِهِ الْإِسْلَامَ، وَمَحَقَ بِهِ الشِّرْكَ.

''نور سے مراد محمد ﷺ ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا، اسلام کو غالب کیا اور شرک کو مٹایا۔'' (تفسير الطّبري : ۱۰/۱۴۳)

لیکن ممکن نہیں کہ نعیمی صاحب نے یہاں وہ مراد لی ہو جو کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے لی ہے، کیوں کہ ان کے تلامذہ اس سے انکار کرتے ہیں، اس لئے یہ ان کا تساہل ہی قرار دیا جائے، تو بہتر اور اسلم و احوط ہے۔

ان کا تساہل اس لئے بھی کہا جائے گا کہ قرآن مجید نے اس سے ملتے جلتے نظریے کی تردید انتہائی سخت الفاظ میں کی ہے، فرمایا:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءً ا﴾ (الزّخرف : ۱۵)

''اور انہوں نے اس (اللہ) کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا۔''

(ترجمہ احمد رضا)

اور اس طرح کی باتیں کرنے والوں کے متعلق فرمایا:

﴿ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾ (التوبة : ۳۰)

''یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں، اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں، اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔'' (ترجمہ احمد رضا خان صاحب بریلوی)

مسئلہ متشابہات کا:

نعیمی صاحب ایک جگہ کہتے ہیں:

”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وغیرہ آیات جو بظاہر شانِ مصطفوی کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، وہ متشابہات میں سے ہیں، لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔“

(جاء الحق: ۱/۱۷۸)

اسے محدثین امت میں سے کسی نے بھی متشابہات میں ذکر نہیں کیا، کسی مفسر یا کسی مؤرخ نے ذکر نہیں کیا، بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی بات نہیں کی، لہٰذا انہیں متشابہات میں سے قرار دینا بالکل درست طرز عمل نہیں۔

ایک اور خطا:

نعیمی صاحب کہتے ہیں:

”عصائے موسیٰ سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا، ایسے ہی ہمارے حضور ﷺ نوری بشر ہیں۔“

(مرآۃ المناجیح: ۱/۲۴)

تو یہ واضح طور پر ان کی خطا ہے، قرآن وسنت اور اجماع کے دلائل اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ البتہ ہم ان کی اس بات سے متفق ہیں:

”ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنے یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔“

(جاء الحق: ۱/۱۷۳)

واقعی رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارنا آپ کے شایان شان نہیں، لیکن آپ ﷺ ہیں بشر ہی، جیسا کہ ہم نے دلائل سے واضح کیا، وللہ الحمد!

بشریت نبوی اور احناف:

تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت کا انکار کیا گیا، تو قرآن کریم نے ان کا جنس بشر سے ہونے کا ثبوت دیا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ (المائدۃ: 75)

”عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) رسول ہیں، آپ سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں، آپ کی والدہ صدیقہ ہیں، (ماں بیٹا) دونوں کھانا کھاتے تھے، (اے نبی!) آپ ملاحظہ فرمائیے کہ ہم لوگوں کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، لوگ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔“

❀ نیز ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (الزّخرف: 59)

”عیسیٰ (اللہ کے) بندے ہیں، ہم نے ان پر انعام کیا اور انہیں بنی اسرائیل کے لیے مثال بنایا۔“

جب مشرکین مکہ نے بشر کے لیے نبوت و رسالت کو محال سمجھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی واضح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ثبوت دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور

بشریت کے لبادہ میں ہیں، بلکہ فرمایا کہ آپ سے پہلے بھی سب انبیا جنس بشر سے تھے اور آپ بھی بشر ہیں۔ یہ ایسا موقع تھا، جہاں آپ کی جنسیت کا اظہار ضروری تھا اور وہ کر دیا۔

قرآن کریم نے نبی کریم ﷺ کی بشریت کے ثبوت پر مختلف اسالیب ذکر کیے ہیں، کبھی تو یہ کہا کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے، تو ہم فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے، جب زمین پر انسان بستے ہیں، تو ان کی رشد و ہدایت کے لیے نبی بھی انسان ہی موزوں ہے۔ کبھی تو کہا گیا کہ یہ آپ ہی کی جنس میں سے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

❀ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَهُ كَانُوا مِنْ جِنْسِ الْبَشَرِ لَا مِنْ جِنْسِ الْمَلَائِكَةِ فَإِذَا جَازَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهِمْ فَلِمَ لَا يَجُوزُ أَيْضًا مِثْلُهُ فِي حَقِّهٖ.

''نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیا جنس بشر سے تھے، نہ کہ جنس ملائکہ سے۔ اگر وہ انبیا بشر ہونے کے باوجود نبی ہو سکتے ہیں، تو نبی ﷺ کیوں نہیں ہو سکتے۔''

(تفسير الرّازي : 49/19)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(النحل : 43، الأنبياء : 7)

''اے نبی! ہم نے آپ سے پہلے جتنے نبی مبعوث کئے اور ان کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر تمہیں معلوم نہیں، تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔''

❀ علامہ ابن حیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

لَمَّا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِهِمْ : ﴿هَلْ هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ وَأَنَّ الرَّسُولَ

لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مِنْ جِنْسِ الْبَشَرِ، قَالَ تَعَالٰى رَادًّا عَلَيْهِمْ : ﴿وما أَرْسَلْنا قَبْلَكَ إِلَّا رِجالًا﴾ أَيْ بَشَرًا وَّلَمْ يَكُونُوا مَلَائِكَةً كَمَا اعْتَقَدُوا .

''جیسا کہ مشرکین مکہ کا قول گزر چکا ہے: ''یہ (محمد کریم ﷺ) تمہارے جیسا بشر ہے۔'' نیز (یہ بھی گزر چکا ہے کہ) ہر رسول، اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جنس بشر سے ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے مردوں یعنی بشروں کو ہی مبعوث کیا، وہ فرشتے نہیں تھے، جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ تھا۔''

(البحر المُحيط : 410/7)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ ---﴾

(الكهف : 110، حم السجدة : 6)

''کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

❀ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ بَشَرٌ مِّثْلُهُمْ . ''نبی کریم ﷺ ان جیسے بشر ہیں۔''

(أحكام القرآن : 49/3)

❀ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَنْفِي أَنْ يَكُونَ غَيْرُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَشَرًا مِثْلَهٗ .

''اس آیت سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کوئی آپ

کی طرح بشر نہیں ہے۔''

(بدائع الصّنائع : 5/5)

یہ آیت نبی کریم ﷺ کے جنس بشر ہونے پر نص صریح ہے۔ یہاں مماثلت بشریت میں ہے کہ جیسے تم انسان ہو، کھاتے پیتے ہو اور انسانی عوارض سے دوچار ہوتے ہو، اسی طرح محمد کریم ﷺ کو بھی انسانی عوارض لاحق ہیں۔ باقی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے، جو تم پر نہیں ہوتی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ (البقرة : 23)

''(اے کافرو!) اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے، جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے، تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔''

❁ علامہ ابن عرفہ رحمہ اللہ (۸۰۳ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿عَلٰى عَبْدِنَا ......﴾ لَمْ يَقُلْ : عَلٰى رَسُولِنَا تَنْبِيهًا عَلٰى مَا يَقُولُهٗ أَهْلُ السُّنَّةِ مِنْ أَنَّ الرَّسُولَ مِنْ جِنْسِ الْبَشَرِ وَعَلٰى طَبْعِهِمْ.

''اللہ تعالیٰ نے ''اپنے بندے پر'' کہا، ''اپنے رسول پر'' نہیں کہا۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ سمجھاتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ جنس بشریت سے ہیں اور آپ کو بشری عوارض لاحق ہیں۔''

(تفسير ابن عرفة : 185/1)

علمائے احناف کی تصریحات:

① علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِصِفَةِ الْبَشْرِيَّةِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهُ .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس بات کا اقرار ہے کہ آپ صفت بشریت سے متصف ہیں اور بشر کچھ بھی غیب نہیں جانتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ انہیں بتا دے۔'' (عمدة القاري : 247/25)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» اَلْبَشَرُ يُطْلَقُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالْوَاحِدِ يَعْنِي أَنَّهٗ مِنْهُمْ، وَالْمُرَادُ أَنَّهٗ مُشَارِكٌ لِلْبَشَرِ فِي أَصْلِ الْخَلْقَةِ وَلَوْ زَادَ عَلَيْهِمْ بِالْمَزَايَا الَّتِي اخْتَصَّ بِهَا فِي ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَقَدْ ذَكَرْتُ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْآثَارِ وَفِي قَوْلِهٖ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ مِنَ الْبَشَرِ وَلَا أَدْرِي بَاطِنَ مَا يَتَحَاكَمُونَ فِيهِ عِنْدِي وَيَخْتَصِمُونَ فِيهِ لَدَيَّ، وَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلٰى ظَاهِرِ مَا تَقُولُونَ، فَإِذَا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، لَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ تَصِحَّ دَعْوَةُ غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ أَوْ مُنَجِّمٍ الْعِلْمَ، وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُعْلِمُوا بِهٖ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوَحْيِ .

”فرمانِ نبوی ہے کہ میں بشر ہوں، بشر کا لفظ جماعت اور واحد دونوں پر بولا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ جنس بشر سے ایک فرد ہیں، آپ اصل تخلیق میں بشر کے ساتھ مشترک ہیں، اگرچہ ذات وصفات میں بہت سے خصائص کی وجہ سے آپ ﷺ عام انسانوں سے بڑھ کر ہیں، یہ خصائص شرح معانی الآثار میں مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں بشر ہوں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں بشر میں سے ہوں اور میں آپ کے جھگڑوں کی باطنی حقیقت نہیں جانتا، آپ میرے پاس فیصلے کے لیے آتے ہو، تو میں ظاہری اقوال کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ جب انبیا غیب نہیں جانتے تو کسی کاہن، نجومی وغیرہ کی طرف سے یہ دعویٰ درست ہونا ممکن نہیں۔ انبیا غیب میں سے صرف وہی جانتے ہیں، جن کی انہیں وحی کی کسی قسم کے ذریعے خبر دے دی گئی ہو۔“

(عمدة القاري، تحت الحديث :7181)

② علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قَسَّمَ الْبَشَرَ إِلٰى قِسْمَيْنِ؛ خَوَاصُّ وَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، وَعَوَامُّ.

”بشر دو طرح کے ہیں: ① خواص، جو کہ انبیا ہیں، ② عوام۔“

(البحر الرّائق :353/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

بِقَوْلِهٖ : لَا أَدْرِي أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا .

”جو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، (تو وہ کافر ہے)۔“

(البحر الرّائق : 130/5)

۞ مزید فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ أَيْ مِنَ الْآدَمِيِّينَ .

”اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:”تمہارے پاس تمہاری جنس سے ایک رسول آیا ہے۔“یعنی آدمیوں میں سے۔“

(الأشباه والنّظائر، ص 282)

③ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ تَعَالٰى : ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ أَيْ لَا أَدَّعِي أَنِّي مَلَكٌ وَإِنَّمَا أَتَمَيَّزُ عَنْكُمْ بِأَنِّي يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ، أَيْ وَبَاقِيهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْبَشَرِ، أَيْ مِنْ جِنْسِ بَنِي آدَمَ .

”فرمان باری تعالیٰ ہے:”کہہ دیجئے کہ میں آپ جیسا ایک بشر ہوں۔“یعنی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا، میرے آپ سے ممتاز ہونے کی وجہ مجھ پر کی جانے والی وحی ہے، کہ تمہارا الٰہ ایک ہے۔ محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیا جنس بشر یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔“

(شرح الشّفا : 171/2)

④ علامہ شیخی زادہ حنفی (۱۰۷۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا

أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ.

”جو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، وہ کافر ہو جائے گا۔“

(مَجمع الأنهر :692/1)

⑤ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ اسْمِهٖ إِذْ لَا تَتِمُّ الْمَعْرِفَةُ إِلَّا بِهٖ وَكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْعَرَبِ وَكَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اتِّفَاقًا لِّوُرُودِ ذٰلِكَ الْقَوَاطِعِ الْمُتَوَاتِرَةِ.

”متواتر اور قطعی نصوص کی بنا پر صحت ایمان کے لئے شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کا علم ہو، کیونکہ نام کے بغیر معرفت ہوتی ہی نہیں۔ نیز یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، آپ کا تعلق عرب سے ہے اور آپ بالاتفاق خاتم النبیین ہیں۔“

(حاشية الطّحطاوي، ص 11)

⑥ علامہ آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ: هَلِ الْعِلْمُ بِكَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا، وَمِنَ الْعَرَبِ، شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَوْ هُوَ مِنْ فَرْضِ الْكِفَايَةِ؟ أَجَابَ الشَّيْخُ وَلِيُّ الدِّينِ الْعِرَاقِيُّ بِأَنَّهٗ شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ، قَالَ: لَوْ قَالَ شَخْصٌ: أُؤْمِنُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ، وَلٰكِنِّي لَا أَدْرِي

هَلْ هُوَ مِنَ الْبَشَرِ أَوِ الْمَلَائِكَةِ، أَوْ مِنَ الْجِنِّ، أَوْ لَا أَدْرِي أَهُوَ مِنَ الْعَرَبِ أَوِ الْعَجَمِ؟ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهٖ، لِتَكْذِيبِهٖ لِلْقُرْآنِ وَجَحْدِهٖ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الْإِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَصَارَ مَعْلُومًا بِالضُّرُورَةِ عِنْدَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ، وَلَا أَعْلَمُ فِي ذٰلِكَ خِلَافًا، فَلَوْ كَانَ غَبِيًّا لَّا يَعْرِفُ ذٰلِكَ وَجَبَ تَعْلِيمُهٗ إِيَّاهُ، فَإِنْ جَحَدَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ حَكَمْنَا بِكُفْرِهٖ.

”اگر آپ کہیں کہ کیا اس بات کا جاننا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے، صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ تو شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رسول بن کر آئے ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے، فرشتہ تھے یا جن تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟ تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں رہا، کیونکہ اس نے قرآنِ مجید کی تکذیب کی ہے اور ایسی چیز کا انکار کیا ہے، جو بعد والے اپنے اسلاف سے سیکھتے چلے آئے ہیں۔ یہ بات تو خاص و عام کے نزدیک یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں اختلاف کا کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی غبی شخص ایسا کہے، تو اس کو اس بات (آپ ﷺ کی بشریت اور عربی ہونے) کی تعلیم دینا واجب ہے اور اگر اس نے پھر بھی انکار کر دیا، تو ہم اس پر کافر

ہونے کا حکم لگائیں گے۔“

(روح المَعاني : 113/4 ، المَواهب اللَّدُنية لأحمد القسطلاني : 154/3)

⑦ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

لَوْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ .

”اگر کوئی شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے یا جن، تو وہ کافر ہوجائے گا۔“

(الفتاوى التّاتارخانية : 480/5)

⑧ پانچ سو فقہائے احناف کا فتویٰ ہے:

مَنْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ .

”جو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے یا جن، وہ کافر ہوجائے گا۔“

(فتاویٰ عالمگیری : 263/2)

✿ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ”سید البشر“ کہا گیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری : 388/6)

فقہائے احناف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر تسلیم کرنا اور ماننا ایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تمام انبیا جنس بشریت سے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر ہیں۔ قرآن، احادیث اور اجماع امت سے آپ کی بشریت کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر کوئی قرآن

وحدیث کے دلائل کی تاویل کیے بغیر نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار کرے، تو وہ بالا جماع کافر ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو جنس بشریت سے خارج کرنا اور آپ کو جنس نور قرار دینا، کئی آیات، احادیث اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ یہ آپ کا ایسا وصف بیان کرنا ہے، جس پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں، یوں یہ جھوٹ قرار پائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا جھوٹا وصف بیان کرنا کفر ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے لیے ثابت وصف کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ وَصْفَهٗ بِغَيْرِ صِفَتِهٖ تَكْذِيبٌ لَهٗ؛ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ كُلَّ صِفَةٍ أَجْمَعُوا عَلٰى ثُبُوتِهَا لَهٗ يَكُونُ إِنْكَارُهَا كُفْرًا.

''نبی کریم ﷺ کو ایسے وصف سے متصف کرنا، جو آپ کا وصف نہیں ہے، یہ آپ کی تکذیب ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے جس وصف کے ثبوت پر اہل علم کا اجماع ہو، اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔''

(الزّواجر عن اقتراف الکبائر :47/1)

ثابت ہوا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے، اسی طرح نبی ﷺ کو جنس نور سے قرار دینا بھی کفر ہے۔ نبی کریم ﷺ نورِ ہدایت ہیں، اس کا انکار بھی کفر ہے۔ اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی نبی کریم ﷺ کو جنس نور سے قرار نہیں دیا، بلکہ آپ کی بشریت پر تصریحات موجود ہیں۔ یہی قرآن وحدیث سے ثابت عقیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار اہل سنت میں سے کسی نے نہیں کیا، بلکہ یہ عقیدہ کسی اور طرف سے مسلمانوں میں داخل ہو گیا ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اہل سنت قرآن واحادیث کے دلائل سے بخوبی واقف تھے، ان کے

معانی ومفاہیم کوسب سے بہتر جانتے تھے۔ وہ تمام آیات واحادیث جوبعض احباب نبی کریم ﷺ کے جنس نور سے ہونے پر پیش کرتے ہیں، ائمہ متقدمین کوان کا بخوبی علم تھا،لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ سے بشریت کی نفی نہیں کرتے،اگران آیات واحادیث سے نبی کریم ﷺ کا نور ہونا یا بشریت کے لبادہ میں ہونا ثابت ہوتا،تو اسلاف امت ضرور ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث سے نبی کریم ﷺ کا جنس نور سے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اس کے باوجوداگرآج کوئی کتاب وسنت سے نبی کریم ﷺ کا نور ہونا ثابت کرے اور بشریت کا انکارکرے،تو وہ تاویل یاتحریف ہے،حق نہیں۔ نیز وہ زبان حال سے یہ باور کروارہاہے کہ اسلاف امت ایسے عقیدہ سے ناواقف رہ گئے،جس پر یہ بعدوالامطلع ہوگیا۔یہ واضح الحادہے۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جائے گی، کیونکہ حق وہی ہے، جسے ائمہ اہل سنت نے اختیارکیا۔ان کا ہرعقیدہ وعمل کتاب وسنت کے دلائل پرقائم ہے۔

نور محمد ﷺ کی تخلیق

نبی کریم ﷺ جنس بشر سے ہیں، یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔قرآن وحدیث اوراجماع امت اسی پر شاہد ہیں۔اسلام کی ابتدائی تاریخ میں کوئی فرد بشر ایسا نظر نہیں آتا، جو رسول اللہ ﷺ کو بشر تسلیم نہ کرتا ہو، البتہ بعد کے صوفیا نے اسلام کے چشمہ صافی میں بہت سارے گندے عقائد انڈیلنے کی کوشش کی ہے۔انہی میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی بشریت سے انکار کا عقیدہ بھی تھا۔انہوں نے یہ عقیدہ عام کیا کہ اگر آقائے کریم ﷺ کی بشریت کو تسلیم کیا جائے،تو اس سے آپ کی شان میں کمی آجائے گی۔

یوں انہوں نے آپ ﷺ کو جنس بشریت سے نکال کر پیش کیا،انہوں نے یہ عقیدہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کا نور ہیں،آپ بشریت کے لبادے میں آئے ہیں۔

یہ بات قرآن وسنت میں کہیں مذکور نہیں ہوئی، بلکہ روافض نے گھڑی ہے اور گمراہ صوفیا نے ان سے مستعار لی ہے،اس کی تائید کے لئے انہوں نے من گھڑت روایات کا انبار لگایا ہے۔بعد میں کئی گمراہ قوموں نے ان صوفیا کے نظریے کو اپنا لیا اور اب وہ آقائے کریم ﷺ کی بشریت سے انکار کرنے لگے ہیں، وہ آپ کو نور ثابت کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اوراس پر روایات بھی پیش کرتے ہیں۔حالاں کہ انہوں نے جن روایات سے استدلال لینے کی کوشش کی ہے، وہ روایات اصول محدثین پر پوری نہیں اترتی ہیں،محدثین نے ان کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ان کے راویوں کو کذاب اور دجال کہا ہے۔نیز وہ روایات مسلمانوں کے اجماعی عقیدے اورقرآن وسنت کی ثقہ تعلیمات کے بھی خلاف جاتی

ہیں، ذیل میں اس قسم کی روایات پر تحقیق پیش کی جا رہی ہے، ملاحظہ ہو:

① ایک روایت جسے بعض جوانب سے بطور حجت و دلیل اور نبی کریم ﷺ کے نور ہونے پر بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے، اس پر بعض گزارشات ملاحظہ ہوں:

أَوَّلُ مَا خلَقَ اللّٰهُ نُورِي .

''اللہ کی اولین تخلیق میرا نور ہے۔'' یا؛

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ .

''سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا اے جابر!''

اصول حدیث میں یہ باطل اور موضوع روایت ہے۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهٗ إِسْنَادٌ يُّعْتَمَدُ عَلَيْهِ .

''اس کی کوئی قابل اعتماد سند نہیں۔''

(الحاوي للفتاوِي : ١/٣٢٥)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قُلْتُ : حَدِيثُ الْعَقْلِ مَوْضُوعٌ، وَالثَّلَاثَةُ الْأُخَرُ لَمْ تَرِدْ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَاسْتَغْنٰى عَنِ التَّأْوِيلِ .

''میں کہتا ہوں کہ حدیث عقل تو موضوع ہے اور دوسری تین احادیث (جن میں أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي بھی ہے) ان الفاظ کے ساتھ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں، تو تاویل کی ضرورت کہاں رہی۔''

(قوت المُغتذي على جامع التّرمذي : ١/٥١٦)

اندازہ ہے کہ اس روایت کو ابن عربی (638ھ) جو کہ ایک ملحد اور غالی صوفی تھا، نے خود گھڑ کر امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعد والوں نے بغیر تحقیق کے امام عبدالرزاق کی طرف اس کا انتساب کر دیا ہے، یہ ان کی واضح خطا ہے۔

ہمارے دور میں بعض لوگوں نے مصنف عبدالرزاق کا ایک جھوٹا جزء مفقود دریافت کیا ہے، اس میں یہ روایت موجود ہے اور جن لوگوں نے یہ روایت امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کی ان کے بیان کردہ الفاظ اور جزء مفقود نامی کتاب کے الفاظ ایک دوسرے سے مماثل نہیں ہیں، بلکہ ان میں فرق ہے، یہ روایت مصنف عبدالرزاق تو کجا متقدمین ائمہ دین کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ جزء مفقود کی سند میں عبدالرزاق کا عنعنہ ہے، لہٰذا اس بنیاد پر یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ جیسا معروف ناقل حدیث بھی اس کی سند سے واقف نہیں ہو سکا، بلکہ واشگاف الفاظ میں اعتراف کرتا ہے کہ یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں، یہ روایت اگر مصنف عبدالرزاق میں ہوتی، تو اہل علم ضرور بالضرور اسے ذکر کرتے۔ اسی طرح یہ دوسری روایات صحیحہ اور قرآن اور اجماع کے بھی خلاف ہے۔

② سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنَّا أَنَا وَعَلِيٌّ نُورًا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ، فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ قَسَمَ ذٰلِكَ النُّورَ جُزْءَيْنِ، فَجُزْءٌ أَنَا، وَجُزْءٌ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

''تخلیق آدم سے چودہ ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کے ہاں میں اور علی محض نور تھے، آدم کو پیدا کیا گیا، تو اللہ نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ مَیں اور

دوسرا حصہ علی ہے۔‘‘

(فضائل الصّحابة لأحمد : 1130، مناقب عليّ لابن المَغازلي، ص 87)

یہ جھوٹی روایت ہے۔

۱۔ اسے حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابوسعید عاصمی بصری نے گھڑا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ . ’’یہ احادیث گھڑتا تھا۔‘‘

(المُغني في الضّعفاء :253/1)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذَاكَ مَتْرُوْكٌ . ’’یہ متروک الحدیث ہے۔‘‘

(سؤالات السّهمي : 253)

❁ نیز ’’متروک‘‘ بھی کہا ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب : 384/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضْعُ الْحَدِيْثَ، وَيَسْرِقُ الْحَدِيْثَ وَيَلْزِقُهٗ عَلٰى قَوْمٍ آخَرِيْنَ وَيُحَدِّثُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يَعْرِفُوْنَ، وَهُوَ مُتَّهَمٌ فِيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْهُمْ .

’’احادیث گھڑتا اور روایات سرقہ کر کے انہیں دوسرے راویوں سے منسوب کر دیتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے روایات بیان کرتا ہے، جو پیدا ہی نہیں ہوئے۔‘‘

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 338/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لِلْعَدَوِيِّ عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ أَحَادِيثُ قَدْ وَضَعَهَا غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ وَعَامَةُ مَا حَدَّثَ بِهِ الْعَدَوِيُّ إِلَّا الْقَلِيلَ مَوْضُوعَاتٌ وَكُنَّا نَتَّهِمُهُ بَلْ نَتَيَقَّنُهُ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي وَضَعَهَا عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ وَغَيْرِهِمْ .

''مذکورہ روایات کے علاوہ عدوی نے اہل بیت کے متعلق احادیث وضع کی ہیں، سوائے چندروایات کے اکثر من گھڑت ہیں، ہم اس کو متہم قرار دیتے ہیں، بلکہ یقین سے کہتے ہیں کہ اسی نے اہل بیت وغیرہم کے فضائل میں احادیث وضع کی ہیں۔''(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 343/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ بِالْبَوَاطِيلِ .

''ثقہ راویوں سے باطل روایات بیان کرتا ہے۔''

(میزان الاعتدال :507/1)

نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا شَيْخٌ قَلِيْلُ الْحَيَاءِ مَا تَفَكَّرَ فِيْمَا يَفْتَرِيْهِ .

''شرم سے عاری بوڑھا، جھوٹ بولتے ہوئے ذرا نہیں سوچتا۔''

(میزان الاعتدال :508/1)

❀ خطیب بغدادی رحمہ اللہ بھی ''وضاع'' سمجھتے ہیں۔

(تاريخ بغداد : 383/7)

❀ حمزہ سہمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومحمد حسن بن علی بصری رحمہ اللہ کو اس کے متعلق فرماتے ہوئے سنا:

كَذَّابٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ عَلَى النَّبِيِّ مَا لَمْ يَقُلْ .

”رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے، آپ ﷺ کے بارے میں ایسی روایتیں بیان کرتا ہے، جو آپ کے فرامین نہیں۔“

(سؤالات السّهمي : 253)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

۲۔ زاذان کی سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول اس حوالے سے ثابت نہیں، کیونکہ محمد بن حسین بغدادی متہم ہے۔

③ روایت ہے:

لَمْ نَزَلْ فِي شَيءٍ وَّاحِدٍ حَتّٰى أُخْتُرِقْنَا فِي صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَجُزْءٌ أَنَا وَجُزْءٌ عَلِيٌّ .

”ہم ایک ہی چیز میں رہے، بالآخر ہمیں عبدالمطلب کی صلب سے جدا کر دیا گیا، اس کا ایک حصہ میں اور دوسرا علی ہیں۔“

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 67/42)

روایت من گھڑت ہے۔ حسن بن علی بصری عدوی ”وضاع“ ہے۔

④ روایت ہے:

خُلِقْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ مِّنْ نُّورٍ وَّاحِدٍ .

”مجھے اور علی کو ایک نور سے پیدا کیا گیا ہے۔“

(المَوضوعات لابن الجوزي : 156/1)

جھوٹی روایت ہے، اسے احمد بن جعفر بن علی بن بیان نے جمع کیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَافِضِيًّا وَضَّاعًا . ”یہ رافضی اور ”وضاع“ تھا۔“

(تلخيص المَوضُوعات : 110/1)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَتَّهِمُهٗ بِوَضْعِهَا بَلْ نَتيَقَّنُ فِي ذٰلِكَ وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ رَافِضِيًّا .

”ہم یقین سے اسے جھوٹی احادیث گھڑنے کا مجرم قرار دیتے ہیں، یہ رافضی تھا۔“

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 156/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

عَامَّةُ أَحَادِيْثِهٖ مَوْضُوْعَةٌ وَكَانَ قَلِيْلُ الْحَيَاءِ فِي دَعَاوِيهِ عَلٰى قَوْمٍ لَعَلَّهٗ لَمْ يَلْحَقْهُمْ وَوضَعَ مِثْلَ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ وَأَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُنَا عَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ بِأَحَادِيْثَ مُسْتَقِيْمَةٍ بِنُسْخَةِ اللَّيْثِ وَيُشَوِّبُهَا بِمِثْلِ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ الَّتِي ذَكَرْتُهَا عَنْهُ وَغَيْرَ ذٰلِكَ .

”اس کی اکثر روایات خانہ ساز ہیں، ایسے راویوں پر جھوٹ باندھنے میں بے حیا واقع ہوا تھا، جنہیں ملا تک نہیں، ایسی احادیث اس نے وضع کر رکھی ہیں، لیث کے نسخہ سے یحییٰ بن بکیر کی سند سے مستقیم احادیث بیان کرتا تھا، پھر ان میں ایسی روایتیں شامل کر دیتا، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔“

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 2/158-159)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

''یہ ''کذاب'' ہے، احادیث وضع کرتا ہے۔''

(سؤالات السّهمي : 236)

✿ امام ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَافِضِيًّا يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

''یہ رافضی تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔''

(لسان الميزان لابن حجر : 108/2)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا وَضَعَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ وَكَانَ رَافِضِيًّا يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

''اس روایت کو جعفر بن احمد نے گھڑا ہے، وہ رافضی احادیث وضع کرتا تھا۔''

(المَوضُوعات :156/1)

اس روایت میں اور بھی علتیں ہیں۔ یہ روایت موضوع ومکذوب ہے۔

⑤ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ قِطْعَةً مِّنْ نُّوْرٍ فَأَسْكَنَهَا فِي صُلْبِ آدَمَ، فَسَاقَهَا حَتّٰى قَسَّمَهَا جُزْئَيْنِ : جُزْءً فِي صُلْبِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَجُزْءً فِي صُلْبِ أَبِي طَالِبٍ فَأَخْرَجَنِي نَبِيًّا وَأَخْرَجَ عَلِيًّا وَصِيًّا.

''اللہ عزوجل نے نور کا ٹکڑا نازل کیا، اسے سیدنا آدم علیہ السلام کی صلب میں ٹھہرایا، اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصے کو عبد اللہ کی صلب میں ڈال دیا، دوسرے کو ابو طالب کی صلب میں رکھ دیا گیا، عبد اللہ کی صلب سے میں نبی پیدا ہوا۔ ابو

طالب کی صلب سے علی وصی پیدا ہوئے۔''

(مناقب علي بن أبي طالب لابن المَغازلي، ص 87)

انتہائی جھوٹی روایت ہے۔

① احمد بن علی قواریری واسطی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

② محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت ابوبکر اشنانی ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دجال اور وضاع ہے۔

(المُغني في الضُّعفاء : 601/2)

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ دَجَّالٌ ـــ يَضَعُ الْأَحَادِيْثَ .

''جھوٹا دجال تھا......احادیث گھڑتا تھا۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 495)

✿ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

''یہ کذاب احادیث وضع کرتا تھا۔''

(تاريخ بغداد : 440/5)

③ محمد بن مصفی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تدلیس التسویۃ کا مرتکب ہے۔''

(تهذيب التّهذيب : 427/4)

④ بقیہ بن ولید بھی تدلیس التسویۃ کرتا تھا۔

⑤ ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی مدلس ہیں۔

⑥ سوید بن عبدالعزیز جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ أَحْمَدُ وَ جُمْهُوْرُ الْأَئِمَّةِ .

''امام احمد بن حنبل اور جمہور ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 3/148، 7/89)

⑥ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

كُنْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ نُورًا عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُ اللّٰهَ ذٰلِكَ النُّورُ وَيُقَدِّسُهٗ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ آدَمَ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ، فَلَمْ أَزَلْ أَنَا وَعَلِيٌّ فِي شَيْءٍ وَّاحِدٍ حَتّٰى افْتَرَقْنَا فِي صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .

''میں اور علی عرش الٰہی کے دائیں جانب ایک نور کی صورت میں تھے، یہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا، یہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل کی بات ہے۔ میں اور علی ایک نور ہی رہے، یہاں تک کہ ہمیں عبدالمطلب کی صلب میں جدا کر دیا گیا۔'' (مناقب عليّ لابن المَغازلي، ص 131)

سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن حسن بن سلیمان قزوینی کے متعلق خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

كَانَ فِي أَكْثَرِ الْأَحَادِيثِ تَخْلِيطٌ فِي الْأَسَانِيدِ وَالْمُتُونِ .

''اس کی اکثر احادیث کی اسانید اور متون میں تخلیط ہے۔''

(تاريخ بغداد : 2/616)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمُعْتَمَدٍ . ”یہ قابل اعتبار نہیں۔“

(میزان الاعتدال : 521/3)

② حفص بن غیاث مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ اعمش مدلس ہیں، سماع کی تصریح موجود نہیں۔

④ سالم بن ابی الجعد کا سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

⑤ اس میں مجہول راوی ہیں۔

⑦ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ .

”آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے نور کی صورت میں موجود تھا۔“

(المَواهب اللَّدُنّية للقَسطلاني :49/1)

بے سند اور جھوٹی روایت ہے۔

⑧ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ نُورَيْنِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مُطِيعَيْنِ مِنْ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ آدَمَ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ، فَلَمَّا خَلَقَ آدَمَ قَسَمَ ذٰلِكَ النُّورَ جُزْءَيْنِ، جُزْءٌ أَنَا، وَجُزْءٌ عَلِيٌّ .

”میں اور علی نور تھے، آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل اللہ کے سامنے فرماں بردار بن کر کھڑے تھے، جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے

اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ میری صورت میں اور ایک حصہ علی کی صورت میں۔''

(اليَقين في امرة أمير المؤمنين لأبي القاسم ابن طاؤس الرّافضي :212/1)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن حسن بن سعید ہاشمی کی توثیق ثابت نہیں۔

② فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی کی توثیق نہیں ملی۔

③ محمد بن علی بن معمر ہمدانی کی توثیق نہیں ملی۔

④ ابو یحییٰ قتات جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

⑨ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ خَبَرَ آدَمُ بَنِيهِ، فَجَعَلَ يَرٰى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ، قَالَ : فَرَأَى نُورًا سَاطِعًا فِي أَسْفَلِهِمْ، فَقَالَ : يَا رَبِّ، مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : هٰذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ، هُوَ الْأَوَّلُ وَهُوَ الْآخِرُ، وَهُوَ أَوَّلُ شَافِعٍ .

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی، تو آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی خبر گیری کی، آپ علیہ السلام اپنی اولاد کی ایک دوسرے پر فضیلت دیکھنے لگے، تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پیچھے نور پھیلا ہوا ہے، آدم علیہ السلام نے پوچھا: میرے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ آپ کے بیٹے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ (فضیلت میں) پہلے ہیں اور (بعثت کے اعتبار سے) آخری ہیں۔ (روز قیامت) سب سے پہلے شفاعت یہی کریں گے۔''

(حديث السّراج : 2628، دلائل النّبوة للبَيْهقي : 483/5)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔ مبارک بن فضالہ کی عبید اللہ بن عمر عمری سے کئی منکر روایات ہیں، یہ روایت میں انہی میں سے ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَ مُبَارَكٍ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ .

''مبارک بن فضالہ کی عبید اللہ بن عمر سے کئی منکر روایات ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 279/15، وسندهٗ صحیحٌ)

اگر کوئی اس روایت کو صحیح بھی کہے، تب بھی اسے نور محمدی کی تخلیق پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نور پھیلتا دیکھا، جو اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور ہدایت سب سے زیادہ پھیلے گا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام انبیا کی بہ نسبت میرے متبعین زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق نور سے ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم علیہ السلام کا بیٹا قرار دیا، جب باپ آدم علیہ السلام مٹی سے تخلیق ہوئے، تو بیٹا بھی آدم علیہ السلام کی جنس بشریت سے ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

استغاثہ

دعا، ندا، طلب، سوال، استعانت، استمداد اور استغاثہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ استغاثہ اور استعانت دعا ہے۔ عبادت کا اطلاق دعا پر بھی ہوتا ہے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کو رنج وغم، دکھ، تکلیف اور کرب والم میں پکارنا اور اس سے مافوق الاسباب مدد مانگنا ''شرک فی العبادت'' ہے۔

❁ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ مِنْ نَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ رُوحٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فِي كَشْفِ كُرْبَةٍ أَوْ قَضَاءِ حَاجَةٍ تَأْثِيرًا، فَقَدْ وَقَعَ فِي وَادِي جَهْلٍ خَطِيرٍ، فَهُوَ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ السَّعِيرِ.

وَأَمَّا كَوْنُهُمْ مُسْتَدِلِّينَ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ كَرَامَاتٌ، فَحَاشَا لِلّٰهِ أَنْ تَكُونَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ، وَأَنْ يُّظَنَّ بِهِمْ أَنَّ دَفْعَ الضُّرِّ، وَجَلْبَ النَّفْعِ مِنْهُمْ كَرَامَةٌ، فَهٰذَا ظَنُّ أَهْلِ الْأَوْثَانِ، كَمَا أَخْبَرَ الرَّحْمٰنُ: ﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾، ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی

میں واقع ہو گیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجت روائی) اپنی کرامات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

(سَيْفُ اللّٰه على مَنْ كَذَب على أولياء اللّٰه، ص 48)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الْإِيمَانِ، فَلَيْسَ لَهُمْ غَيْرُ اللّٰهِ دَافِعٌ، وَمِنْهُ تَحْصُلُ الْمَنَافِعُ ...... فَإِنَّ ذِكْرَ مَا لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ النَّفْعُ وَلَا دَفْعُ الضَّرِّ مِنْ نَبِيٍّ وَّمَلَكٍ، وَوَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمْ عَلٰى وَجْهِ الْإِمْدَادِ مِنْهُ إِشْرَاكٌ مَعَ اللّٰهِ، إِذْ لَا قَادِرَ عَلَى الدَّفْعِ غَيْرُهٗ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُهٗ.

''جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف

دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔“

(سَيْفُ اللّٰه على مَنْ كَذَب على أولياء اللّٰه، ص 48)

بعض لوگ عبادت کو توسل وشفاعت کا نام دے کر شرک کرتے ہیں، شرکاء کو اولیا اور شفعاء کا نام دیتے ہیں۔

❁ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ بَعْضُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالصَّالِحِينَ وَجَعْلِهِمْ وَسِيلَةً بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ الْعِبَادِ وَالْقَسْمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِهِمْ بِأَنْ يُّقَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنَّا نُقْسِمُ عَلَيْكَ بِفُلَانٍ أَنْ تُعْطِيَنَا كَذَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُولُ لِلْغَائِبِ أَوِ الْمَيِّتِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالَى الصَّالِحِينَ : يَا فُلَانُ ادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِيَرْزُقَنِي كَذَا وَكَذَا، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ بَابِ ابْتِغَاءِ الْوَسِيلَةِ ...... وَكُلُّ ذٰلِكَ بَعِيدٌ عَنِ الْحَقِّ بِمَرَاحِلَ .

وَتَحْقِيقُ الْكَلَامِ فِي هٰذَا الْمُقَامِ أَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِمَخْلُوقٍ وَجَعْلَهٗ وَسِيلَةً بِمَعْنٰى طَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ لَا شَكَّ فِي جَوَازِهٖ إِنْ كَانَ الْمَطْلُوبُ مِنْهُ حَيًّا وَّلَا يُتَوَقَّفُ عَلٰى أَفْضَلِيَّتِهٖ مِنَ الطَّالِبِ بَلْ قَدْ يَطْلُبُ الْفَاضِلُ مِنَ الْمَفْضُولِ ...... وَأَمَّا إِذَا كَانَ الْمَطْلُوبُ مِنْهُ مَيِّتًا أَوْ غَائِبًا فَلَا يَسْتَرِيبُ عَالِمٌ أَنَّهٗ غَيْرُ جَائِزٍ وَّأَنَّهٗ مِنَ

الْبِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ ...... وَلَمْ يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، وَهُمْ أَحْرَصُ الْخَلْقِ عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ أَنَّهٗ طَلَبَ مِنْ مَيِّتٍ شَيْئًا.

''بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال لیا ہے کہ صالحین سے استغاثہ کیا جا سکتا ہے اور انہیں اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ بنایا جا سکتا ہے اور اللہ پر قسم اٹھائی جا سکتی ہے کہ ''اللہ میں آپ کو فلاں کی قسم دیتا ہوں، مجھے فلاں چیز دے دے۔'' بعض لوگ اللہ کے ایسے صالح بندوں کا وسیلہ بناتے ہیں، جو یا تو مر چکے ہوتے ہیں یا پھر وہاں موجود نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں: اے فلاں اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے فلاں فلاں رزق دے اور وہ اسے وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ تو یہ سب چیزیں مختلف مراحل میں حق سے بعید ہیں۔ اس سلسلے میں محقق کلام یہ ہے کہ مخلوق سے بایں طور استغاثہ کرنا کہ وہ ہمارے لئے دعا کرے اور ہم اس کی دعا کا وسیلہ بنائیں، تو بلا شک یہ جائز ہے، اگر وہ صالح شخص زندہ ہو، جس کی دعا کا وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس سے دعا کے لئے کہا جا رہا ہے، اس کا افضل ہونا ضروری نہیں، مفضول سے بھی کروائی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی غیر موجود بندے یا فوت شدہ بندے سے دعا کروانے بیٹھ جائے، تو ایک عالم کو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بدعت ہے، سلف ایسا نہیں کرتے تھے۔ صحابہ میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے کسی میت سے کوئی چیز طلب کی ہو حالانکہ وہ خیر پر سب سے زیادہ حریص تھے۔''

(روح المَعاني: 294/3)

قرآنی آیات:

درج ذیل آیات بینات کو ملاحظہ فرمائیں؛

①

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾(الفاتحة : 5)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

②

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾(المؤمن : 60)

''تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

③

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

(المزمل : 9)

''وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں، اسی کو ہی اپنا کار ساز سمجھو۔''

④

﴿أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ﴾(الأنبياء : 43)

''کیا ان کے معبود ہیں، جو انہیں ہم سے بچا سکیں، وہ اپنی مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، نہ انہیں ہم سے پناہ دی جاتی ہے۔''

٥

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾(الأنفال : 9)

”(اس وقت کو یاد کرو) جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے، تو اس نے تمہاری مدد کی۔“

٦

﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

(الحج : 78)

”اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرو، وہی تمہارا کارساز ہے، وہ کیا ہی خوب کارساز ہے اور کتنا ہی بہترین مددگار ہے۔“

٧ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ﴾(الأعراف : 128)

”اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔“

٨ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَزِفَتِ الْآزِفَةُ، لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ﴾(النّجم : 58)

”قیامت قریب ہے، اللہ کے سوا کوئی اس سے بچانے والا نہیں ہے۔“

٩ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی بات نقل فرمائی:

﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾(آل عمران : 173)

”ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین نگہبان ہے۔“

١٠ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾

(النمل : 62)

''کون ہے جو پریشان حال کی دعا سنتا ہے اور اس سے تکلیف دور کرتا ہے۔''

⑪

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف : 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

⑫

﴿قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾(الأنعام : 63)

''کہہ دیجئے کہ کون ہے، جو تمہیں بحر و بر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے۔''

⑬

﴿قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ﴾

(الأنعام : 64)

''کہہ دیجئے کہ اللہ ان سے اور ہر کرب سے تمہیں نجات دیتا ہے، پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔''

⑭

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾(بني إسرائيل : 56)

’’کہہ دیجئے، بلاؤ ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور اور تکلیف سے نجات دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔‘‘

⑮

﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾

(الزمر : 38)

’’کہہ دیجئے، کیا خیال ہے تمہارا، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر رحمت کرنا چاہے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کو روک لیں گے؟ کہہ دیجئے، مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔‘‘

⑯

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(الأنعام : 17)

’’اگر اللہ آپ کو تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ خیر پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

⑰

﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ

تَجْأَرُونَ﴾(النحل : 53)

”تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر تمہیں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے،تو تم اسی کی طرف لوٹتے ہو۔“

⑱

﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾(الزمر : 36)

”کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے۔“

احادیث مبارکہ:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِسْتَعِنْ بِاللّٰهِ . ”اللہ سے مدد طلب کیجئے۔“

(صحيح مسلم : 2664)

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ .

”جب سوال کریں تو اللہ سے سوال کریں اور جب مدد طلب کریں تو اللہ سے طلب کریں۔“

(مسند الإمام أحمد : 307/1، سنن الترمذي : 2516، وسندهٗ صحيحٌ)

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے لیے بدعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ .

”اللہ ان کے خلاف میری یوں مدد فرما کہ ان پر سات سال تنگی کردے، جس

طرح یوسف علیہ السلام کی قوم پر کی تھی۔“

(صحیح البخاري : 4774، صحیح مسلم : 2798)

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صبح وشام پڑھنے کی یہ دعا سکھائی:

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيثُ، اَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنِي إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ .

”اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے! تیری رحمت کے واسطے سے سوال کرتی ہوں کہ میرے تمام کام درست فرما، اور پلک جھپکنے کی دیر بھی مجھے نفس کے حوالے نہ کر۔“

(عمل اليوم واللّيلة للنسائي : 570؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۵۴۵) نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ (الترغیب والترہیب:/ ۱۱۷) نے ”صحیح“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار:۲/ ۳۸۵) نے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ : حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ .

”جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کا آخری قول یہ تھا۔ مجھے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔“

(صحیح البخاري : 4564)

⑥ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو صبح وشام سات مرتبہ یہ کلمات پڑھتا ہے، اللہ دنیا وآخرت کی پریشانیوں میں اس کے لئے کافی ہوجائیں گے۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ، وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.

''مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں، اسی پر میرا توکل ہے اور وہ ہی عرش عظیم کا رب ہے۔''

(عَمَل اليوم واللّيلة لابن السُّنِّي : 72؛ وسندهٗ حسنٌ)

⑦ نبی کریم ﷺ یہ کلمات سکھایا کرتے تھے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

''نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ کی توفیق سے ہے۔''

(صحيح البخاري : 6409)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) ان کلمات کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْمَعْنٰى لَا تَحَوُّلَ لِلْعَبْدِ مِنْ حَالٍ إِلٰى حَالٍ، وَّلَا قُوَّةَ لَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَهٰذِهٖ كَلِمَةٌ عَظِيمَةٌ وَهِيَ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ، فَالْعَبْدُ مُحْتَاجٌ إِلَى الْاسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِي فِعْلِ الْمَأْمُورَاتِ، وَتَرْكِ الْمَحْظُورَاتِ، وَالصَّبْرِ عَلَى الْمَقْدُورَاتِ كُلِّهَا فِي الدُّنْيَا وَعِنْدَ الْمَوْتِ وَبَعْدَهٗ مِنْ أَهْوَالِ الْبَرْزَخِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْإِعَانَةِ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَنْ حَقَّقَ الْاسْتِعَانَةَ عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهٖ أَعَانَهٗ ...... وَمَنْ تَرَكَ الْاسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ،

وَاسْتَعَانَ بِغَيْرِهٖ، وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلٰى مَنِ اسْتَعَانَ بِهٖ فَصَارَ مَخْذُولًا .

''اس کا معنی یہ ہے کہ بندے کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے کی طاقت اللہ کی توفیق کے سوا کچھ نہیں، یہ بہت بڑا کلمہ ہے، جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ بندہ احکام پر عمل کرنے، ممنوعات سے بچنے اور تقدیر پر صبر کرنے میں اللہ کی مدد کا محتاج رہتا ہے۔ اسی طرح موت کے وقت، موت کے بعد، برزخ کے خوف کے وقت اور قیامت میں اللہ کی مدد کا محتاج ہوتا ہے۔ تو ان معاملات میں اعانت کی طاقت سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں، جو ان تمام معاملات میں اللہ سے مدد طلب کرے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور جو اللہ سے مدد طلب کرنا چھوڑ دے اور اس کے غیر سے مدد طلب کرنے لگے، اللہ اس شخص کو اسی پر چھوڑ دیتے ہیں، جس سے وہ مدد مانگ رہا ہے، یوں وہ ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔''

(جامع العُلوم والحِکَم: 482/1)

❁ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَسْمَعُ أَبِي كَثِيرًا يَقُولُ فِي سُجُودِهٖ: اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِي عَنِ السُّجُودِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِي عَنِ الْمَسْأَلَةِ لِغَيْرِكَ، فَقُلْتُ لَهٗ: أَسْمَعُكَ كَثِيرًا تَقُولُ فِي سُجُودِكَ فَعِنْدَكَ فِيهِ أَثَرٌ، فَقَالَ لِي: نَعَمْ، كُنْتُ أَسْمَعُ وَكِيعَ بْنَ الْجَرَّاحِ كَثِيرًا مَا يَقُولُ هٰذَا فِي سُجُودِهٖ، فَسَأَلْتُهٗ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ سَمِعْتُ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ هٰذَا كَثِيرًا فِي سُجُودِهِ فَسَأَلْتُهُ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ : نَعَمْ، كُنْتُ أَسْمَعُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ يَقُولُ هٰذَا كَثِيرًا .

''میں اپنے بابا سے اکثر سنا کرتا تھا، وہ سجدے میں یوں دعا کرتے : '' اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کو کسی اور کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا، اللہ تو مجھے اسی طرح اپنے سوا کسی اور سے سوال کرنے سے محفوظ رکھ۔'' میں نے عرض کیا: میں آپ کو اکثر یہ دعا مانگتے ہوئے سنتا ہوں، کیا آپ کے پاس اس سلسلہ میں کوئی اثر موجود ہے؟ فرمانے لگے: جی ہاں، میں وکیع بن جراح رحمہ اللہ کو اکثر سجدوں میں یہی دعا مانگتے سنا کرتا تھا، تو میں نے ان سے وہی سوال کیا، جو آپ مجھ سے کر رہے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو اکثر سجدوں میں یہ دعا پڑھتے سنا ہے، میں نے ان سے پوچھا، تو انہوں نے بتایا میں منصور بن معتمر رحمہ اللہ کو یہ دعا کرتے اکثر سنا کرتا تھا۔''

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 233/9، وسندهٗ حسنٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَسْتَغِيثُ بِمَخْلُوقٍ إِمَّا حَيٌّ أَوْ مَيِّتٌ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْحَيُّ مُسْلِمًا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ مُشْرِكًا فَيَتَصَوَّرُ الشَّيْطَانُ بِصُورَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغَاثِ بِهٖ وَيَقْضِي بَعْضَ حَاجَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغِيثِ فَيَظُنُّ أَنَّهٗ ذٰلِكَ الشَّخْصُ أَوْ هُوَ مَلَكٌ عَلٰى صُورَتِهٖ وَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ أَضَلَّهٗ لَمَّا أَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَا كَانَتِ الشَّيَاطِينُ تَدْخُلُ

الْأَصْنَامَ وَتُكَلِّمُ الْمُشْرِكِينَ.

''ان میں سے بعض تو وہ ہیں، جو مخلوق سے استغاثہ کرتے ہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ، حتی کہ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ زندہ شخص مسلمان ہے یا نصرانی ہے یا مشرک ہے، تو شیطان اس شخص کی صورت میں مانگنے والوں کی بعض حاجات پوری کر دیتا ہے۔ تو وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ شخص خود ہے یا اس کی شکل میں کوئی فرشتہ آ گیا ہے، حالاں کہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اسے اللہ کے ساتھ شرک میں گمراہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شیاطین بتوں میں داخل ہو جاتے تھے اور مشرکین سے کلام کیا کرتے تھے۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 429)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْحَيَّ يُطْلَبُ مِنْهُ الدُّعَاءُ كَمَا يُطْلَبُ مِنْهُ سَائِرُ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ، وَأَمَّا الْمَخْلُوقُ الْغَائِبُ وَالْمَيِّتُ فَلَا يُطْلَبُ مِنْهُ شَيْءٌ.

''اس پر سنت گزر چکی ہے کہ زندہ شخص سے دعا طلب کی جا سکتی ہے، جیسے اس سے دیگر وہ چیزیں طلب کی جا سکتی ہیں، جن پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ البتہ غائب مخلوق یا میت سے کوئی چیز طلب نہیں کی جا سکتی۔''

(مَجموع الفتاوی: 344/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَنْوَاعِهِ طَلَبُ الْحَوَائِجِ مِنَ الْمَوْتٰى، وَالِاسْتِغَاثَةُ بِهِمْ،

وَالتَّوَجُّهُ إِلَيْهِمْ، وَهٰذَا أَصْلُ شِرْكِ الْعَالَمِ، فَإِنَّ الْمَيِّتَ قَدِ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، وَهُوَ لَا يَمْلِكُ لِنَفْسِهٖ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا، فَضْلًا عَمَّنِ اسْتَغَاثَ بِهٖ وَسَأَلَهٗ قَضَاءَ حَاجَتِهٖ، أَوْ سَأَلَهٗ أَنْ يَشْفَعَ لَهٗ إِلَى اللّٰهِ فِيهَا، وَهٰذَا مِنْ جَهْلِهٖ بِالشَّافِعِ وَالْمَشْفُوعِ لَهٗ عِنْدَهٗ .

''شرک کی قسموں میں سے ایک تو مردوں سے حاجات طلب کرنا ہے، ان سے استغاثہ کرنا اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے۔ دنیا میں شرک کی اصل یہی ہے۔ کیونکہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے، تو وہ اپنے نفس کے لئے نفع ونقصان کی مالک نہیں ہوتی، کجا وہ اس کو نفع ونقصان دے، جو اس سے مانگ رہا ہے یا اس سے سوال کر رہا ہے کہ وہ اللہ سے اس کے لئے شفاعت طلب کرے، تو یہ کام وہ جہالت کی وجہ سے کرتا ہے، اسے نہیں معلوم کہ شفاعت کون کرتا ہے اور کس سے کی جاتی ہے۔''

(مَدارج السّالکین :346/1)

❁❁❁❁❁❁❁

دعا

دعا کے کئی معانی ہیں، اس کا اطلاق عبادت، استغاثہ، اور ندا وغیرہ پر ہوتا ہے۔ دعا کی دو قسمیں ہیں؛ ① دعا مسئلہ، ② دعا عبادت۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَانِ هُمَا نَوْعَا الدُّعَاءِ ...... وَهُمَا جَمِيعًا مُخْتَصَّانِ بِاللّٰهِ حَقَّانِ لَهٗ لَا يَصْلُحَانِ لِغَيْرِهٖ بَلْ دُعَاءُ غَيْرِ أَحَدٍ بِالنَّوْعَيْنِ شِرْكٌ.

”دعا کی دو قسمیں ہیں۔...... یہ اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور اسی کا حق ہیں، کسی غیر سے دعا جائز نہیں، بلکہ اللہ کے سوا کسی اور سے دونوں میں سے کسی قسم کی دعا کرنا شرک ہے۔“

(بيان تلبيس الجهمية : 538/4)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» هٰذِهِ الصِّفَةُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلْحصْرِ مِنْ جِهَةِ تَعْرِيفِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ وَمِنْ جِهَةِ تَعْرِيفِ الْمُسْنَدِ وَمِنْ جِهَةِ ضَمِيرِ الْفَصْلِ تَقْتَضِي أَنَّ الدُّعَاءَ هُوَ أَعْلٰى أَنْوَاعِ الْعِبَادَةِ وَأَرْفَعُهَا وَأَشْرَفُهَا ...... وَالْآيَةُ الْكَرِيمَةُ قَدْ دَلَّتْ عَلٰى أَنَّ الدُّعَاءَ مِنَ الْعِبَادَةِ فَإِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَمَرَ عِبَادَهٗ أَنْ يَّدْعُوهُ ثُمَّ قَالَ :

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ فَأَفَادَ ذٰلِكَ أَنَّ الدُّعَاءَ عِبَادَةٌ وَّأَنَّ تَرْكَ دُعَاءِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ اسْتِكْبَارٌ وَّلَا أَقْبَحَ مِنْ هٰذَا الْاِسْتِكْبَارِ وَكَيْفَ يَسْتَكْبِرُ الْعَبْدُ عَنْ دُعَاءِ مَنْ هُوَ خَالِقٌ لَّهٗ وَرَازِقُهٗ وَمُوْجِدُهٗ مِنَ الْعَدَمِ وَخَالِقُ الْعَالَمِ كُلِّهٖ وَرَازِقُهٗ وَمُحْيِيهِ وَمُمِيتُهٗ وَمُثِيبُهٗ وَمُعَاقِبُهٗ فَلَا شَكَّ أَنَّ هٰذَا الْاِسْتِكْبَارَ طَرْفٌ مِّنَ الْجُنُونِ وَشُعْبَةٌ مِنْ كُفْرَانِ النِّعَمِ .

’’حدیث: ’’دعا عبادت ہے۔‘‘ اس صفت میں حصر پائی جاتی ہے، کیونکہ مسند الیہ اور مسند دونوں معرفہ ہیں، اسی طرح ضمیر فصل بھی ساتھ لائی گئی ہے، تو اس کا تقاضا ہے کہ دعا عبادت کی اعلیٰ قسم ہو، ارفع ترین عبادت ہو اور اشرف ترین ہو، آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا عبادت ہے، کیوں کہ اللہ کریم اپنے بندوں کو حکم دیتے ہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾(غافر : ٦٠) ’’جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا عبادت ہے اور دعا ترک کر دینا تکبر کی ایک قسم ہے، اس تکبر سے برا کوئی تکبر نہیں، انسان اس سے دعا کرنے میں تکبر کیسے کرسکتا ہے، جو اس کا خالق ہو، رازق ہو اور اس کو عدم سے وجود میں لانے والا ہو، تمام عالم کا خالق رازق اسے زندہ کرنے والا مارنے والا، عذاب وثواب دینے والا ہو، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تکبر جنون کی ایک قسم ہے اور کفران نعمت کا ایک شعبہ ہے۔‘‘

(تُحفة الذّاکرین، ص 33)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ أَيْ هُوَ الْعِبَادَةُ الْحَقِيقِيَّةُ الَّتِي تَسْتَأْهِلُ أَنْ تُسَمّٰى عِبَادَةً لِّدَلَالَتِهٖ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَى اللّٰهِ، وَالْإِعْرَاضِ عَمَّا سِوَاهُ، بِحَيْثُ لَا يَرْجُو وَلَا يَخَافُ إِلَّا إِيَّاهُ قَائِمًا بِوُجُوبِ الْعُبُودِيَّةِ، مُعْتَرِفًا بِحَقِّ الرُّبُوبِيَّةِ، عَالِمًا بِنِعْمَةِ الْإِيجَادِ، طَالِبًا لِّمَدَدِ الْإِمْدَادِ عَلٰى وَفْقِ الْمُرَادِ، وَتَوْفِيقِ الْإِسْعَادِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾(غافر: 60)، قِيلَ: اسْتَدَلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى أَنَّ الدُّعَاءَ عِبَادَةٌ؛ لِأَنَّهٗ مَأْمُورٌ بِهٖ وَالْمَأْمُورُ بِهٖ عِبَادَةٌ.

”دعا عبادت ہے، یعنی یہ حقیقی عبادت ہے، جو اس بات کی مستحق ہے کہ اس کا نام عبادت رکھا جائے، کیونکہ یہ اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور غیر سے منہ موڑتی ہے۔ دعا مانگنے والا نہ تو اللہ کے سوا کسی سے امید رکھتا ہے اور نہ اس کے سوا کسی سے ڈرتا ہے۔ عبادت کو واجب سمجھ کر کھڑا ہوتا ہے، رب العالمین کے حق کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ ایجاد کی نعمت کو جانتا ہے اور اللہ کی امداد حسب مراد طلب کرتا ہے اور سعادت کی توفیق مانگتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، ”تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری مدد کروں گا۔“ کہا جاتا ہے کہ اس آیت سے دعا کے عبادت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ دعا کا حکم دیا گیا ہے اور جس چیز کا حکم دیا جائے، وہ عبادت ہوتی ہے۔“

(مِرقاۃ المَفاتیح: 1527/4)

دعا عبادت ہے، جو اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ غیر اللہ سے دعا کرنا شرک ہے۔

آیات کریمہ:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(المؤمن : 60)

''تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنوں گا، جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عن قریب جہنم میں داخل ہوں گے۔''

②

﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(المؤمن : 65)

''اللہ کو پکارو، اس کے لئے دین کو خالص کر کے۔''

③

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾(الجِنّ : 18)

''اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔''

④

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِۦٓ أَحَدًا﴾(الجِنّ : 20)

''(نبی!) کہہ دیجئے، میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں ٹھہراتا۔''

⑤

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾(الأحقاف: 5)

''اُن سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے، جو اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں، جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا سے غافل ہیں۔''

⑥

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(القصص: 88)

''اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو، اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔''

⑦

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر: 14)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

⑧

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(الرَّعد: 14)

”جو لوگ اللہ کے سوا غیر کو پکارتے ہیں، وہ غیر ان پکارنے والوں کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائیں، تاکہ پانی اس کے منہ تک آ سکے، حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، کافروں کی دعا سراسر بے سود ہے۔“

⑨

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ﴾

(النّحل : 20)

”جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔“

⑩

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(الأعراف : 194)

”جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، ان کو پکارو، اگر تم سچے ہو، تو وہ تمہیں جواب دے کر دکھائیں۔“

⑪

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهٖ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾(بني إسرائيل : 56)

”کہہ دیجیے، جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔“

⑫

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ﴾(الزُّخرُف : 86)

”جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ شفاعت کے مالک نہیں ہیں۔“

⑬

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ﴾(سبأ : 22)

”کہہ دیجئے ان خداوں کو بلا لاو، جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو، وہ لوگ تو زمین و آسمان میں ایک ذرے کے مالک بھی نہیں، جو ذرہ بھر اس کے شریک نہیں ہیں اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“

⑭

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا﴾

(بني إسرائيل : 67)

”جب تمہیں سمندر میں تکلیف آتی ہے، تو وہ سارے الٰہ گم ہو جاتے ہیں، جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے، تو بدل جاتے ہو، انسان ہمیشہ سے ناشکرا ہے۔“

⑮

﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَّتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾(الصّافّات : 125)

’’کیاتم بعل کو پکارتے ہواور سب سے بہترین خالق کو چھوڑ دیتے ہو۔‘‘

⑯

﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ﴾(الزمر : 38)

’’کہہ دیجئے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرلے، تو وہ اللہ کی دی تکلیف کو ہٹا نہیں سکتے اور اگر مجھ پر رحمت کا ارادہ کرلے، تو وہ لوگ اللہ کی رحمت کو روک نہیں سکتے۔‘‘

⑰

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾(یونُس : 106)

’’اللہ کو چھوڑ کر ان کو مت پکاریں، جو نہ تو آپ کو نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اگر آپ نے ایسا کیا، تو آپ ظالموں میں سے ہوں گے۔‘‘

⑱

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾(الأعراف : 197)

’’جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے، نہ خود

اپنی مدد پر قادر ہیں۔‘‘

(۱۹)

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾(النّمل : 62)

’’تو کون ہے، جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارے اور اس کی تکلیف کو دور کر دے؟‘‘

(۲۰)

﴿قُلْ أَرَأَيْتُم مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ﴾(الأحقاف : 4)

’’کہہ دیجیے، جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھا دو کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟‘‘

(۲۱)

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾

(فاطِر : 13)

’’جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک بھی نہیں ہیں۔‘‘

(۲۲)

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ﴾(الحجّ : 73)

’’اللہ کے سوا یہ جن کو پکارتے ہیں، وہ ان کے لئے ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے،

بھلے وہ سب اکٹھے ہو کر آ جائیں۔''

(۲۳)

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

(البقرة : 186)

''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں، تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو مجھ سے مانگیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تا کہ وہ ہدایت پا لیں۔''

(۲۴)

﴿قُلْ أَنَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللّٰهُ﴾(الأنعام : 71)

''کہہ دیجیے، کیا ہم اللہ کے سوا ان کو پکاریں، جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور جبکہ اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی ہے، پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جائیں۔''

(۲۵)

﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾

(السّجدة : 16)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔''

﴿٢٦﴾

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(بني إسرائيل : 110)

’’کہہ دیجئے ! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جیسے بھی پکارو گے، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔‘‘

۲۷۔

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾(الأنبياء : 90)

’’یہ خیرات میں تیزی کرتے تھے اور ہم کو ڈرتے ہوئے رغبت رکھتے ہوئے پکارتے تھے، یہ ہم سے ڈرنے والے تھے۔‘‘

۲۸۔

﴿حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾(يونس : 22-23)

’’جب تم کشتی میں ہوتے ہو، تو وہ تمہیں موافق ہوا کے ساتھ لے کر چل پڑتی ہے، اس سے خوش ہوتے ہو، پھر سخت آندھی چلنے لگتی ہے، ہر ہر جگہ سے موج

ان سے ٹکرانے لگتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم گھیر لئے گئے، تب وہ اللہ کو مخلص ہو کر پکارنے لگتے ہیں، کہتے ہیں: اللہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے، تو جب وہ انہیں نجات دے دیتا ہے، وہ اچانک زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں۔‘‘

۲۹۔

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ﴾

(الزّمر: 8)

’’جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے پکارتا ہے، پھر جب رب اس کو اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے، تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی جانب وہ پہلے پکارا کرتا تھا، وہ اللہ کے شریک کھڑے کر لیتا ہے جو اسے راہ راست سے بھٹکا دیتے ہیں، کہہ دیجئے کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اٹھالے، یقیناً تو جہنمی ہے۔‘‘

۳۰۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾(الفاتحة: 5)

’’ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔‘‘

احادیث مبارکہ:

① سیدنا جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَهَا لَكَ.

''میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب آپ کو تکلیف پہنچتی ہے، تو آپ اس کو پکارتے ہیں، پھر وہ آپ سے تکلیف دور کر دیتا ہے، جب آپ پر قحط نازل ہوتا ہے، تو آپ اسے پکارتے ہیں، وہ آپ کی قحط سالی دور کر دیتا ہے۔''

(سنن أبي داود: 4084، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا حَتّٰى يَضَعَ فِيهِمَا خَيْرًا.

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا اور بزرگی والا ہے، جب بندہ (دعا کے لیے) دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹا دے، یہاں تک کہ ان ہاتھوں میں خیر ڈال دیتا ہے۔''

(أمالي المَحاملي، برواية ابن يحيى البيع: 433، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۸۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۳۰) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

③ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ.

”آپ (دعا اور عبادت میں) اللہ کا کوئی شریک بنائیں، حالانکہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔“

(صحيح البخاري: 6861، صحيح مسلم: 86)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

(أَنْ تَدْعُوَ) أَيْ تَجْعَلَ (لِلّٰهِ نِدًّا) بِالْكَسْرِ أَيْ مِثْلًا وَّنَظِيرًا فِي دُعَائِكَ وَعِبَادَتِكَ.

”أَنْ تَدْعُوَ کا معنی ہے: بنانا، نِدًّا نون کے کسرہ کے ساتھ، اس کا معنی نظیر اور مثل ہے۔ یعنی اپنی دعا اور عبادت میں کسی کو شریک بنانا۔“

(مِرقاة المَفاتيح: 121/1)

④ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَشِئْتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَجَعَلْتَنِي وَاللّٰهَ عَدْلًا بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ.

”ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: آپ نے مجھے اور اللہ تعالیٰ کو برابر کر دیا، بلکہ وہی ہوگا، جو اللہ چاہے گا۔“ (مسند الإمام أحمد: 1839، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ:

أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا کے الفاظ ثابت نہیں۔ جس روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں، اس

میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔ دیگر ثقات یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي، فَأُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي، فَأَغْفِرَ لَهٗ؟

''ہر رات جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہمارا رب آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کون ہے، جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دست گیری کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اسے معاف کر دوں؟''

(صحيح البخاري: 1145، صحيح مسلم: 758)

⑥ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.

''جب آپ سوال کریں، تو اللہ سے کریں اور جب مدد مانگیں، تو اللہ سے مانگیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 307/1، سنن الترّمذي: 2516، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ. ''دعا عبادت ہے۔''

(سنن أبي داود: 1479، سنن الترّمذي: 2969، سنن ابن ماجه: 3828، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان (۱۸۹۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۰۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ **محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كَانُوا إِذَا رَأَوْا إِنْسَانًا يَدْعُو بِإِصْبَعَيْهِ ضَرَبُوا إِحْدَاهُمَا، وَقَالُوا : إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ .

''صحابہ جب کسی انسان کو دو انگلیوں کے ساتھ پکارتے دیکھتے، تو ایک انگلی پر مارتے، فرماتے: وہ ایک الٰہ ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 8435، وسندهٗ صحيحٌ)

کئی احادیث میں وارد ہے کہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے، تو یہی کہتے: اُدْعُ اللّٰهَ (آپ اللہ سے دعا کیجئے!) نبی ﷺ اللہ سے دعا کرتے۔ اسی طرح قرآن کریم میں انبیا علیہم السلام کی دعائیں مذکور ہیں، وہ اپنے رب سے ہی مانگتے تھے۔ مشکل میں اسی کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ اسی کی پکار کرتے تھے۔ دعا اور پکار عبادت ہے۔ دونوں اللہ کے ساتھ خاص ہیں، نہ مخلوق سے دعا کرنا جائز ہے، نہ پکار۔

❁❁❁❁❁❁❁

عالم الغیب کون؟

اسلام کے مزاج سے قرین معطر ومسحر فضا، اپنے اندر سرشاری کی ایک لطیف کیفیت اور ایک مسحور کن نشہ رکھتی ہے اور یہ حقیقت بھی جریدہ عالم پہ ثبت ہے کہ یہاں کے قتیل کسی دوسری فضا میں جی نہیں پاتے، بقول کسے:

راہ خدا میں ہر سو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم

ہمارے دور میں اس کی فضا کو بہت زیادہ گدلا دیا گیا ہے، توحید و سنت کی اصل فضاؤں کے بیچوں بیچ شرک و بدعت، موضوع وضعیف و ناقابل اعتبار روایات کی جڑی بوٹیوں کا وجود اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اسلام کی اصل دعوت اور اس سے موافقت رکھنے والی فطرت سلیمہ ہر دو کا کال ہے، بدعات وخرافات نے ہر سُو ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

أَظْهَرَ اللّٰهُ مِنْ نُورِ النُّبُوَّةِ شَمْسًا طَمَسَتْ ضَوْءَ الْكَوَاكِبِ وَعَاشَ السَّلَفُ فِيهَا بُرْهَةً طَوِيلَةً ثُمَّ خَفِيَ بَعْضُ نُورِ النُّبُوَّةِ؛ فَعُرِّبَ بَعْضُ كُتُبِ الْأَعَاجِمِ الْفَلَاسِفَةِ مِنَ الرُّومِ وَالْفُرْسِ وَالْهِنْدِ فِي أَثْنَاءِ الدَّوْلَةِ الْعَبَّاسِيَّةِ، ثُمَّ طُلِبَتْ كُتُبُهُمْ فِي دَوْلَةِ الْمَأْمُونِ مِنْ بِلَادِ الرُّومِ فَعُرِّبَتْ وَدَرَسَهَا النَّاسُ وَظَهَرَ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

مِنَ الْبِدَعِ مَا ظَهَرَ .

”اللہ تعالیٰ نے نور نبوت کا سورج روشن کیا، جس کی روشنی سے ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔ سلف صالحین لمبا عرصہ اسی روشنی میں رہے، پھر نور نبوت (سے لوگوں کا استفادہ) کچھ کم پڑ گیا۔ عباسی دور حکومت میں روم، فارس اور ہند کے عجمی فلاسفہ کی بعض کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، پھر مامون الرشید کے دور میں روم کے علاقوں سے ان عجمیوں کی کتابیں منگوا کر ان کا بھی عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ لوگوں نے ان کتابوں کو پڑھا، جن کی بدولت یہ بدعات ظاہر ہوئیں، جو اب لوگوں میں نظر آتی ہیں۔“

(مَجموع الفتاوی : ٢/٨٤)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

ذِكْرُ الطَّوَاغِيتِ الْأَرْبَعَةِ الَّتِي هَدَمَ بِهَا أَصْحَابُ التَّأْوِيلِ الْبَاطِلِ مَعَاقِلَ الدِّينِ، وَانْتَهَكُوا بِهَا حُرْمَةَ الْقُرْآنِ، وَمَحَوْا بِهَا رُسُومَ الْإِيمَانِ، وَهِيَ قَوْلُهُمْ : إِنَّ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامَ رَسُولِهٖ أَدِلَّةٌ لَفْظِيَّةٌ، لَا تُفِيدُ عِلْمًا وَّلَا يَحْصُلُ مِنْهَا يَقِينٌ، وَقَوْلُهُمْ : إِنَّ آيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَحَادِيثَ الصِّفَاتِ مَجَازَاتٌ لَّا حَقِيقَةٌ لَّهَا، فَهٰذِهِ الطَّوَاغِيتُ الْأَرْبَعُ هِيَ الَّتِي فَعَلَتْ بِالْإِسْلَامِ مَا فَعَلَتْ، وَهِيَ الَّتِي مَحَتْ رُسُومَهٗ، وَأَزَالَتْ مَعَالِمَهٗ، وَهَدَمَتْ قَوَاعِدَهٗ، وَأَسْقَطَتْ حُرْمَةَ النُّصُوصِ مِنَ الْقُلُوبِ، وَنَهَجَتْ طَرِيقَ الطَّعْنِ

فِيهَا لِكُلِّ زِنْدِيقٍ وَّمُلْحِدٍ فَلَا يَحْتَجُّ عَلَيْهِ الْمُحْتَجُّ بِحُجَّةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُولِهٖ إِلَّا لَجَأَ إِلٰى طَاغُوتٍ مِّنْ هٰذِهِ الطَّوَاغِيتِ وَاعْتَصَمَ بِهٖ وَاتَّخَذَهٗ جُنَّةً يَّصُدُّ بِهٖ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ وَمَنِّهٖ وَفَضْلِهٖ قَدْ كَسَرَ هٰذِهِ الطَّوَاغِيتَ طَاغُوتًا طَاغُوتًا عَلٰى أَلْسِنَةِ خُلَفَاءِ رُسُلِهٖ وَوَرَثَةِ أَنْبِيَائِهٖ، فَلَمْ يَزَلْ أَنْصَارُ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ يَصِيحُونَ بِأَهْلِهَا مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَيَرْجُمُونَهُمْ بِشُهُبِ الْوَحْيِ وَأَدِلَّةِ الْمَعْقُولِ ....

’’چار طواغیت کا ذکر، جن کے ذریعے اہل تاویل نے دین کے معالم کو منہدم کیا، قرآن کی حرمت پامال کی اور ایمان کے نشانات مٹائے ہیں؛ ① کلام اللہ اور کلام رسول لفظی دلائل ہیں، ان سے علم حاصل ہوتا ہے نہ یقین۔ ② صفاتِ باری تعالیٰ والی آیات واحادیث مجازی ہیں، حقیقی نہیں۔ ③ عادل راویوں کی بیان کردہ صحیح احادیث رسول جن کو امت نے تلقی بالقبول سے نوازا ہے، نرا ظن ہیں، علم نہیں۔ ④ جب عقل اور وحی میں تعارض آجائے، تو وحی کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ یہ چار طاغوت ہیں، جنھوں نے اسلام پر یہ ظلم کیا ہے۔ انھی نے اسلام کے نشانات کو مٹایا، اس کے معالم کو دھندلا کیا، اس کی بنیادوں کو منہدم کیا، وحی کی عظمت کو دلوں سے نکالا اور زنادقہ وملاحدہ کو نصوص وحی میں طعن کرنے کا راستہ دیا ہے۔ جب کوئی شخص کتاب اللہ یا سنت رسول کے ذریعے ایسوں کے خلاف دلائل ذکر کرنے لگتا ہے تو وہ اللہ کے راستے سے

روکنے کے لیے انھی طاغوتوں میں سے کسی طاغوت کا سہارا لیتے، اسے لازم پکڑتے اور ڈھال بناتے ہیں۔ اللہ نے اپنی قوت وطاقت اور اپنے فضل وکرم سے اپنے رسولوں کے نائبین اور اپنے انبیاء کے ورثاء کی زبانی ان طاغوتوں کو ایک ایک کر کے توڑا اور اللہ اور اس کے رسول کے جانثار ہر دور میں اور زمین کے ہر کونے میں طاغوت کے ان پچاریوں کو للکارتے رہے اور ان کو وحی کے انگاروں اور عقل کے پتھروں سے رجم کرتے رہے ہیں......۔''

(الصّواعق المُرسلة على الطائفة الجَهمية والمُعَطِّلة : ۳۷۹/۲، ۳۸۰)

انھی وجوہات کی بنا پر بعض ایسے مسائل امت مسلمہ میں در آئے ہیں، جو اسلام کی روح اور اسلام کے آفاقی پیغامِ توحید کے منافی ہیں، ان میں عجمیت کی چھاپ اور ادیان قدیمہ کی آمیزش صاف نظر آتی ہے۔

مسئلہ علم غیب ہی کو لے لیجیے، قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں کہ غیب کا علم اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے، اپنے سوا کسی کو نہیں دیا، نہ کسی رسول کو، نہ کسی ولی کو اور نہ کسی فرشتے کو، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، یا قیامت کب ہوگی یا ماں کے پیٹ میں کیا ہے، بارش کب ہوگی، کتنی ہوگی؟

قرآن کریم اور علم غیب:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾(یونس : ۲۰)

''(نبی!) کہہ دیجیے کہ غیب اللہ کا خاصہ ہے۔''

② نیز فرمایا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ .

(النّمل : ٦٧)

''(نبی!) کہہ دیجیے کہ زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى آمِرًا رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ مُعَلِّمًا لِجَمِيعِ الْخَلْقِ : أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ، وَقَوْلُهٗ : ﴿إِلَّا اللّٰهَ﴾ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ، أَيْ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ ذٰلِكَ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّهُ الْمُنْفَرِدُ بِذٰلِكَ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيكَ لَهٗ، كَمَا قَالَ : ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ الْآيَةَ (الأنعام : ٥٩) .

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے فرما دیں کہ آسمان وزمین کا کوئی فرد غیب نہیں جانتا۔ ﴿إِلَّا اللّٰهَ﴾ کے لفظ سے استثنا منقطع واقع ہوا ہے، یعنی غیب کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، وہ اس صفت میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾ (الأنعام : ٥٩) ''اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں، جن کو صرف وہی جانتا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٦٨٠/٤)

③ ایک جگہ فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾(النحل : ٧٧)

''اللہ ہی کے لیے آسمان وزمین کا غیب ہے۔''

④ نیز فرمایا:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأنعام : ٥٩)

''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں صرف وہی جانتا ہے''

⑤ فرمایا:

﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهٖ وَأَسْمِعْ﴾(الكهف : ٢٦)

''اسی کے پاس آسمان وزمین کا غیب ہے، وہ خوب دیکھنے اور سننے والا ہے۔''

⑥ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(الأعراف : ١٨٨)

''(نبی!) کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف اہل ایمان کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے آیا ہوں۔''

❁ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُفَوِّضَ الْأُمُورَ إِلَيْهِ، وَأَنْ يُخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا اطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِمَا

أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ .

’’اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام تر معاملات اللہ کے سپرد کر دیں اور خبر دیں کہ آپ غیب دان نہیں، نہ ہی کسی چیز پر مطلع ہیں، سوائے اس کے جس پر اللہ نے مطلع کر دیا ہے۔‘‘

(تفسير ابن كثير : ٢٤٩/٣)

⑦ اس آیت کریمہ پر بھی غور کیجئے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِيْنٌ﴾ .

(الأحقاف : ٩)

’’(نبی!) کہہ دیجئے کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں، مجھے اپنے اور آپ کے ساتھ پیش آمدہ حالات کا بھی علم نہیں، میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں اور میں اللہ کے عذاب سے واضح ڈرانے والا ہوں۔‘‘

⑧ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (التّحريم : ٣)

’’جب نبی (ﷺ) نے ایک بیوی سے کوئی پوشیدہ بات کہی، اس نے وہ بات (دوسری بیوی کو) بتلا دی، اللہ نے اپنے نبی کو اس سے آگاہ کر دیا، تو نبی نے کچھ بات بتا دی اور کچھ سے اعراض کر لیا، پھر جب نبی نے بیوی کو اس بات کی

خبر دی، تو کہنے لگیں: آپ کو یہ خبر کس نے دی؟ فرمایا: مجھے علیم اور خبیر (رب) نے خبر دی ہے۔''

ان آیات میں غور وفکر اور تدبر کیجئے اور پھر سوچئے کہ کیا ان آیات کے ہوتے ہوئے کسی اور کے لئے علم غیب کا وجود تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ پھر اس کے بعد اسلام کے دوسرے سرچشمے یعنی حدیث رسول کی طرف کان لگایئے اور اس پیغام کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، جو ان احادیث کی صورت نبی کریم ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے:

مسئلہ علم غیب احادیث کی روشنی میں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.

''جو آپ کو بتائے کہ محمد ﷺ غیب جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے، نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(صحيح البخاري: ٧٣٨٠، صحيح مسلم: ١٧٧)

برادران وخواہران! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے جھوٹا قرار دے رہی ہیں، جو نبی ﷺ کو عالم الغیب کہے، قرآنِ کریم کی آیات ثابت کر رہی ہیں کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور خود رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غیب دان نہیں تھے، آپ کو جو کچھ بتایا جاتا وحی کے ذریعے بتایا جاتا، خود سے آپ کچھ نہیں جانتے۔

② سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بچی نے کہا:

فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ.

”ہمارے ہاں وہ نبی تشریف فرما ہیں، جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا؟“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولِي هٰكَذَا . ”یہ نہ کہیں۔“

(صحيح البخاري : ٤٠٠١)

❁ سنن ابن ماجہ (۱۸۹۷، وسندہ صحیح) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچی سے فرمایا:

مَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ .

”کل کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔“

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ غَيْرُهُ .

”نبی کریم ﷺ سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ...... اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔“

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : ١٩٥/٢٤)

③ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ .

”اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے اور آپ کے ساتھ کیا ہوگا؟“

(صحيح البخاري : ٧٠١٧)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے، ہم بیداء یا ذات جیش (یہ دونوں جگہ کے نام ہیں) میں تھے، تو میرا ہار ٹوٹ گیا، رسول اللہ ﷺ نے

اسے تلاش کرنے کے لیے پڑاؤ کیا، صحابہ بھی رک گئے، وہاں پانی نہیں تھا، لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیا کیا؟ ان کی وجہ سے ایسی جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں پانی بھی نہیں ہے، یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر سو رہے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ نے قافلہ روک لیا ہے، نہ تو پانی لوگوں کے پاس موجود ہے اور نہ ہی قریب کہیں پانی موجود ہے؟ انہوں نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ کو منظور تھا کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے پہلو پہ کچوکے مارنے لگے اور میں ہلنے سے رکی رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تھے، اب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے بغیر صبح کی، تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرمائی، لوگوں نے تیمّم کیا، سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے آلِ ابی بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے (بلکہ آپ کی وجہ سے امت کو بے شمار برکتیں ملیں)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جس اونٹ پر میں سوار تھی، اسے اٹھایا گیا، تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔''

(صحيح البخاري : ٣٣٤، صحيح مسلم : ٣٦٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہونے کی صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو رکنا پڑا، اسی پریشانی میں صبح کی، پانی وضو کے لیے تو درکنار پینے کے لیے بھی نہ تھا، اللہ رب العزت نے تیمّم کی آیات نازل فرمادیں، کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہار کہاں ہے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے، بالآخر اونٹ اٹھایا، تو اس کے نیچے سے ہار برآمد ہوا، کیا اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب دان قرار دیا جا سکتا ہے؟

⑤ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي نَعْلَيْهِ، فَصَلَّى النَّاسُ فِي نِعَالِهِمْ، ثُمَّ أَلْقَى نَعْلَيْهِ، فَأَلْقَى النَّاسُ نِعَالَهُمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ : مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَأَيْنَاكَ فَعَلْتَ فَفَعَلْنَا، قَالَ : إِنَّ جِبْرِيلَ أَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهَا أَذًى، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ أَذًى، وَإِلَّا فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا .

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھائی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جوتوں سمیت نماز ادا کی، پھر دوران نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار دیئے، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی جوتے اتار دیے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو دیکھا، تو اتار دیے، فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا تھا کہ جوتا نجاست آلود ہے۔ لہٰذا آپ مسجد آنے سے قبل جوتا دیکھ لیا کریں، اس میں نجاست ہو، تو اتار دیا کریں، ورنہ اسی میں نماز ادا کر لیا کریں۔''

(مسند الطّيالسي، ص ٢٨٦، مسند الإمام أحمد : ٢٠/٣، سنن أبي داوٗد : ٦٥٠، مسند ابن حميد : ٨٨٠، مسند أبي يعلى : ١١٩٤، السنن الكبرٰى : ٤٠٦/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۰۱۷) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۱۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۶۰) نے اس کو امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : ٣١٩/١)

قارئین کرام! نبی ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ میرا جوتا نجاست آلود ہے، جبریل علیہ السلام کے بتانے پر جوتا اتارا، یہ حدیث آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتی ہے۔

⑥ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾(لقمان : ٣٤)

''پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، (پھر آپ ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:) ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾(لقمان : ٣٤)

''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے اور رحم مادر میں جو ہے، اس کا علم رکھتا ہے، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور کہاں فوت ہو گا؟ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٥٣/٥، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ سیوطی نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الدّر المَنثور : ٥٣١/٦)

⑦ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی (دروازے پر) آئی اور ملاقات کی

اجازت طلب کی، نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ زینب آئی ہیں، پوچھا: کون سی زینب؟ بتایا گیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی، فرمایا: ہاں، انہیں اندر آنے دیں۔

(صحيح البخاري : ١٤٦٢)

⑧ محمود بن لبید، بنو عبد الاشہل کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں:

قَالَ زَيْدُ بْنُ اللُّصَيْتِ، وَهُوَ فِي رَحْلِ عُمَارَةَ وَعُمَارَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَيْسَ مُحَمَّدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَيُخْبِرُكُمْ عَنْ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَارَةُ عِنْدَهُ : إِنَّ رَجُلًا قَالَ : هٰذَا مُحَمَّدٌ يُخْبِرُكُمْ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَيَزْعُمُ أَنَّهُ يُخْبِرُكُمْ بِأَمْرِ السَّمَاءِ وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهُ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِي اللّٰهُ وَقَدْ دَلَّنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا، وَهِيَ فِي هٰذَا الْوَادِي، فِي شِعْبِ كَذَا وَكَذَا، قَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ بِزِمَامِهَا، فَانْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُونِي بِهَا، فَذَهَبُوا، فَجَاؤُوا بِهَا .

”عمارہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، تو زید بن صلت نے ان کے گھر میں کہا: محمد ﷺ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالاں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ تو عمارہ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ کو خبر اپنی اونٹنی کی بھی نہیں ہے اور بتاتے آسمان کی خبریں ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے

پاس وہی علم ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور اس اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی دے دی ہے کہ وہ فلاں وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے، اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے، جائیں، اسے میرے پاس لے آئیں، صحابہ گئے اور اسے لے کر آ گئے۔''

(المَغازي لابن إسحاق كما في السّيرة لابن هشام : ٥٢٣/٢، وسندهٗ حسنٌ)

یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس علم غیب نہیں تھا، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی معلوم کرا دیتا تھا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾(هود : ٤٩)

''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں، جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے نہ آپ کی قوم کے لوگ۔''

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنیا وآخرت کے متعلق جو باتیں اور پیشین گوئیاں کی ہیں، وہ اللہ کی وحی سے کی ہیں، جیسا کہ آپ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مختلف جگہوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا کہ کل اس جگہ فلاں کافر اور اس جگہ فلاں کافر قتل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(صحيح مسلم : ١٧٧٩)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْمُغِيبَاتِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غیب کی وہی چیزیں معلوم تھیں، جن

کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع کر دی جاتی تھی۔‘‘

(فتح الباري : ٩/٦٦٧)

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَخْدُمُهَا، فَلَا تَصْنَعُ عَائِشَةُ إِلَيْهَا شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوفِ، إِلَّا قَالَتْ لَهَا الْيَهُودِيَّةُ : وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَتْ : فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ لِلْقَبْرِ عَذَابٌ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ : لَا، وَعَمَّ ذَاكَ؟ قَالَتْ : هٰذِهِ الْيَهُودِيَّةُ لَا نَصْنَعُ إِلَيْهَا مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، إِلَّا قَالَتْ : وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَ : كَذَبَتْ يَهُودُ، وَهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَكْذَبُ، لَا عَذَابَ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَتْ : ثُمَّ مَكَثَ بَعْدَ ذَاكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّمْكُثَ، فَخَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ مُشْتَمِلًا بِثَوْبِهٖ، مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، وَهُوَ يُنَادِي بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : أَيُّهَا النَّاسُ، أَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ بَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَّضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ، اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ.

’’ایک یہودیہ میری خدمت کرتی تھی، میں اس سے کوئی نیکی کرتی تو وہ کہتی کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ سے وہ بات کہی، عرض کیا: کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوگا، فرمایا: نہیں،

عرض کیا: جب بھی ہم اس یہودی عورت سے نیکی کرتے ہیں، تو کہتی ہے کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ فرمایا: یہود جھوٹ بولتے ہیں، اللہ پر سب سے زیادہ جھوٹ یہود نے بولا، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے۔ پھر کچھ دن بعد دوپہر کے وقت آپ ﷺ کپڑے پہنے ہوئے نکلے، آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، آپ ﷺ بلند آواز سے پکار رہے تھے: لوگو! آپ کو فتنے اس طرح گھیر لیں گے، جیسے اندھیری رات ہے۔ لوگو! اگر آپ وہ باتیں جان لیں، جو میں جانتا ہوں، تو آپ روئیں زیادہ اور ہنسیں کم۔ لوگو! اللہ سے عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں، بے شک عذاب قبر حق ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 81/6، وسندهٗ صحيحٌ)

آپ ﷺ کو عذاب قبر کا علم نہ تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی آگاہی دی، یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ ''ما کان وما یکون'' کا علم نہیں رکھتے تھے۔

⑩ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ عَقُوقٍ يَتْبَعُهَا مُهْرُهٗ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: غَيْبٌ، وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ: فَمَتٰى نُمْطَرُ؟ قَالَ: غَيْبٌ، وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ: فَمَا فِي بَطْنِ فَرَسِي؟ قَالَ: غَيْبٌ، وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ: فَأَعْطِنِي سَيْفَكَ؟ قَالَ: هَا فَأَخَذَهٗ،

فَسَلَّهُ ثُمَّ هَذَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ الَّذِي أَرَدْتَ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ هٰذَا أَقْبَلَ، فَقَالَ آتِيهِ فَأَسْأَلُهُ، ثُمَّ آخُذُ سَيْفِي فَأَقْتُلُهُ فَغمَدَ السَّيْفَ .

''نبی کریم ﷺ سرخ رنگ کے شامیانے میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا، جو حاملہ گھوڑی پر سوار تھا اور اس کا بچھیرا اس کے پیچھے چل رہا تھا، اس نے (آتے ہی) کہا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، کہا: قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ ہی جانتا ہے، کہنے لگا: میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ فرمایا: یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ ہی جانتا ہے: کہنے لگا: مجھے اپنی تلوار دیں، فرمایا: پکڑیے، اس نے تلوار کو میان سے نکال کر لہرایا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو آپ چاہتے ہیں، اسے کر گزرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، پھر فرمایا: یہ شخص اس ارادہ سے آیا تھا کہ میں آپ کے پاس جاؤں گا، سوال کروں گا، پھر (موقع پا کر) تلوار سے ان کا کام تمام کردوں گا، پھر اس نے تلوار میان میں ڈال دی۔''

(المُستدرك للحاكم : ٨/١، المُعجم الكبير للطّبراني : ١٨/٧، والسياق لهٗ، مسند الرؤياني : ١١٤٨، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے اس کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(١١) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو (نمازِ تہجد کے لیے) بیدار ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَّلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

”تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، میں تیری پا کی بیان کرتا ہوں، اللہ! میں تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اللہ! تو میرے علم میں اضافہ فرما اور جبکہ تو نے مجھے ہدایت دی، میرے دل میں کجی مت فرما (مجھے گمراہ مت کرنا) اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی داتا ہے۔“

(سنن أبي داوٗد: ٥٠٦١، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي: ٨٦٥، عمل اليوم واللّيلة لابن السنّي: ٧٥٨، المُستدرك للحاكم: ١/٥٤٠، وسندهٗ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۵۳۱) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار: ۱/ ۱۱۵۔۱۱۶) نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ما کان وما یکون“ کا علم نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ سے علم میں اضافے کا سوال کر رہے ہیں، اس کی تائید قرآنِ مجید نے بھی کر دی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

”(اے نبی!) کہہ دیجئے، اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔“

⑫ عاصم بن حمید سکونی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، تو آپ خود بھی ان کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، ان کو وصیتیں فرما رہے تھے، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور رسول ﷺ پیدل چل رہے تھے، جب فارغ ہوئے، تو فرمایا:

يَا مُعَاذُ! إِنَّكَ عَسٰى أَن لَّا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا، وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي وَقَبْرِي .

”معاذ! شاید آپ مجھے اس سال کے بعد نہ مل سکیں اور شاید آپ (جب آئیں تو) میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزریں۔“

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کی جدائی کے باعث گھبرا کر رونے لگے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: معاذ! رومت! رونے کا بھی کوئی موقع و محل ہوتا ہے، (بین و نوحہ کرتے ہوئے) رونا شیطانی عمل ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : ٥/٢٣٥، دلائل النُّبُوّة للبَيْهقي : ٥/٤٠٤ـ٤٠٥، وسندهٗ صحيحٌ)

⑬ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً دَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابًا لَهٗ عَلٰى شَاةٍ مَّصْلِيَّةٍ، فَلَمَّا قَعَدُوا يَأْكُلُونَ أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُقْمَةً فَوَضَعَهَا، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ : أَمْسِكُوا، إِنَّ هٰذِهِ الشَّاةَ مَسْمُومَةٌ فَقَالَ لِلْيَهُودِيَّةِ : وَيْلَكِ لِأَيِّ شَيْءٍ سَمَّمْتِنِي؟ قَالَتْ : أَرَدْتُ أَنْ أَعْلَمَ إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا فَإِنَّهٗ لَا يَضُرُّكَ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ أَنْ أُرِيحَ النَّاسَ مِنْكَ، وَأَكَلَ مِنْهَا بِشْرُ بْنُ

الْبَرَاءِ فَمَاتَ، فَقَتَلَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”ایک یہودی عورت نے نبی کریم ﷺ اور چند صحابہ کو دعوت دی اور بھنی ہوئی بکری پیش کی، آپ ﷺ اور صحابہ کرام اسے کھانے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ایک لقمہ لیا اور کھانا چھوڑ دیا، پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: رک جائیں، اس بکری میں زہر ملایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہودیہ سے پوچھا: تم نے مجھے زہر کیوں دیا؟ کہنی لگی: میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ نبی ہیں، تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ نبی نہ ہوئے، تو میں لوگوں کو آپ سے آرام دینا چاہتی تھی۔ سیدنا بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے وہ زہر آلود کھانے سے لقمہ لے لیا تھا، اسی لیے (بعد میں) آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ کو (قصاصاً) قتل کر دیا۔“

(المُستدرك للحاكم : 3/219-220، السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 46/8، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۲۱۹) نے مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

⑭ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَّسْمُومَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ : أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، قَالَ : مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلٰى ذَاكِ قَالَ : أَوْ قَالَ : عَلَيَّ قَالَ : قَالُوا : أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس زہر آلودہ بکری کا گوشت لے کر آئی، آپ ﷺ نے اس سے کھالیا۔ اس یہودیہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، تو آپ ﷺ نے یہودیہ سے اس جسارت کی وجہ پوچھی، تو اس نے کہا: میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا نہیں کرنے دے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا ہم اسے قتل کر دیں؟ فرمایا: نہیں۔ بس اس وقت سے میں (انس رضی اللہ عنہ) اس زہر کا اثر نبی کریم ﷺ کے تالو میں محسوس کرتا رہا ہوں۔“

(صحيح البخاري: 2617، صحيح مسلم: 2190)

ان دونوں احادیث سے یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، کیونکہ جانتے بوجھتے زہر کھانا حرام ہے اور حرام کام نبی کریم ﷺ ہرگز نہیں کر سکتے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا، تو یہ آپ کی شان اقدس میں توہین ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، پھر اسی وجہ سے یہودیہ کو قتل کر دیا گیا، اب یہ کہنا تو ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا، مگر آپ نے جان بوجھ کر صحابی کو شہید کروا دیا۔

تنبیہ:

پہلی حدیث میں ہے کہ یہودیہ کو قتل کر دیا گیا، جبکہ دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قتل کرنے کا پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔

اہل علم نے دونوں احادیث میں تطبیق یوں دی ہے کہ جب زہر دیا گیا، تو فوراً پوچھا گیا کہ کیا اسے قتل کر دیں، تو نبی کریم ﷺ نے قتل سے منع کر دیا، کیونکہ ابھی اس کے کھانے سے کوئی صحابی شہید نہیں ہوا تھا کہ جس کے قصاص میں اسے قتل کیا جاتا، اگرچہ قتل کی سازش کی تھی۔ پھر بعد میں جب سیدنا بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی، تو اب یہودیہ کو قصاص میں قتل کرنے کا جواز تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

یوں دونوں حدیثوں میں جمع و توفیق ہو جائے گی۔

⑮ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے آخری مرض کا حال بیان کرتی ہیں:

''جب آپ ﷺ کا مرض بڑھ گیا، تو فرمایا: أَصَلَّى النَّاسُ؟'' کیا لوگوں نے نماز (باجماعت) ادا کر لی ہے؟، ہم نے عرض کی: نہیں، اللہ کے رسول! وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں، فرمایا: میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا، جب کھڑے ہونے لگے، تو خود کو سنبھال نہ سکے اور گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا: أَصَلَّى النَّاسُ؟'' کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟، ہم نے عرض کی: ابھی نہیں کی، آپ کا انتظار ہے، فرمایا: میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے، تو خود کو سنبھال نہ پائے اور گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آرام آیا، تو فرمایا: أَصَلَّى النَّاسُ؟ '' کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟، ہم نے عرض کی: نہیں، اللہ کے رسول! وہ تو آپ کے منتظر ہیں، فرمایا: میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھیں، آپ نے بیٹھ

کر غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے، تو خود کو سنبھال نہ پائے اور گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا، تو فرمایا: أَصَلَّى النَّاسُ؟ ''کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟''، ہم نے کہا: نہیں، اللہ کے رسول! صحابہ عشا کی نماز کے لیے نبی کریم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے، بالآخر آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

(صحيح البخاري : ٦٨٧، صحيح مسلم : ٤١٨)

⑯ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ، فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَّا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ، قَالَ : فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهٖ .

''میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں، جن کو میں یاد نہ رکھ سکا، جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہ ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھ رہے تھے اور میں ان کو دیکھ کر بتاتا جا رہا تھا۔''

(صحيح مسلم : ١٧٢)

⑰ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ،

وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ، فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِعْنِيهِ، فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ، ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ حَتّٰى يَسْأَلَهُ : أَعَبْدٌ هُوَ؟ .

''ایک غلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کر لی، لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ غلام ہے، پھر اس کا مالک اس کو لینے کے ارادے سے آ پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا: اسے میرے ہاتھ فروخت کر دیجئے، پھر آپ نے اسے دو حبشی غلاموں کے بدلے خرید لیا، اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی سے بیعت نہ لیتے تھے، جب تک اس سے پوچھ نہ لیتے: کیا یہ غلام ہے؟''

(صحيح مسلم : ١٦٠٢)

⑱ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وَاعَدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيهِ فِيهَا، فَجَاءَ تْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ، وَفِي يَدِهِ عَصًا، فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهِ، وَقَالَ : مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ، فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ هَاهُنَا؟ فَقَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا دَرَيْتُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَجَاءَ جِبْرِيلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَاعَدْتَنِي فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ، فَقَالَ : مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَّلَا صُورَةٌ .

”جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معین وقت میں ملاقات کا وعدہ کیا، وہ وقت آن پہنچا، لیکن جبریل علیہ السلام نہ آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے قاصد وعدہ خلافی نہیں کرتے، آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا، تو اچانک چارپائی کے نیچے کتے کا پلا (بچہ) دکھائی دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! یہ کتا کب یہاں آیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کی قسم! مجھے کوئی پتا نہیں، اس کتے کو نکال دیا گیا، پھر جبریل علیہ السلام آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا: آپ نے مجھے ملاقات کا وعدہ دیا تھا، میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا اور آپ نہیں آئے، انہوں نے کہا آپ کے گھر میں جو کتا تھا، اس نے مجھے داخل ہونے سے روک دیا، ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا یا (جاندار کی) تصویر ہو۔“

(صحیح مسلم : ٢١٠٤)

صحیح مسلم (٢١٠٥) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت غمزدہ اٹھے، میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! آج میں آپ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں، آپ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔

⑲ سیدنا ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمَّا وَفَدَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهٖ، فَسَمِعَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يُكَنُّونَهٗ بِأَبِي الْحَكَمِ، فَدَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَلِمَ تَكَنَّيْتَ بِأَبِي الْحَكَمِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّ قَوْمِي إِذَا

اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ، فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ، قَالَ : مَا أَحْسَنَ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ : مَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قُلْتُ : لِي شُرَيْحٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ، وَمُسْلِمٌ، بَنُو هَانِئٍ، قَالَ : فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ : شُرَيْحٌ، قَالَ : فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ، وَدَعَا لَهٗ وَوَلَدِهٖ، وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يُسَمُّونَ رَجُلًا مِنْهُمْ : عَبْدَ الْحَجَرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا اسْمُكَ؟ قَالَ : عَبْدُ الْحَجَرِ، قَالَ : لَا، أَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ شُرَيْحٌ : وَإِنَّ هَانِئًا لَمَّا حَضَرَ رُجُوعُهٗ إِلٰى بِلَادِهٖ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَخْبِرْنِي بِأَيِّ شَيْءٍ يُوجِبُ لِيَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ : عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْكَلَامِ، وَبَذْلِ الطَّعَامِ .

''جب میں اپنی قوم کے ساتھ وفد کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو لوگ مجھے ابوالحکم کنیت سے پکار رہے تھے، آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: یقیناً اللہ ہی حکم ہے اور اسی کی طرف فیصلے لوٹائے جاتے ہیں، آپ نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے؟ عرض کیا کہ میں نے نہیں رکھی، بلکہ میری قوم میں جب کوئی اختلاف ہوتا ہے، تو میرے پاس آتی ہے، میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، تو دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا خوب ہے! پھر فرمایا: آپ کی کتنی اولاد ہے؟ عرض کیا: میرے بیٹے شریح، عبداللہ اور مسلم ہیں۔ فرمایا: ان میں سے بڑا کون ہے؟ عرض کیا: شریح، فرمایا:

پھر آپ کی کنیت ابوشریح ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے لیے اوران کی اولاد کے لیے دعا فرمائی، پھر آپ نے سنا کہ ایک آدمی کا نام عبدالحجر لیا جا رہا تھا، آپ نے اس سے نام پوچھا؟ اس نے عرض کیا: عبدالحجر۔ فرمایا: نہیں، (آج سے) آپ کا نام عبداللہ ہے۔ شریح بیان کرتے ہیں، جب ہانی کا اپنے علاقے کی طرف جانے کا وقت آیا، تو وہ نبئ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: کوئی عمل بتلایئے کہ جس کی بدولت جنت میں چلا جاؤں؟ فرمایا، اچھا کلام کیا کیجئے اور کھانا کھلایا کیجئے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : ٨١١، خلق أفعال العباد للبخاري : ٢٤٦، التّاريخ الكبير للبخاري : ٤/٢٢٧_٢٢٨، وسندهٗ حسنٌ)

اگر نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہوتا، تو یہ سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

(٢٠) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئے (یہ ان کی حقیقی خالہ تھیں)، اس وقت ان کے پاس بھنا ہوا ساہنہ رکھا ہوا تھا، یہ ساہنہ ان کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے اپنے ساتھ لائیں تھیں، سیدہ نے وہ ساہنہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ کھانے کے لئے ہاتھ بڑھانے لگے، تو رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ نے، جو اس وقت وہاں موجود تھی، عرض کیا: نبی کریم ﷺ کو یہ بتا دینا چاہیے کہ آپ کو کھانے کے لئے کیا پیش کیا جا رہا ہے؟ چنانچہ عرض کی گئی: اللہ کے رسول! یہ ساہنہ ہے، آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا،

میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا: یہ جانور ہماری زمین میں نہیں ہوتا، اس بنا پر کراہت آتی ہے، خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس ساہنہ کو اپنی طرف کھینچ کر کھا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٥٥٣٧، صحيح مسلم : ١٩٤٥)

﴿٢١﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا ایک گروہ جہاد کے لئے روانہ کیا، بئر معونہ پر ان کو شہید کر دیا گیا، شہید ہونے سے قبل انہوں نے کہا:

اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ .

''اللہ! ہمارے متعلق اپنے نبی کو خبر دے دیجئے۔''

(صحيح البخاري : ٣٠٤٥)

﴿٢٢﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَأَتَاهُ، فَقَالَ : إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ : مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلٰى أَبِيهِ؟ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ إِلٰى أَخْوَالِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرِيلُ …… .

''عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے ہیں، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ کہا: میں آپ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں، جن کا جواب ایک نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ پوچھا: قیامت

کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کو پہلا کھانا کون سا دیا جائے گا؟ اور لڑکا اپنے باپ یا اپنے ماموں سے کیوں مشابہت رکھتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ابھی ابھی جبریل نے اس متعلق خبر دی ہے......۔''

(صحيح البخاري : ٣٣٢٩)

㉓ سیدنا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَصْحَابُهُ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي غَيْرِ صُورَتِهٖ يَحْسِبُهُ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ .

''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ صحابہ کی مجلس میں تھے کہ جبریل علیہ السلام کسی اور صورت میں آپ کے پاس آئے اور آپ انہیں عام مسلمان مرد سمجھ رہے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٢٩/٤ ، ح : ١٧٢٩٩ ، وسندهٗ حسن)

❁ ایک روایت میں ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا شُبِّهَ عَلَيَّ مُنْذُ أَتَانِي قَبْلَ مَرَّتِي هٰذِهٖ، وَمَا عَرَفْتُهٗ حَتّٰى وَلّٰى .

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب سے جبریل میرے پاس آنے لگے ہیں، وہ مجھ پر اتنے مشتبہ کبھی نہیں ہوئے، میں ان کو واپس جانے تک پہچان ہی نہیں پایا۔''

(صحيح ابن حبان : ١٧٣، وسندهٗ صحيحٌ، وأصله في صحيح مسلم)

❁ سنن نسائی (۴۹۹۱، وسندہ صحیح) میں ہے:

مَا كُنْتُ بِأَعْلَمَ بِهِ مِنْ رَجُلٍ مِّنْكُمْ، وَإِنَّهُ لَجِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فِي صُورَةِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ .

''میں آپ میں سے کسی شخص سے زیادہ نہیں جانتا تھا، (اب وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ) وہ تو جبریل تھے، جو دحیہ کلبی کی شکل میں نازل ہوئے تھے۔''

سیدنا جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں متشکل ہو کر آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہچان نہ سکے کہ مسلمان آدمی ہے یا جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے ہیں۔

(۲۴) سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر اونگھ رہے تھے، قریب تھے کہ سواری سے گر پڑتے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور پوچھا: کون؟ عرض کیا: ابوقتادہ، فرمایا:

مَتٰى كَانَ هٰذَا مَسِيرَكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: مَا زَالَ هٰذَا مَسِيرِي مُنْذُ اللَّيْلَةِ .

''آپ کب سے میرے ساتھ سفر کر رہے ہیں؟ عرض کیا: رات سے ہی میں آپ کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔''

(صحیح مسلم :681)

احباب من! ان تمام احادیث وآیات قرآنیہ پر تدبر کیجیے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس غیب کا علم نہیں، اس کے بعد آپ بیسیوں احادیث میں دیکھتے ہیں کہ کسی معاملے کی خبر نہ ہونے کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے ہیں، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتے ہیں کہ آپ کو ایک گمشدہ اونٹنی کا تو علم نہیں اور دعویٰ آسمانی علم کا ہے۔ یہاں ایک منٹ کے لئے

رکئے اور سوچئے کہ کیا یہ بیان کا بہترین موقع نہیں ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ خود عالم الغیب ہوتے، تو فرماتے کہ میں عالم الغیب ہوں، لیکن آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عالم الغیب واقعی نہیں، بلکہ میرے اللہ نے بتا دیا ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے۔ آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کھلا دی جاتی ہے اور آپ ﷺ کو خبر نہیں ہوتی، ایک صحابی شہید ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر پہلے پتہ ہوتا، تو آپ پہلے خبر دار کر دیتے کہ میرے صحابہ! ہاتھ اٹھا لیجئے، یہ بکری کھانے کے لائق نہیں ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا، آپ رک گئے اور صحابہ کو بھی منع کر دیا، اسی طرح عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات بھی بذریعہ وحی دیے۔

ان تمام معاملات میں اور پھر نبی کریم ﷺ کے بیان اور قرآن کے قانون کو جب ہم دیکھتے ہیں، تو اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اللہ کے سوا غیب کا علم کسی کے پاس نہیں اور یقیناً رسول ﷺ کے پاس بھی نہیں، امت مسلمہ کا اجتماعی فہم اسی نتیجے پر پہنچا ہے کہ اللہ کے سوا علم غیب کسی کے پاس نہیں۔

فہم صحابہ:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.

”جو آپ کو بتائے کہ محمد ﷺ غیب جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے، نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

(صحيح البخاري: ٧٣٨٠، صحيح مسلم: ١٧٧)

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو صحابیہ خواتین آئیں، انہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے کے لئے اندر بھیجا اور ساتھ کہا:

لَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ .

’’آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مت بتائیے گا کہ ہم کون ہیں؟‘‘

(صحيح البخاري : ١٤٦٦، صحيح مسلم : ١٠٠٠)

اجماعِ اُمت:

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی يَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا لَمْ يَكُنْ، لَوْ كَانَ كَيْفَ يَكُونُ، وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

’’اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ جو ہو چکا، جو ہونے والا ہے اور جو نہیں ہوا، اگر وہ ہوتا، تو کیسے ہوتا، اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔‘‘

(تفسير ابن كثير : ٤٢/٥)

اس مسئلہ کو اسلاف امت نے بھی اسی طرح حل کیا ہے، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا کر گئے تھے، ان کا ماننا ہے کہ اللہ کے سوا غیب کا علم کسی نبی، ولی یا فرشتے کے پاس نہیں ہے، اگر کسی کے پاس وہ علم ہوتا، تو انبیا کے پاس ہوتا، ان کے پاس بھی جب نہیں ہے، تو دوسروں کے پاس کیا ہوگا؟

قیامت کب آئے گی؟:

ان دلائل کو سمجھ لینے کے بعد ہم بحث کا رخ ایک دوسری جانب موڑنا چاہیں گے، اس

کا علم غیب سے ایک خاص تعلق ہے اور افہام کے لئے ایک اہم مبحث ہے کہ غیب کا علم کس کے پاس ہے؟ وقوعِ قیامت کا علم پوشیدہ رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا:

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى﴾

(طٰہٰ : ۱۵)

”قیامت کا وقوع یقینی امر ہے، میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر نفس کو اس کی کوششوں کا بدلہ دیا جا سکے۔“

② فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾(حم السّجدة : ٤٧)

”قیامت کا علم اسی کے پاس ہے۔“

❀ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِلَى اللّٰهِ يَرُدُّ الْعَالِمُونَ بِهٖ عِلْمَ السَّاعَةِ، فَإِنَّهٗ لَا يَعْلَمُ قِيَامَهَا غَيْرُهٗ.

”اہل علم قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، کیونکہ اس کے قیام کا وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“(تفسير الطّبري : ٢/٢٥)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774) فرماتے ہیں:

أَيْ لَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ أَحَدٌ سِوَاهُ، كَمَا قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْبَشَرِ لِجِبْرِيلَ، وَهُوَ مِنْ سَادَاتِ الْمَلَائِكَةِ، حِينَ سَأَلَهٗ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ : «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ

السَّائِلِ» (صحيح البخاري : ٥٠، صحيح مسلم : ١٠٠٩)، وَكَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا﴾(النّازعات : ٤٤)، وَقَالَ جَلَّ جَلَالُهٗ : ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأعراف : ١٨٧) .

”اللہ تعالیٰ کے سوا قیامت کا علم کسی کے پاس نہیں، سید الملائکہ جبریل علیہ السلام نے سید البشر محمد ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”مسئول، سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔“ (صحیح بخاری: ۵۰، صحیح مسلم: ۱۰۰۹) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا﴾(النّازعات : ٤٤) ”اس (کے علم) کی انتہا تو آپ کے رب کے پاس ہی ہے۔“ نیز فرمایا: ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأعراف : ١٨٧) ”وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔“

(تفسیر ابن کثیر : ٤٨٥/٥)

✿ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا السَّاعَةُ الْعُظْمٰى وَهُوَ اجْتِمَاعُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، فَهٰذَا مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعِلْمِ وَقْتِهٖ .

”قیامت کبریٰ وہ ہے، جب اول سے آخر تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دیا جائے گا اور اس کے وقوع پذیر ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔“

(البداية والنهاية : 32/19)

③ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنّٰى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ﴾ (محمّد : ۱۸)

”یہ لوگ قیامت کا انتظار کرتے ہیں، جو اچانک آ جائے گی، اس کی نشانیاں یقیناً ظاہر ہو چکی ہیں اور قیامت آجانے کے بعد کہاں عبرت کا موقع ملے گا۔“

قیامت اچانک آئے گی۔ معلوم ہوا کہ کسی کے پاس قیامت کا علم نہیں۔

④ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (الزخرف : ۸۵)

”اسی کے پاس قیامت کا علم ہے۔“

❁ علامہ خازن رحمہ اللہ (741ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَى الْآيَةِ أَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، فَلَا يَدْرِي أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ، فِي أَيِّ سَنَةٍ، أَوْ أَيِّ شَهْرٍ .

”اس آیت کریمہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب، کس سال یا کس مہینے میں قائم ہوگی؟“

(لباب التّأويل في معاني التّنزيل : ۲۲۰/۵)

⑤ نیز ارشاد ہوا:

﴿يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا﴾ (الأحزاب : ٦٣)

”(اے نبی!) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے!

اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کیا معلوم قیامت قریب ہی ہو؟''

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى مُخْبِرًا لِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّهٗ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالسَّاعَةِ، وَإِنْ سَأَلَهُ النَّاسُ عَنْ ذٰلِكَ، وَأَرْشَدَهٗ أَنْ يَرُدَّ عِلْمَهَا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، كَمَا قَالَ لَهٗ فِي سُورَةِ الْأَعْرَافِ، وَهِيَ مَكِّيَّةٌ وَهٰذِهٖ مَدَنِيَّةٌ، فَاسْتَمَرَّ الْحَالُ فِي رَدِّ عِلْمِهَا إِلَى الَّذِي يُقِيمُهَا، لٰكِنْ أَخْبَرَهٗ أَنَّهَا قَرِيبَةٌ .

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو خبر دے رہا ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں، اگرچہ لوگ آپ سے اس بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رہنمائی کی ہے کہ وہ قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا کریں، جیسا کہ اللہ نے سورت اعراف میں یہ بات فرمائی ہے۔ وہ سورت مکی ہے اور یہ مدنی ہے، چنانچہ قیامت کا علم ہر دور میں اللہ کے سپرد رہا، البتہ اللہ نے یہ بتا دیا تھا کہ قیامت قریب ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٢٣٢/٥)

⑥ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(الأعراف : ١٨٧).

''(نبی!) لوگ آپ سے وقوع قیامت کا پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی اسے وقت پر ظاہر کرے گا۔ وہ زمین وآسمان میں بھاری ہوگی، قیامت آپ کے پاس اچانک آئے گی۔لوگ آپ سے یوں سوال کرتے ہیں، جیسے آپ اس (کے وقت) سے بخوبی واقف ہوں۔ کہہ دیجیے: اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهُ : ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الأعراف : ١٨٧) فَإِنَّهُ أَمْرٌ مِّنَ اللّٰهِ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يُجِيبَ سَائِلِيهِ عَنِ السَّاعَةِ بِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ وَقْتَ قِيَامِهَا إِلَّا اللّٰهُ الَّذِي يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَأَنَّهُ لَا يُظْهِرُهَا لِوَقْتِهَا وَلَا يَعْلَمُهَا غَيْرُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ.

''فرمان باری تعالیٰ:﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔'' میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ قیامت کے بارے میں سوال کرنے والوں کو جواب دیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت عالم الغیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، قیامت کو اس کے وقت پر ظاہر کرنے والا اور اس کا علم رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔''

(تفسير الطّبري : ٥/٥٨٥)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُئِلَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ، أَنْ يَّرُدَّ عِلْمَهَا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؛ فَإِنَّهٗ هُوَ الَّذِي يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا، أَيْ : يَعْلَمُ جَلِيَّةَ أَمْرِهَا، وَمَتٰى يَكُونُ عَلَى التَّحْدِيدِ، أَيْ لَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ أَحَدٌ إِلَّا هُوَ تَعَالٰى؛ وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ .

”اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جب آپ سے وقوع قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے، تو آپ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس وقت قائم ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”وہ آسمانوں وزمین میں بھاری ہو گی۔“

(تفسير ابن كثير : ٣/٢٤٥)

۞ فرمان الٰہی : ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”وہ آسمان و زمین میں بھاری ہو گی۔“ کی تفسیر میں مشہور مفسر امام سدی رحمہ اللہ (127ھ) فرماتے ہیں:

خَفِيَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا، حَتّٰى تَقُومَ، مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ .

”آسمانوں اور زمین میں قیامت مخفی رکھی ہے، کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی رسول بھی اس کے قیام سے پہلے اس کے وقت قیام کا علم نہیں رکھتا۔“

(تفسير الطّبري : ٥٨٦/٥، وسندهٗ حسنٌ)

✿ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلٰى ذٰلِكَ عِنْدِي بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ : مَعْنٰى ذٰلِك : ثَقُلَتِ السَّاعَةُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلٰى أَهْلِهَا أَنْ يَعْرِفُوا وَقْتَهَا وَقِيَامَهَا؛ لِأَنَّ اللّٰهَ أَخْفٰى ذٰلِكَ عَنْ خَلْقِهٖ، فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ أَحَدًا، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ أَخْبَرَ بِذٰلِكَ بَعْدَ قَوْلِهٖ : ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأعراف : ١٨٧) وَأَخْبَرَ بَعْدَهٗ أَنَّهَا لَا تَأْتِي إِلَّا بَغْتَةً، فَالَّذِي هُوَ أَوْلٰى أَنْ يَكُونَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ أَيْضًا خَبَرًا عَنْ خِفَاءِ عِلْمِهَا عَنِ الْخَلْقِ؛ إِذْ كَانَ مَا قَبْلَهٗ وَمَا بَعْدَهٗ كَذٰلِكَ.

”میرے خیال میں اس آیت کی زیادہ درست تفسیر یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں پر اس کے وقوع کا علم مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق سے مخفی رکھا ہے، کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ ”کہہ دیجیے! قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔“ پھر یہ خبر دی کہ قیامت اچانک آئے گی۔ درست بات یہ

ہے کہ اس فرمان میں وفرماتے ہیں قوعِ قیامت کا علم مخفی ہونے کا بھی ذکر موجود ہے، کیونکہ اس کے ماقبل اور مابعد یہی ذکر ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري : ٥٨٧/٤)

⑦ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ﴾(الجنّ : ٢٥)

’’(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں نہیں جانتا کہ جس (قیامت) کا آپ سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا (دور)؟‘‘

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ نُزُولِ الْعَذَابِ وَوَقْتَ قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا اللّٰهُ، فَهُوَ غَيْبٌ لَّا أَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا مَا يَعْرِفُنِيهِ اللّٰهُ .

’’عذاب کے نازل ہونے اور قیامت کے قائم ہونے کا وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ غیب کی بات ہے۔ میں اس میں سے صرف وہی جانتا ہوں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بتا دیتا ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي : ٢٧/١٩)

⑧ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ﴾(الشورٰی : ١٧)

’’(اے نبی!) آپ کو کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہو۔‘‘

یہ آیت کریمہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قیامت کے بارے میں خبر نہیں دی تھی۔

تفسیر کا ایک قاعدہ:

❁ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (198ھ) فرماتے ہیں:

مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ : ﴿وَمَا أَدْرٰكَ﴾، فَقَدْ أَعْلَمَهٗ، وَمَا قَالَ : ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ فَإِنَّهٗ لَمْ يُعْلِمْهُ .

”قرآنِ کریم میں جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ﴿وَمَا أَدْرٰكَ﴾ (آپ کو کیا معلوم ہے؟) کہا ہے، ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی تھی اور جن چیزوں کے بارے میں ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ (آپ کو کہاں معلوم؟) کہا ہے، ان کے بارے میں خبر نہیں دی۔“

(صحيح البخاري : ١/٢٧٠، قبل الحديث : ٢٠١٤، تغليق التّعليق لابن حجر : ٣/٢٠٥، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یہی بات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (561ھ) نے فرمائی ہے۔

(غنية الطّالبين، ص ٥٥، طبع لاهور)

⑨ فرمانِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان : ٣٤)

”یقیناً اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔“

⑩ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ❁ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ❁ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ❁﴾ (النّازعات : ٤٢، ٤٣)

’’(اے نبی!) وہ آپ سے وقوع قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ آپ کو اس کے بیان سے کیا غرض؟ اس علم کی انتہا تو تیرے رب کے پاس ہے۔‘‘

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ لَيْسَ عِلْمُهَا إِلَيْكَ وَلَا إِلٰى أَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ، بَلْ مَرَدُّهَا وَمَرْجِعُهَا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَهُوَ الَّذِي يَعْلَمُ وَقْتَهَا عَلَى التَّعْيِينِ .

’’آپ کو یا مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں بلکہ اس کا مرجع ومنبع اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہی اس کے قائم ہونے کا معین وقت جانتا ہے۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : ٦/٣٨٥)

⑪ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ .

(سبأ : ٣)

’’کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے عالم الغیب رب کی قسم! وہ ضرور آئے گی، زمینوں آسمانوں میں کوئی ذرہ اس سے چھپا نہیں رہ سکتا اور اس ذرے سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوح محفوظ) میں (درج) نہ ہو۔‘‘

۞ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

’’اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود کو عالم الغیب کہا ہے، اللہ مخلوق کو بتانا چاہتا ہے

کہ قیامت اگرچہ آنے والی ہے لیکن اس کے آنے کا وقت اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ کافروں سے کہہ دو! قیامت ضرور آئے گی، لیکن اس کے آنے کا وقت اس علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جانتا، جس سے ایک ذرے کے برابر چیز بھی چھپ نہیں سکتی۔''

(تفسير الطبري : ٧٥/٢٢)

یہ گیارہ قرآنی آیات ہیں۔ ان سے اور ان کی تفسیر و تشریح میں ائمہ اہل سنت و محدثین عظام کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی، کیونکہ یہ غیب کی بات ہے اور غیب صرف اللہ جانتا ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ﴿عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (غیب جاننے والا) بیان کی ہے۔ (المائدة : ١٠٩، ١١٦، التوبة : ٧٨، سبأ : ٤٨)

ان آیات قرآنیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو دیکھتے ہیں، جیسا کہ ہمارا منہج ہے، ہمارے نزدیک شریعت قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماع امت کا نام ہے، ہم نہ قرآن کا نام لے کر حدیث رسول ﷺ کو ٹھکراتے ہیں اور نہ حدیث کے نام پر اپنا ذہن بیان کرتے ہیں، بلکہ ہم کسی بھی آیت اور کسی بھی حدیث کو سمجھنے کے لئے اسلاف امت کے فہم سے روشنی لینا ہی اصل دین سمجھتے ہیں اور اسی کے پیرو ہیں، وللہ الحمد!

احادیث مبارکہ اور علم قیامت:

① سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ عَقُوقٍ يَتْبَعُهَا مُهْرُهَا، فَقَالَ : مَنْ أَنْتَ؟

قَالَ : أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ : غَيْبٌ، وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ .

''نبی کریم ﷺ سرخ رنگ کے شامیانے میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا، جو حاملہ گھوڑی پر سوار تھا اور اس کا بچھیرا اس کے پیچھے چل رہا تھا، اس نے (آتے ہی) کہا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، کہا: قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ ہی جانتا ہے۔''

(المُستدرك للحاكم : ٨/١، المُعجم الكبير للطّبراني : ١٨/٧، والسياق لهٗ، مسند الرؤياني : ١١٤٨، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے اس کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ؛ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ .

''غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ رحم میں کیا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ فوت ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا کہ

قیامت کب قائم ہوگی۔‘‘ (صحیح البخاري : ٤٦٩٧)

③ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو فرمایا:

مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا .

’’میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ اس کی علامات بتا دیتا ہوں۔‘‘

(صحیح البخاري : ٤٧٧٧، صحیح مسلم : ٩)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

أَيْ تَسَاوِي فِي الْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ ذٰلِكَ عِلْمُ الْمَسْؤُولِ وَالسَّائِلِ .

’’وقوع قیامت کے حوالہ سے سائل و مسئول کا علم برابر ہے۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : ٦٨٠/٤)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ إِنَّ كُلَّ مَسْؤُولٍ وَّكُلَّ سَائِلٍ فَهُوَ كَذٰلِكَ .

’’اس بارہ میں ہر سوال کرنے والا اور جس سے سوال کیا گیا، برابر ہیں۔‘‘

(فتح الباري : ١٢١/١)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ إِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ فِي وَقْتِ السَّاعَةِ سَوَاءٌ، وَكُلُّهُمْ غَيْرُ عَالِمِينَ بِهٖ عَلَى الْحَقِيقَةِ .

’’اس کا مطلب ہے کہ تمام لوگ قیامت کے علم میں برابر ہیں، انہیں اس کا حقیقی علم نہیں۔‘‘

(فتح الباري لابن رجب : ١٩٦/١)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَاهَرَ بِالْكَذِبِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي فِي زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَهُوَ يَتَشَبَّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ قِيلَ لَهٗ : فَقَدْ قَالَ فِي حَدِيثِ جِبْرِيلَ : مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، فَحَرَّفَهٗ عَنْ مَوْضِعِهٖ وَقَالَ مَعْنَاهُ أَنَا وَأَنْتَ نَعْلَمُهَا .وَهٰذَا مِنْ أَعْظَمِ الْجَهْلِ وَأَقْبَحِ التَّحْرِيفِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ بِاللّٰهِ مِنْ أَنْ يَّقُولَ لِمَنْ كَانَ يَظُنُّهٗ أَعْرَابِيًّا أَنَا وَأَنْتَ نَعْلَمُ السَّاعَةَ إِلَّا أَنْ يَقُولَ هٰذَا الْجَاهِلُ إِنَّهٗ كَانَ يَعْرِفُ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الصَّادِقُ فِي قَوْلِهٖ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا جَاءَ نِي فِي صُورَةٍ إِلَّا عَرَفْتُهٗ غَيْرَ هٰذِهِ الصُّورَةِ .وَفِي اللَّفْظِ الْآخَرِ : مَا شُبِّهَ عَلَيَّ غَيْرُ هٰذِهِ الْمَرَّةِ .وَفِي اللَّفْظِ الْآخَرِ : رُدُّوا عَلَيَّ الْأَعْرَابِيَّ فَذَهَبُوا فَالْتَمَسُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، وَإِنَّمَا عَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ بَعْدَ مُدَّةٍ كَمَا قَالَ عُمَرُ : فَلَبِثْتُ مَلِيًا، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ، وَالْمُحَرِّفُ يَقُولُ : عَلِمَ وَقْتَ السُّؤَالِ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ وَلَمْ يُخْبِرِ الصَّحَابَةَ بِذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَ

مُدَّةٍ .ثُمَّ قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ : مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، يَعُمُّ كُلَّ سَائِلٍ وَّمَسْؤُولٍ فَكُلُّ سَائِلٍ وَّمَسْؤُولٍ عَنْ هٰذِهِ السَّاعَةِ شَأْنُهُمَا كَذٰلِكَ .وَلٰكِنَّ هٰؤُلاءِ الْغُلَاةَ عِنْدَهُمْ أَنَّ عِلْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْطَبِقٌ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ فَكُلُّ مَا يَعْلَمُهُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَقُولُ : ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ .وَهٰذَا فِي (بَرَاءَةٍ) وَهُوَ فِي أَوَاخِرِ (بَرَاءَةٍ) وَهِيَ مِنْ أَوَاخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ هٰذَا وَالْمُنَافِقُونَ جِيرَانُهُ فِي الْمَدِينَةِ .وَمِنْ هٰذَا حَدِيثُ عُقْدِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا أَرْسَلَ فِي طَلَبِهِ فَأَثَارُوا الْجَمَلَ فَوَجَدُوهُ .وَمِنْ هٰذَا حَدِيثُ تَلْقِيحِ النَّخْلِ وَقَالَ: مَا أَرٰى لَوْ تَرَكْتُمُوهُ يَضُرُّهُ شَيْءٌ، فَتَرَكُوهُ فَجَارَ شَيْصًا فَقَالَ : أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِدُنْيَاكُمْ .وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿قُلْ لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾، وَقَالَ : ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ وَلَمَّا جَرٰى لِأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ مَا جَرٰى وَرَمَاهَا أَهْلُ الْإِفْكِ بِمَا رَمُوهَا بِهِ لَمْ يَكُنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ حَقِيقَةَ

الْأَمْرِ حَتَّىٰ جَاءَهُ الْوَحْيُ مِنَ اللَّهِ بِبَرَاءَتِهَا .وَعِنْدَ هٰؤُلَاءِ الْغُلَاةِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَعْلَمُ الْحَالَ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ بِلَا رَيْبَةَ وَاسْتَشَارَ النَّاسَ فِي فِرَاقِهَا وَدَعَا الْجَارِيَةَ فَسَأَلَهَا وَهُوَ يَعْلَمُ الْحَالَ وَقَالَ لَهَا : إِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ، وَهُوَ يَعْلَمُ عِلْمًا يَقِينًا أَنَّهَا لَمْ تَلَمْ بِذَنْبٍ .وَلَا رَيْبَ أَنَّ الْحَامِلَ لِهٰؤُلَاءِ عَلٰى هٰذَا اللَّغْوِ إِنَّمَا هُوَ اعْتِقَادُهُمْ أَنَّهُ يُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ وَكُلَّمَا غَلُوا وَزَادُوا غُلُوًّا فِيهِ كَانُوا أَقْرَبَ إِلَيْهِ وَأَخَصَّ بِهٖ فَهُمْ أَعْصَى النَّاسِ لِأَمْرِهٖ وَأَشَدُّهُمْ مُخَالَفَةً لِسُنَّتِهٖ وَهٰؤُلَاءِ فِيهِمْ شَبَهٌ ظَاهِرٌ مِنَ النَّصَارَى الَّذِينَ غَلُوا فِي الْمَسِيحِ أَعْظَمَ الْغُلُوِّ وَخَالَفُوا شَرْعَهُ وَدِينَهُ أَعْظَمَ الْمُخَالَفَةِ، وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ يُصَدِّقُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْمَكْذُوبَةِ الصَّرِيحَةِ وَيُحَرِّفُونَ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا لِتَرْوِيجِ مُعْتَقَدَاتِهِمْ .

”آج کل بعض نام نہاد علما دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو وقوع قیامت کا علم تھا، ان سے کہا گیا کہ حدیث جبریل میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا کہ میں بھی اس مسئلہ میں جبریل کی طرح ہوں۔ (صحیح مسلم:۹۳) تو معنوی تحریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس سے مراد یہ تھی کہ میں اور جبریل دونوں اس کا علم رکھتے ہیں، یہ سب سے بڑی جہالت اور قبیح ترین تحریف ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ، ایک ایسے شخص کو، جسے لوگ بدوی خیال

کررہے تھے، کیسے کہہ سکتے تھے کہ میں اور آپ دونوں قیامت کو جانتے ہیں؟ ممکن ہے کہ یہ لوگ کہہ دیں کہ آپ ﷺ جبریل کو پہچان رہے تھے، لیکن اپنے اس فرمان میں سچے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جبریل کسی بھی صورت میں آئے، تو میں نے پہچان لیے، مگر میں اس صورت میں انہیں نہیں پہچان سکا۔ (مسند الامام احمد : ۱/۵۳، وسندہ صحیح) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: جبریل علیہ السلام کسی بھی شکل میں مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے، سوائے اس مرتبہ کے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۳، وسندہ صحیح) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے (جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد) فرمایا: اس بدوی کو میرے پاس واپس لائیے۔ صحابہ کرام گئے اور تلاش کیا، لیکن وہ مل نہ سکے۔ (صحیح بخاری: ۵۰، ۴۷۷۷، صحیح مسلم: ۹۷) یقیناً نبی اکرم ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے بارے میں ایک عرصہ بعد معلوم ہوا تھا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک عرصہ انتظار کرتا رہا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! معلوم ہے کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ (صحیح مسلم: ۹۳) جبکہ حدیث میں تحریف معنوی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ سوال کرتے وقت ہی رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جبریل ہیں، لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک عرصہ بعد یہ بات بتائی تھی۔ پھر اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (صحیح مسلم: ۹۳) یہ بات عام ہے، ہر وہ شخص جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے اور ہر وہ شخص جو سوال کرے دونوں کی حالت

یہی ہوتی ہے (کہ انہیں قیامت کے بارے میں علم نہیں ہوتا)۔ جبکہ ان کے غالی موقف کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر منطبق ہو گیا ہے۔ ان کے بقول ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ بھی جانتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ (التوبة : ۱۰۱) ''تمھارے آس پاس جو دیہاتی ہیں، ان میں بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے نبی! انھیں آپ نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔'' یہ فرمانِ باری تعالیٰ سورت برأت میں ہے اور سورت برأت کے بھی آخر میں، سورت برأت قرآنِ کریم کے ان مقامات میں سے ہے، جو آخر میں نازل ہوئے۔ یہ اس وقت کی حالت ہے، جب منافقین مدینہ میں آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے ہار تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا۔ پھر جب اونٹ کو اٹھایا گیا، تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔ (صحیح بخاری: ۴۷۵) اسی طرح کھجوروں کی پیوند کاری والی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا: میرا نہیں خیال کہ آپ پیوند چھوڑیں، تو کوئی نقصان ہو۔ اہل مدینہ نے پیوند چھوڑ دی، تو پھل کم آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: آپ دنیاوی معاملات مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۶) اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے: ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (الأنعام : ۵۰) ''(نبی!) کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں غیب بھی نہیں جانتا۔‘‘ نیز فرمایا:﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(الأعراف : ۱۸۸) ’’میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔‘‘ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک حقیقت معلوم نہ ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے برأت نازل نہیں ہوئی۔ ان غالیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال کا علم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) کو بلا کر پوچھ گچھ کی، حالانکہ آپ کو ساری صورت حال معلوم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر گناہ ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ (صحیح بخاری : ۴۷۵۰)، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا!!! ان لوگوں کو ایسی لغو باتیں کرنے پر اس عقیدے نے آمادہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ جتنا غلو کریں گے، اتنا زیادہ آپ کے مقرب اور خاص بن جائیں گے، حالانکہ یہ لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر اور آپ کی سنتوں کے مخالف و نافرمان ہیں۔ یہ لوگ واضح طور پر ان نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے فاسد عقائد کو رواج دینے کے لیے یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ صحیح احادیث میں تحریف

معنوی کرتے ہیں۔''

(المَنار المُنیف، ص ۸۱۔۸۴)

یہی عبارت من وعن علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نے الموضوعات الکبریٰ المعروف به ''موضات کبیر'' (ص ۱۱۹) میں نقل کی ہے۔

بات بڑی واضح ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع قیامت کے بارے میں پوچھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس حوالے سے سائل ومسئول دونوں کا علم برابر ہے۔یعنی عدم علم میں ہم دونوں مساوی ہیں۔آپ کو بھی علم نہیں اور مجھے بھی کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ ہاں قیامت کی چند نشانیاں میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ یہ علامات اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھیں، لیکن قیامت کا قطعی علم آپ کو نہیں دیا۔

④ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسٰى، وَعِيسٰى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ، فَبَدَؤُوا بِإِبْرَاهِيمَ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مِنْهَا عِلْمٌ، ثُمَّ سَأَلُوا مُوسٰى، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مِنْهَا عِلْمٌ، فَرُدَّ الْحَدِيثُ إِلٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَقَالَ : قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا، فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی رات سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔سب نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا (کہ وہ کب قائم ہوگی؟) سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بات شروع ہوئی۔ان سے سوال

ہوا، تو ان کے پاس اس بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، تو ان کے پاس بھی کوئی علم نہیں تھا۔ پھر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی طرف بات آئی، تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے (دنیا میں نزول کا) وعدہ کیا ہے۔ رہا اس کا قیام، تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٧٥/١، سنن ابن ماجه : ٤٠٨١، واللّفظ لهٗ، المُستدرك على الصحيحين للحاكم : ٣٨٤/٢، ٤٨٨/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة : ٣١٢/٢)

راوی مؤثر بن عفازہ ثقہ ہے۔ اسے امام عجلی رحمہ اللہ (۴۴۳) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : ۴۶۳/۵) نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، جسے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ یہ بلاشبہ توثیق ہے۔ اسی طرح حافظ ذہبی اور علامہ بوصیری رحمہما اللہ کی تصحیح ہے۔

❀ اسی سند سے مستدرک حاکم (۳۸۴/۲) میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

عَهِدَ اللّٰهُ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا، فَلَا نَعْلَمُهَا .

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قیامت قائم ہونے سے پہلے (دنیا میں نزول) کا وعدہ

کیا ہے۔ہم قیامت کے قائم ہونے کا وقت نہیں جانتے۔‘‘

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ أَكَابِرُ أُولِي الْعَزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِينَ، لَيْسَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ بِوَقْتِ السَّاعَةِ عَلَى التَّعْيِينِ، وَإِنَّمَا رَدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَتَكَلَّمَ عَلٰى أَشْرَاطِهَا؛ لِأَنَّهٗ يَنْزِلُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مُنَفِّذًا لِأَحْكَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقْتُلُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، وَيَجْعَلُ اللّٰهُ هَلَاكَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ بِبَرَكَةِ دُعَائِهٖ، فَأَخْبَرَ بِمَا أَعْلَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ.

’’یہ اولوالعزم رسول ہیں۔انہیں قیامت قائم ہونے کا معین وقت معلوم نہیں۔ ان سب نے اس معاملہ کو عیسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیا۔عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کی علامات کے بارے میں بات کی، کیونکہ وہ اس امت کے آخری دور میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے نازل ہوں گے، مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اللہ ان کی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا۔قیامت کے بارے میں جو باتیں اللہ نے انہیں بتائی تھیں، وہ انہوں نے بیان کر دیں۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : ۳/۲۴۸)

⑤ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات سے ایک ماہ قبل فرماتے ہوئے سنا:

تَسْأَلُونِّي عَنِ السَّاعَةِ، وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ.

''آپ مجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، حالانکہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣/٣٢٦، صحيح مسلم : ٢٥٣٨)

یہاں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی کہکشاں سے بعض ستارے احباب کے ذوق کی نظر کیے ہیں اور اس پر اسلاف امت کا فہم بھی نقل کر دیا ہے، تاکہ دل و دماغ میں اٹھنے والی کسی قسم کی تاویل عقیدہ اہل سنت کے اس صافی چشمہ کو گدلا نہ سکے۔ اب ہم اس مسئلہ کو مزید سمجھنے کے لیے علما کے بعض اقوال نقل کرتے ہیں، جس سے یہ معاملہ مزید نتھر جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اسلاف امت کی تصریحات:

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ):

فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿قُلْ﴾ يَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِيكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَنِ السَّاعَةِ مَتٰى هِيَ قَائِمَةٌ ﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ﴾ الَّذِي قَدِ اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ، وَحَجَبَ عَنْهُ خَلْقَهٗ غَيْرَهٗ وَالسَّاعَةُ مِنْ ذٰلِكَ .

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرما رہا ہے: اے محمد! مشرکین جو آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، انہیں کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، علم غیب اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے اور مخلوق سے

چھپا لیا ہے۔ قیامت بھی اسی غیب میں سے ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري : ٢٠/٨)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اہل بدعت نفس کی اور شبہات کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ پسند اور ناپسند میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور ظن اور شبہات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ اہل بدعت کے ہر گروہ نے اپنے لیے اس دین کو دلیل بنایا ہوا ہے، جسے اس نے خود گھڑا ہے۔ بعض نے اپنی رائے اور قیاس کو دین بنایا ہے اور اسے عقلیات کا نام دیا ہے، بعض نے اپنے ذوق اور خواہش کو دین بنایا ہے اور اسے ذوقیات کا نام دیا ہے، بعض نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی پیروی خوارج کی طرح کرتے ہیں اور بعض نے حدیث اور سنت کی پیروی کا دعویٰ کیا ہے، لیکن ان کے دلائل وہ روایات ہیں جو جھوٹی اور ناقابل اعتبار ہیں، جیسا کہ روافض نص اور آیات کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اکثر اہل بدعت نے اپنی رائے اور ذوق کے مطابق اپنا دین بنایا ہوا ہے اور وہ قرآنِ کریم کی غلط تفسیر کر کے اپنے دلائل تراشتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کریم کو اپنی دلیل بناتے ہیں، لیکن اس پر اعتماد نہیں کرتے، ان کا اعتماد درحقیقت اپنی رائے پر ہوتا ہے، جیسا کہ جہمیہ اور معتزلہ کا صفات و افعال باری تعالیٰ کے بارے میں حال ہے۔ وعد و وعید کے مسائل میں ان کی صورت حال

اس کے برعکس ہوتی ہے، کیونکہ بسا اوقات یہ لوگ نصوص کی پیروی کا ارادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے کہ اس کے مرتکب لوگوں کی نیت قرآن وسنت کی پیروی ہوتی ہے، لیکن وہ نصوص کو سمجھنے میں غلطی کھا جاتے ہیں اور اپنی عقل کے خلاف آنے والی احادیث اور تفسیر کو جھٹلا دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور مسلمان شیعہ لوگوں کا حال ہے۔ جو لوگ منافق اور زندیق ہیں اور ظاہر میں شیعہ کہلاتے ہیں، جبکہ باطن میں وہ اسلام کو مانتے ہی نہیں، ان کا معاملہ اس کے برعکس ہے (یعنی ایسے بدعتی قرآن وسنت کی پیروی کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔)'' (النّبوات، ص ۹۵)

علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (744ھ):

آپ رحمہ اللہ شرک کے بیان میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : إِنَّ الْمُبالَغَةَ فِي تَعْظِيمِهٖ وَاجِبَةٌ، أَيُرِيدُ بِهَا الْمُبالَغَةَ بِحَسْبِ مَا يَرَاهُ كُلُّ أَحَدٍ تَعْظِيمًا حَتَّى الْحَجَّ إِلٰى قَبْرِهٖ وَالسُّجُودَ لَهٗ وَالطَّوَافَ بِهٖ ، وَاعْتِقَادَ أَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَأَنَّهٗ يُعْطِي وَيَمْنَعُ، وَيَمْلِكُ لِمَنِ اسْتَغَاثَ بِهٖ مِنْ دُونِ اللّٰهِ الضُّرَّ وَالنَّفْعَ، وَأَنَّهٗ يَقْضِي حَوَائِجَ السَّائِلِينَ وَيُفَرِّجُ كُرُبَاتِ الْمَكْرُوبِينَ، وَأَنَّهٗ يَشْفَعُ فِيمَنْ يَّشَاءُ وَيُدْخِلُ الْجَنَّةَ مَنْ يَّشَاءُ، فَدَعْوٰى وُجُوبِ الْمُبالَغَةِ فِي هٰذَا التَّعْظِيمِ مُبَالَغَةٌ فِي الشِّرْكِ وَانْسِلَاخٌ مِنْ جُمْلَةِ الدِّينِ .

''سبکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ واجب ہے۔ کیا مبالغہ سے

ان کی مراد وہ تعظیم ہے، جسے کوئی اپنے خیال میں تعظیم سمجھے حتی کہ آپ ﷺ کی قبر کا حج، اس پر سجدہ، اس کا طواف کرے اور اعتقاد رکھے کہ آپ ﷺ غیب دان ہیں، آپ دیتے بھی ہیں اور روک بھی لیتے ہیں، جو اللہ کو چھوڑ کر آپ سے مانگتا ہے، اس کے لیے نفع ونقصان کے مالک ہیں، سوال کرنے والوں کی حاجات پوری کرتے ہیں اور غم زدہ لوگوں کی مشکلات رفع کرتے ہیں، نیز آپ جس کی چاہیں گے، سفارش کریں گے اور جسے چاہیں گے، جنت میں داخل کر دیں گے، اگر یہ مراد ہے، تو تعظیم میں مبالغہ دراصل شرک میں مبالغہ اور دین سے مکمل طور پر نکل جانا ہے۔‘‘

(الصّارم المُنكي في الرّد على السّبكي، ص ٣٤٦)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ تَعَالٰى : ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ أَيْ ضَلَالٌ وَّخُرُوجٌ عَنِ الْحَقِّ إِلَى الْبَاطِلِ ﴿فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ أَيْ إِنَّمَا يَأْخُذُونَ مِنْهُ بِالْمُتَشَابِهِ الَّذِي يُمْكِنُهُمْ أَنْ يُحَرِّفُوهُ إِلٰى مَقَاصِدِهِمُ الْفَاسِدَةِ، وَيُنْزِلُوهُ عَلَيْهَا، لِاحْتِمَالِ لَفْظِهٖ لِمَا يَصْرِفُونَهٗ فَأَمَّا الْمُحْكَمُ فَلَا نَصِيبَ لَهُمْ فِيهِ؛ لِأَنَّهٗ دَامِغٌ لَّهُمْ وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ، وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ أَيِ الْإِضْلَالِ لِأَتْبَاعِهِمْ، إِيهَامًا لَّهُمْ أَنَّهُمْ يَحْتَجُّونَ عَلٰى بِدْعَتِهِمْ بِالْقُرْآنِ،

وَهٰذَا حُجَّةٌ عَلَيْهِمْ لَا لَهُمْ، كَمَا لَوِ احْتَجَّ النَّصَارٰى بِأَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَطَقَ بِأَنَّ عِيسٰى هُوَ رُوحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ، وَتَرَكُوا الْاِحْتِجَاجَ بِقَوْلِهٖ تَعَالَى : ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾(الزُّخْرُف : ٥٩) وَبِقَوْلِهٖ : ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ﴾(آل عِمْرَان : ٥٩) وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ الْمُحْكَمَةِ الْمُصَرِّحَةِ بِأَنَّهٗ خَلْقٌ مِّنْ مَخْلُوقَاتِ اللّٰهِ، وَعَبْدٌ، وَرَسُولٌ مِّنْ رُسُلِ اللّٰهِ.

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گمراہ اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جانے والے لوگ قرآنِ کریم کے ان متشابہ مقامات سے دلیل لیتے ہیں، جن میں اپنے فاسد مقاصد کے لیے تحریف کرنا ان کے لیے ممکن ہوتا ہے اور اس کے الفاظ میں ان کے مقاصد کا احتمال ہوتا ہے۔ محکم آیات میں ان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ محکم آیات ان کا سخت ردّ کرتی ہیں اور ان کے خلاف دلیل بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کے لیے اور ان کو یہ دھوکا دینے کے لیے کہ وہ اپنی بدعت پر قرآنی دلائل رکھتے ہیں، متشابہ آیات سے دلیل لیتے ہیں۔ ان کی مثال نصاریٰ والی ہے، جیسے نصاریٰ یہ دلیل دینے لگیں کہ قرآنِ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا ہے، لیکن وہ اس آیت کو چھوڑ دیں جس میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو محض اللہ کے ایک بندے ہیں، جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔ ایک

جگہ فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے ہاں آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جا، تو وہ ہو گئے۔ اس طرح اور بھی بہت سی محکم اور صریح آیات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اس کے بندے اور اس کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : ۷/۲)

مخلوق کے لئے علم غیب پر قرآن سے استدلال؟:

قرآن وسنت اور اجماع کے صریح دلائل اور فہم محدثین کے تتبع کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں، وہ یہی ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں، اب اس مسئلہ کی مزید توضیح کے لئے ہم اس مسئلہ پر متعارض دلائل کا جائزہ پیش کریں گے، پہلے دلیل پیش کی جائے گی، اس کے بعد اس پر تبصرہ۔

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ (الجن : ٢٦، ٢٧)

’’(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے رسول کے، جسے وہ پسند کرے۔‘‘

تبصرہ:

اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب کیا ہے اور کیا اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے؟ ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے، بلکہ ائمہ دین اور سلف صالحین کی

تصریحات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ البتہ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اتنی زحمت ضرور کریں کہ مذکورہ آیت کریمہ کے متصل پہلے والی آیت پڑھ لیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا﴾ .

(الجنّ : ٢٥)

’’کہہ دیجیے: میں نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرے رب نے کوئی لمبی مدت رکھی ہے۔‘‘

اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کے استدلال کی قلعی کھل جاتی ہے اور یہ استدلال خود ختم ہو جاتا ہے، تاہم کچھ مزید فوائد اور سلف امت کی تصریحات پیش کرنا مفید ہوگا۔

❁ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾(هود : ٤٩) .

’’(اے نبی!) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں، ہم انھیں آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔‘‘

❁ اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾(الأعراف : ١٨٨) .

’’(کہہ دیجیے!) اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور

مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

❀ اس طرف بھی توجہ کیجئے:

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ﴾(یونس : ٢٠)

’’(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے۔‘‘

❀ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی علم غیب کی نفی کرتا ہے۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ . (النّمل : ٦٥)

’’کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا۔‘‘

اب مذکورہ قرآنی آیت کی طرف آتے ہیں کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے:

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ هٰذِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرة : ٢٥٥) وَهٰكَذَا قَالَ هَاهُنَا : إِنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَالشَّهَادَةَ، وَإِنَّهٗ لَا يَطَّلِعُ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهٖ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا مِمَّا أَطْلَعَهٗ تَعَالٰى عَلَيْهِ؛ وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ وَهٰذَا يَعُمُّ

الرَّسُولَ الْمَلَكِيَّ وَالْبَشَرِيَّ.

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔'' اس آیت کی طرح ہے:﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرة : ٢٥٥) ''وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔'' اسی طرح یہاں فرمان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے علم میں سے کسی بھی چیز پر اطلاع نہیں پا سکتا، سوائے اس چیز کے جس پر اللہ تعالیٰ خود کسی کو مطلع کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ:﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ''وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔'' یہ بات فرشتے رسول اور بشر رسول دونوں کو شامل ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٣٢٦/٤)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُفَوِّضَ الْأُمُورَ إِلَيْهِ، وَأَنْ يُخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا اطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِمَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا

يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ .

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اپنے بارے میں خبر دے دیں کہ وہ مستقبل کے غیب کو نہیں جانتے، نہ آپ کو اس میں سے کسی چیز کی اطلاع ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دے دی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ ''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔'' (تفسير ابن كثير : ٣/٢٤٩)

❀ مزید فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ : ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ أَيْ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ غَيْبَ اللّٰهِ فِي خَلْقِهٖ حَتّٰى يُمَيِّزَ لَكُمُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْمُنَافِقِ، لَوْلَا مَا يَعْقِدُهٗ مِنَ الْأَسْبَابِ الْكَاشِفَةِ عَنْ ذٰلِكَ .ثُمَّ قَالَ : ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَشَاءُ﴾ كَقَوْلِهٖ : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ......﴾ .

''پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرنے والا۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں موجود اس کا غیب نہیں جان سکتے کہ تمہیں مؤمن اور منافق کی تمیز ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اسباب موجود ہوں، جو اس غیب سے پردہ اٹھا سکتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے

رسولوں میں جسے چاہتا ہے، (اس غیب سے پردہ اٹھانے کے لیے) اس کا انتخاب کر لیتا ہے۔'' یہ فرمان اس آیت کی طرح ہی ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا......﴾ ''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا......۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۱۵۵/۲، تحت آل عمران : ۱۷۹)

یعنی اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے رسول کو غیب کی بات پر مطلع کر دیتے ہیں۔

اس پر مزید تفصیل یہ ہے کہ پہلی قوموں کے حالات رسول اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی ہی بتائے گئے تھے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾(هود : ۴۹)

''(اے نبی!) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں، ہم انھیں آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

مستقبل کی خبر بھی نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی دی گئی۔

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا﴾(الفتح : ۲۷).

”اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہو گے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا، جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا اس نے اس سے پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کر دی۔“

دراصل اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا اور انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾ (الرّوم: ١-٤)

”الم، رومی مغلوب ہو گئے، قریب ترین سرزمین (شام و فلسطین) میں۔ وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے، چند برسوں میں۔“

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا آپ ﷺ کو ماضی اور مستقبل کی کوئی خبر بذریعہ وحی دے دیتا تھا۔

اس کی تائید کے لیے ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

❁ محمود بن لبید، بنو عبد الاشہل کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں:

قَالَ زَيْدُ بْنُ اللُّصَيْتِ، وَهُوَ فِي رَحْلِ عُمَارَةَ وَعُمَارَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَيْسَ مُحَمَّدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَيُخْبِرُكُمْ عَنْ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهُ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَارَةُ عِنْدَهُ : إِنَّ رَجُلًا قَالَ : هٰذَا مُحَمَّدٌ يُخْبِرُكُمْ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَيَزْعُمُ أَنَّهُ يُخْبِرُكُمْ بِأَمْرِ السَّمَاءِ وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهُ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِي اللّٰهُ وَقَدْ دَلَّنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا، وَهِيَ فِي هٰذَا الْوَادِي، فِي شِعْبِ كَذَا وَكَذَا، قَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ بِزِمَامِهَا، فَانْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُونِي بِهَا، فَذَهَبُوا، فَجَاؤُوا بِهَا .

”عمارہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، تو زید بن صلت نے ان کے گھر میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالاں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ تو عمارہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا کہنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر اپنی اونٹنی کی بھی نہیں ہے اور بتاتے آسمان کی خبریں ہیں، اللہ کی قسم! میرے پاس وہی علم ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور اس اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی دے دی ہے کہ وہ فلاں وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے، اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے، جاؤ، اسے میرے پاس لے آؤ! اور صحابہ اسے لے کر آ گئے۔“

(المغازي لابن إسحاق كما في السّيرة لابن هشام : ٢/٥٢٣، وسندهٗ حسنٌ)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”ما کان وما یکون“ کو نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا، تو کسی معاملے کی خبر آپ کو دے دیتا تھا۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَعْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، وَهُوَ مُطَابِقٌ لِّقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے، ہاں وہ بات جو اللہ تعالیٰ انہیں سکھا دے (اسے جان لیتے ہیں)۔ یہ حدیث اس فرمانِ باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ”(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔“ (فتح الباري : ٣٦٤/١٣)

۞ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (٩٢٣ھ) کہتے ہیں:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُطْلِعُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ لِاطِّلَاعِهٖ عَلٰى بَعْضِ الْغَيْبِ، يَكُونُ إِخْبَارُهٗ عَنِ الْغَيْبِ مُعْجِزَةً لَّهٗ .

”اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں کسی کو اپنے غیب کی اطلاع نہیں دیتا، مگر جس رسول کو چاہے کسی غیب کی بات پر مطلع کر دیتا ہے اور یہ اطلاع نبی کے لیے معجزہ ہوتی ہے۔“

(إرشاد السّاري : ٣٦٣/١٠)

قیامت کے علم پر ایک اور دلیل کا جائزہ؟

❁ بعض اطراف سے صحیح مسلم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے:

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت ہے۔ مستدرک (ج ۴ص ۵۶۷) عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے؟ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔''

(مقیاس:۳۸۳،۳۸۴)

تبصرہ:

اس روایت میں قیامت کے وقوع کا ذکر تک نہیں۔ یہ روایت اصل میں یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾(الحجّ : ۱) تلاوت کی اور صحابہ کرام سے پوچھا: جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَاكَ يَوْمُ يُنَادٰى آدَمُ فَيُنَادِيهِ رَبُّهٗ فَيَقُولُ : يَا آدَمُ، ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ، فَيَقُولُ : وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ فَيَقُولُ : مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ إِلَى النَّارِ وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ .

''یہ وہ دن ہے جب آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔آدم علیہ السلام کو ان کا ربّ پکارے گا اور فرمائے گا: آگ کا حصہ الگ کرلو۔آدم علیہ السلام عرض کریں گے: آگ کے حصے سے کیا مراد؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ۱۰۰۰ میں سے ۹۹۹ جہنم کی طرف اور ایک

جنت کی طرف۔‘‘

اس حدیث میں احوال قیامت کا ذکر ہے نہ کہ قیامت قائم ہونے کے وقت کا۔

عقیدہ علم غیب اور احناف:

علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، حتی کہ نبی کریم ﷺ بھی غیب دان نہیں تھے۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں:

① غیب مطلق ② غیب نسبی

غیب مطلق اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ غیب نسبی اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو بذریعہ وحی عطا کر دیتا ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ غیب نہیں جانتے۔ اہل سنت والجماعت کے علما نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

آپ ﷺ کو بھی بذریعہ وحی بتا دیا جاتا تھا۔ وحی کے علاوہ آپ کچھ نہیں جانتے تھے۔ مخلوقات میں سے کسی کے متعلق غیب کا دعوی کرنا، شرک فی العلم ہے۔

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾(یونس : 20)

’’(نبی!) کہہ دیجیے کہ غیب اللہ کا خاصہ ہے۔‘‘

② ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾

(الأعراف : 188)

’’(اے نبی! کہہ دیجیے) اگر میں غیب جانتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔‘‘

بعض کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی علم غیب حاصل ہے، جس بنا پر آپ تمام پوشیدہ وظاہر باتوں سے واقف ہیں۔ یہ آیت اس عقیدے کا صریح رد کرتی ہے کہ اگر عطائی غیب حاصل تھا، تب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے یہ نہ کہلواتے: ”اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سے بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچتا!“

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی غیب حاصل نہ تھا، بلکہ صرف انہی باتوں کا علم تھا، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آگاہ کر دیا تھا۔

❀ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے اس عقیدہ کا یوں اظہار کروایا:

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام: 50)

”میں غیب نہیں جانتا۔“

① ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے چند سوالات کیے، آپ ﷺ نے جواب دیے، وہ یہودی چلا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ، حَتّٰى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهٖ.

”مجھے کسی سوال کا بھی جواب معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے (بذریعہ وحی) آگاہ کر دیا۔“

(صحیح مسلم: 315)

② ایک شخص نے نبی ﷺ کے دروازے سے اندر جھانکا، تو آپ نے فرمایا:

لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تنظُرُنِي لطَعَنْتُ بهٖ فِي عَيْنَيْكَ.

”اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ (دروازے کے سوراخ سے) مجھے دیکھ رہے ہیں، تو میں یہ کنگھا آپ کی آنکھوں میں چبھو دیتا۔“

(صحيح البخاري : 6241، صحيح مسلم : 2156)

③ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن تین مرتبہ فرمایا:

مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ .

''کون ہے، جو مجھے بنو قریظہ کے بارے میں خبر دے گا؟''

(صحيح البخاري : 2846، صحيح مسلم : 2415)

④ جادو والی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ .

''اللہ نے مجھے بتادیا، جو میں نے اس سے جادو کے بارے میں پوچھا تھا۔''

(صحيح البخاري : 5763، صحيح مسلم : 2189)

⑤ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ : لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا : لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، فَقُلْتُ : وَمَنْ هُوَ؟ فَقَالُوا : عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ .

''(مجھے خواب آیا کہ) میں جنت میں داخل ہوا، وہاں میں نے سونے کا شاندار محل دیکھا، پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: ایک قریشی نوجوان کا ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ جوان میں ہی ہوں۔ پھر پوچھا کہ وہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمر بن خطاب۔''

(سنن الترمذي : 3688، وسندہٗ صحيحٌ)

⑥ ایک دفعہ باغیوں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اونٹ لوٹ لیے، سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان لٹیروں کا پیچھا کیا، میں ان پر تیر برساتا رہا اور وہ اونٹوں سے سامان گرا کر اپنا بوجھ ہلکا کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے تیس چادریں پھینک دیں، وہ سامان گراتے، تو:

جَعَلْتُ عَلَيْهِ آرَامًا مِّنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ.

''میں اس پر بطور نشانی پتھر رکھ دیتا، تا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پہچان لیں۔''

(صحيح البخاري : 3041، صحيح مسلم : 1807، واللّفظ لهٗ)

⑦ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهٗ دُونَكُمْ.

''اگر دجال میری موجودگی میں ظاہر ہوا، تو آپ کی طرف سے میں اس سے جھگڑوں گا۔''

(صحيح مسلم : 2937)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَام لَمْ يَعْلَمْ مَتٰى يَخْرُجُ.

''یہ دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ دجال کب نکلے گا؟''

(كشف المُشكِل : 202/4)

دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ اہل سنت بالاجماع مخلوق سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں،

ذاتی اور عطائی کی تفریق نہیں کرتے۔

ائمہ اہل سنت قرآن واحادیث کے دلائل سے بخوبی واقف تھے، ان کے معانی ومفاہیم کوسب سے بہتر جانتے تھے۔ وہ تمام آیات واحادیث جو بعض احباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر پیش کرتے ہیں، ائمہ متقدمین کو ان کا بخوبی علم تھا، لیکن اس کے باوجود وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں اور علم غیب کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ قرار دیتے ہیں، اگر ان آیات واحادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی یا عطائی طور پر عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا، تو اسلاف امت ضرور ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اگر آج کوئی کتاب وسنت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی کا عالم الغیب ہونا ثابت کرے، تو وہ تاویل یا تحریف ہے، حق نہیں۔ نیز وہ زبان حال سے یہ باور کروا رہا ہے کہ اسلاف امت ایسے عقیدہ سے ناواقف رہ گئے، جس پر یہ بعد والا مطلع ہو گیا۔ یہ واضح الحاد ہے۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جائے گی، کیونکہ حق وہی ہے، جسے ائمہ اہل سنت نے اختیار کیا۔ ان کا ہر عقیدہ وعمل کتاب وسنت کے دلائل پر قائم ہے۔

یہی عقیدہ علمائے احناف کی کتب میں درج ہے، ملاحظہ ہو۔

① علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (428ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا: النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَى الْغَيْبِ.

”ہم کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر مطلع نہیں ہوئے۔“

(التّجريد: 3009/6)

② علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (483ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ غَيْبٌ وَّلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى .

”یہ غیب ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

(المَبسوط : 64/16)

③ علامہ قاضی خان رحمہ اللہ (592ھ) فرماتے ہیں:

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ كَانَ بَاطِلًا لِّقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ، وَّكُلُّ نِكَاحٍ يَّكُونُ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَبَعْضُهُمْ جَعَلُوا ذٰلِكَ كُفْرًا لِأَنَّهٗ يَعْتَقِدُ أَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهُوَ كُفْرٌ .

”اگر کوئی شخص نکاح میں اللہ اور رسول کو گواہ بنائے، تو وہ نکاح باطل ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہوں کے بغیر نکاح نہیں اور ہر نکاح اللہ کی شہادت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ بعض فقہا نے اسے کفر قرار دیا ہے، کیونکہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہے اور یہ کفر ہے۔“

(فتاویٰ قاضی خان: 157/1)

✿ نیز فرماتے ہیں:

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلْمَرْأَةِ : خدا را و پیغمبر را گواہ کردیم، قَالُوا : يَكُونُ كُفْرًا لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهُوَ مَا كَانَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ حِينَ

كَانَ فِي الْأَحْيَاءِ، فَكَيْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ .

''اگر کسی شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور عورت سے کہے : ہم (نکاح پر) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بناتے ہیں۔تو فقہا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھا ہے، حالانکہ آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں غیب نہیں جانتے تھے، تو وفات کے بعد غیب کیسے جان سکتے ہیں۔''

(فتاویٰ قاضی خان:4/468-469 ،وفی نسخہ،ص883 ،طبع نولکشور)

④ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (616ھ) فرماتے ہیں:

تَزَوُّجُ امْرَأَةٍ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ هٰذَا نِكَاحٌ لَّمْ يَحْضُرْهُ شُهُودٌ، وَعَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الصَّفَّارِ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهٗ قَالَ : يُكَفَّرُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا؛ لِأَنَّهٗ اعْتَقَدَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَالِمُ الْغَيْبِ .

''کسی شخص کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر شادی کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس نکاح میں گواہ حاضر نہیں ہوئے۔ قاسم صفار رحمہ اللہ فرماتے ہیں : جو ایسا کرے گا، اس کی تکفیر کی جائے گی، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ بنایا ہے۔''

(المُحيط البُرهاني في الفقه النُّعماني : 29/3)

⑤ علامہ عثمان بن علی، زیلعی حنفی رحمہ اللہ (743ھ) فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ الْمُنْفَرِدُ بِعِلْمِ الْغَيْبِ .

''صرف اللہ ہی علم غیب جانتا ہے۔''

(تبيين الحقائق : 105/3)

⑥ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) فرماتے ہیں:**

قَوْلُهُ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» عَلٰى مَعْنَى الْإِقْرَارِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِصِفَةِ الْبَشْرِيَّةِ مِنْ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهُ .

''آپ ﷺ کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس بات کا اقرار ہے کہ آپ صفت بشریت سے متصف ہیں اور بشر کچھ بھی غیب نہیں جانتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ انہیں بتا دے۔''

(عمدة القاري : 247/24)

✿ **نیز فرماتے ہیں:**

قَوْلُهٗ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» اَلْبَشَرُ يُطْلَقُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالْوَاحِدِ يَعْنِي أَنَّهٗ مِنْهُمْ، وَالْمُرَادُ أَنَّهٗ مُشَارِكٌ لِلْبَشَرِ فِي أَصْلِ الْخَلْقَةِ وَلَوْ زَادَ عَلَيْهِمْ بِالْمَزَايَا الَّتِي اخْتَصَّ بِهَا فِي ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَقَدْ ذَكَرْتُ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْآثَارِ وَفِي قَوْلِهٖ : «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ مِنَ الْبَشَرِ وَلَا أَدْرِي بَاطِنَ مَا يَتَحَاكَمُونَ فِيهِ عِنْدِي وَيَخْتَصِمُونَ فِيهِ لَدَيَّ، وَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلٰى ظَاهِرِ مَا تَقُولُونَ، فَإِذَا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، لَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ تَصِحَّ دَعْوَةُ غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ أَوْ مُنَجِّمٍ الْعِلْمَ، وَإِنَّمَا يَعْلَمُ

الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُعْلِمُوا بِهٖ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوَحْيِ .

''فرمانِ نبوی کہ میں بشر ہوں، بشر کا لفظ جماعت اور واحد دونوں پر بولا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ جنس بشر سے ایک فرد ہیں، آپ اصل تخلیق میں بشر کے ساتھ مشترک ہیں، اگرچہ ذات وصفات میں بہت سے خصائص کی وجہ سے آپ ﷺ عام انسانوں سے بڑھ کر ہیں، یہ خصائص شرح معانی الآثار میں مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں بشر ہوں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں بشر میں سے ہوں اور میں آپ کے جھگڑوں کی باطنی حقیقت نہیں جانتا، آپ میرے پاس فیصلے کے لیے آتے ہو، تو میں ظاہری اقوال کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ جب انبیا غیب نہیں جانتے تو کسی کاہن، نجومی وغیرہ کی طرف سے یہ دعویٰ درست ہونا ممکن نہیں۔ انبیا غیب میں سے صرف وہی جانتے ہیں، جن کی انہیں وحی کی کسی قسم کے ذریعے خبر دے دی گئی ہو۔''

(عمدة القاري، تحت الحديث : 7181)

⑦ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (970ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْخَانِيَّةِ وَالْخُلَاصَةِ لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لِاعْتِقَادِهٖ أَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ .

''خانیہ اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرے، تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور وہ بندہ اس اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں۔''

(البحر الرّائق : 94/3)

⑧ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (1014ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُولُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُخْبِرَهٗ .

''اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی وہی خبریں جانتے ہیں، جن کے متعلق آپ کو خبر دے دی گئی ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 2065/5)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا بِمَا يُعَلَّمُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف وہی غیب جانتے تھے، جو آپ کو سکھا دیا گیا تھا۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 637/2)

❀ مزید فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ : فِيهِ تَنْبِيهٌ عَلَى الْحَالَةِ الْبَشَرِيَّةِ، وَأَنَّ الْبَشَرَ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ وَبَوَاطِنِ الْأُمُورِ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يُطْلِعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ .

''حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس میں بشر کے احوال پر تنبیہ ہے، یقیناً بشر غیب اور معاملات کے باطن سے واقف نہیں ہوتا، الا یہ کہ کسی معاملہ کی خبر اللہ تعالیٰ اسے دے دے۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 2441/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يُوحِي اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِمْ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ مَا يُوحِي .

”اللہ انبیا کو علم غیب کے متعلق وحی کرتے تھے، جو بھی کرتے تھے۔“

(مِرقاۃ المَفاتیح : 3588/8)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّهٗ يُرِيدُ نَفْيَ عِلْمِ الْغَيْبِ عَنْ نَفْسِهٖ، وَأَنَّهٗ لَيْسَ بِمُطَّلِعٍ عَلَى الْمَكْنُونِ .

”حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خود سے علم غیب کی نفی کی ہے، آپ پوشیدہ چیزوں کو نہیں جانتے۔“

(مِرقاۃ المَفاتیح شرح مِشکاۃ المَصابیح : 3345/8)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا بِمَا أَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحْيَانًا وَّقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاؤُنَا الْحَنَفِيَّةُ بِتَكْفِيرِ مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ كَذَا فِي الْمُسَايَرَةِ لِلْإِمَامِ ابْنِ الْهُمَامِ .

”حاصل کلام یہ کہ انبیائے کرام علیہم السلام پوشیدہ چیزوں کو نہیں جانتے، صرف وہی کچھ جانتے ہیں، جس کا علم انہیں اللہ نے دیا ہو۔ علمائے احناف نے اس شخص کی صراحت کے ساتھ تکفیر کی ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے، کیونکہ یہ دعوی اللہ کے اس فرمان کے معارض ہے: ”اے پیمبر! کہہ دیجئے کہ زمین وآسمان کے غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ المسایرۃ لابن

ہمام میں یہی لکھا ہوا ہے۔‘‘

(شرح الشِّفا : 466/2، شرح الفقه الأكبر : 185 المسايرة لابن الهمام : 88/2)

٩ **علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ (1052ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّمَا مَنَعَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ كَرَاهَةَ أَنْ يُسْنَدَ عِلْمُ الْغَيْبِ إِلَيْهِ مُطْلَقًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ .

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچیوں کو منع کر دیا، کیونکہ آپ اپنی طرف مطلقا علم غیب کی نسبت کو ناپسند کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔‘‘

(لمعات التّنقيح : 43/6)

✿ **نیز فرماتے ہیں:**

اَلْعُلُومُ الَّتِي يُتَوَصَّلُ بِهَا إِلَى الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ .

’’وہ علوم، جن کے ذریعے غیب تک رسائی حاصل کی جاتی ہے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔‘‘

(لمعات التّنقيح : 625/3)

✿ **نیز فرماتے ہیں:**

لَا عِلْمَ لَهٗ بِالْغَيْبِ إِلَّا بِتَعْلِيمِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غیب کا صرف وہ علم تھا، جو اللہ نے آپ کو سکھایا تھا۔‘‘

(لمعات التّنقيح : 540/8)

١٠ **پانچ سو حنفی فقہاء کا فتویٰ ہے:**

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، وَلَمْ يَحْضُرِ الشُّهُودُ قَالَ : خُدَايَرَا وَرَسُولُ رَا

كَوَاهُ كَرْدَمْ، أَوْ قَالَ : خُدَايَ رَا وَفِرِشْتَكَانَ رَا كَوَاهُ كَرْدَمْ، كَفَرَ .

”جس نے بغیر گواہوں کے شادی کی اور کہا: میں خدا اور رسول ﷺ کو گواہ بناتا ہوں، یا کہا: خدا اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔“

(فتاویٰ عالمگیری: 266/2)

⑪ علامہ محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ (1270ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ عِلْمُ الْغَيْبِ بِلَا وَاسِطَةٍ كُلًّا أَوْ بَعْضًا مَخْصُوصٌ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ أَصْلًا .

”بہر حال بغیر کسی واسطے کے کلی علم غیب یا بعض علم غیب، اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا۔“

(روح المعاني : 223/10)

❁❁❁❁❁❁❁

رسول اللہ ﷺ کا سایہ

رسول اللہ ﷺ بشر تھے اور آپ میں بشریت والی تمام خصوصیات موجود تھیں، ان میں سے جن چیزوں کا استثنا ثابت ہو جائے، وہ تسلیم کیا جائے گا، لیکن جن چیزوں کے استثنا پر کتاب وسنت اور سلف صالحین میں سے کوئی دلیل نہیں ملتی، ان کو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، ان کے پاس اس نظریہ پر کوئی دلیل نہیں ہے، نہ اسلاف امت میں سے ان کا کوئی حامی ہے۔ ائمہ محدثین نے خصائص نبویہ پر جتنی کتب تالیف کی ہیں، کسی ایک میں بھی آپ ﷺ کے سایے کی نفی نہیں کی گئی۔ سائے کا انکار کرنے والے حضرات جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں، انتہائی بودے اور کمزور ہیں، ملاحظہ ہو:

① ذکوان رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ .

”نبی کریم ﷺ کا سایہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔“

(الخصائص الكبرٰى للسّيوطي : ۷۱/۱)

جھوٹی روایت ہے:

۱۔ عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی ”متروک وکذاب“ ہے۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ''وضاع، کذاب'' کہا ہے۔

(مَناهل الصّفا : ٦٨)

۲۔ عبد الملک بن عبد اللہ کو حافظ سیوطی رحمہ اللہ اور علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(مَناهل الصفا : ٦٨، شرح الشّفاء : ٢٨٢/٣)

۳۔ ذکوان تابعی ہیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا ''مرسل'' ہے۔ نیز یہ صحیح احادیث کے مخالف بھی ہے۔

۴۔ حکیم ترمذی اس اہل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

لَمْ يَكُنْ لِّرَسُولِ اللّٰهِ ظِلٌّ . ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔''

(إمتاع الأسماع للمِقريزي : ١٧٠/٢)

جھوٹی روایت ہے۔

۱۔ محمد بن سائب کلبی متروک اور کذاب رافضی ہے۔

۲۔ ابو صالح باذام ضعیف، مدلس اور مختلط ہے۔

③ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی (۷۱۰ھ) نے ایک روایت گھڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہے:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنَافِقِينَ لِأَنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ مِنْ وُّقُوعِ الذُّبَابِ عَلٰى جِلْدِكَ لِأَنَّهٗ يَقَعُ النَّجَاسَاتِ فَيَتَلَطَّخُ بِهَا فَلَمَّا

عَصَمَكَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْقَذْرِ مِنَ الذَّرِ فَكَيْفَ لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُونُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هٰذِهِ الْفَاحِشَةِ وَقَالَ عُثْمَانُ : إِنَّ اللّٰهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِئَلَّا يَضَعَ إِنْسَانٌ قَدَمَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ الظِّلِ فَلَمَّا لَمْ يُمَكِّنْ أَحداً مِّنْ وَّضْعِ الْقَدَمِ عَلٰى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمَكِّنُ أَحداً مِّنْ تَلْوِيثِ عِرْضِ زَوْجَتِكَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے : مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جسم پر گندگی سے لتھڑی ہوئی مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتا، جب اللہ نے آپ کو اس قدر حقیر سی گندگی سے محفوظ رکھا ہے، تو وہ لازمی طور پر آپ کو فحاشی میں لتھڑے ان لوگوں کی صحبت سے بچالے گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر لگنے نہیں دیا، کہیں کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ آ جائے۔ جب اللہ نے کسی کو اپنا پاؤں آپ کے سائے پر رکھنے کی طاقت نہیں دی، تو وہ آپ کی زوجہ کی عزت کو داغ دار کرنے کی کسی کو توفیق کیسے دے سکتا ہے؟''

(تفسير النّسفي/ مدارك التّنزيل وحقائق التّأويل : ٤٩٢/٢)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

إِنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰى جَسَدِهٖ وَلَا ثِيَابِهٖ .

''مکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بیٹھی تھی، نہ کپڑوں پر۔''

(الشّفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ : ٣٦٨/١)

❁ ان کے جواب میں علامہ محمد بن محمد دلجی رحمہ اللہ (۹۴۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا عِلْمَ لِي بِمَنْ رَّوَاهُ.

''مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ بات کس نے روایت کی ہے۔''

(شرح الشّفاء للملا عليّ القاري: ١/٧٥٥)

ان روایات کی استنادی حیثیت جاننے کے بعد یہ استدلال کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا، خود بخود ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اسلام نے ہمیں قبول روایت میں ثقات کا مکلّف بنایا ہے، غیر ثقات، مجہولین اور جھوٹے لوگوں کا نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

رسول اللہ ﷺ مختار کل؟

حدیث ربیعہ رضی اللہ عنہ:

❁ سیدنا ابو ضراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي : سَلْ فَقُلْتُ : أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ : أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ : هُوَ ذَاكَ قَالَ : فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ.

”میں رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں بسر کیا کرتا تھا، ایک دن میں آپ ﷺ کے لئے وضو اور حاجت کی چیزیں لایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مانگئے! عرض کیا: جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، فرمایا: کچھ اور؟ عرض کیا: بس یہی چاہتا ہوں، تو فرمایا: تو اس کے لیے سجدوں کی کثرت کے ساتھ میری مدد کیجئے۔“

(صحیح مسلم : ٤٨٩)

سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ کا تعلق اصحاب صفہ سے تھا، اصحاب صفہ وہ فقیر مہاجرین تھے، جن کا اپنا گھر نہیں تھا، وہ رات مسجد ہی میں بسر کرتے تھے۔ یہ صحابی نبی اکرم ﷺ کے خادم تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے انہیں خدمت کے عوض کچھ دینا چاہا۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی ضرورت بیان کریں، مجھ سے کچھ مانگ لیجئے، تو

انہوں نے بجائے دنیا کے، آخرت کو ترجیح دی اور نبی کریم ﷺ سے جنت کی سفارش مانگ لی کہ اللہ کے ہاں میری سفارش کر دیں، جیسا کہ دوسری روایت اس کی وضاحت کرتی ہے:

كُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقُومُ لَهٗ فِي حَوَائِجِهٖ نَهَارِي أَجْمَعَ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَأَجْلِسَ بِبَابِهٖ، إِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ أَقُولُ : لَعَلَّهَا أَنْ تَحْدُثَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَةٌ فَمَا أَزَالُ أَسْمَعُهٗ يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، حَتّٰى أَمَلَّ فَأَرْجِعَ، أَوْ تَغْلِبَنِي عَيْنِي فَأَرْقُدَ، قَالَ : فَقَالَ لِي يَوْمًا لِّمَا يَرٰى مِنْ خِفَّتِي لَهٗ، وَخِدْمَتِي إِيَّاهُ : سَلْنِي يَا رَبِيعَةُ أُعْطِكَ ، قَالَ : فَقُلْتُ : أَنْظُرُ فِي أَمْرِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ أُعْلِمُكَ ذٰلِكَ، قَالَ : فَفَكَّرْتُ فِي نَفْسِي فَعَرَفْتُ أَنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ زَائِلَةٌ، وَأَنَّ لِي فِيهَا رِزْقًا سَيَكْفِينِي وَيَأْتِينِي ، قَالَ : فَقُلْتُ : أَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآخِرَتِي فَإِنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي هُوَ بِهٖ، قَالَ : فَجِئْتُ فَقَالَ : مَا فَعَلْتَ يَا رَبِيعَةُ؟، قَالَ : فَقُلْتُ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَشْفَعَ لِي إِلٰى رَبِّكَ فَيُعْتِقَنِي مِنَ النَّارِ، قَالَ : فَقَالَ : مَنْ أَمَرَكَ بِهٰذَا يَا

رَبِيعَةُ؟، قَالَ : فَقُلْتُ : لَا وَاللّٰهِ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَمَرَنِي بِهِ أَحَدٌ، وَلٰكِنَّكَ لَمَّا قُلْتَ : سَلْنِي أُعْطِكَ، وَكُنْتَ مِنَ اللّٰهِ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي أَنْتَ بِهِ نَظَرْتُ فِي أَمْرِي، وَعَرَفْتُ أَنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ وَزَائِلَةٌ وَأَنَّ لِي فِيهَا رِزْقًا سَيَأْتِينِي فَقُلْتُ : أَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآخِرَتِي، قَالَ : فَصَمَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ لِي : إِنِّي فَاعِلٌ فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ .

’’میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور سارا دِن آپ کی ضروریات کا اہتمام کرتا تھا، حتی کہ آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھ لیتے۔ پھر جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہو جاتے، تو میں یہ سوچ کر دروازے پہ بیٹھ جاتا کہ شاید آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پڑ جائے۔ میں سنتا رہتا کہ آپ مسلسل سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ وبحمدہٖ کہہ رہے ہیں، بالآخر تھک ہار کر میں واپس چلا جاتا، یا میری آنکھ لگ جاتی اور میں سو جاتا۔ ایک دن آپ ﷺ نے میری خدمت وتواضع دیکھ کر فرمایا: ربیعہ! مانگئے، میں آپ کو دوں گا۔ عرض کیا: آقا! کچھ سوچنے کا موقع دیجئے، پھر میں نے ذرا غور وفکر کیا، تو معلوم ہوا کہ دنیا فانی ہے اور اس میں میرے لئے جتنا رزق ہے، اتنا مجھے مل جائے گا، میں ایسا کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے لئے کچھ مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ومنزلت ہے۔ تو میں نے آقا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ

سے میرے لئے جہنم سے نجات کی سفارش کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ربیعہ! آپ سے یہ بات کس نے کہی؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! کسی نے ایسا نہیں کہا، میں نے خود سوچا کہ آپ کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے، تو کیوں نہ آخرت کے لئے ہی کچھ طلب کرلوں؟ دنیا تو عارضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کافی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: میں ایسا کروں گا، لیکن آپ بھی زیادہ نوافل پڑھ کر میری مدد کریں۔''

(مسند الإمام أحمد: ٤/٥٩، وسندهٗ حسنٌ)

فہم حدیث:

اب اس حدیث کے متعلق علماء کا فہم بھی دیکھ لیجئے۔

① علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

«مُرَافَقَتَكَ»، بِالنَّصَبِ، بِتَقْدِيرِ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ، «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ» يَحْتَمِلُ فَتْحَ الْوَاوِ، أَيْ أَتَسْأَلُ ذٰلِكَ وَغَيْرَهٗ، أَمْ تَسْأَلُهٗ وَحْدَهٗ، وَسُكُونَهَا، أَيْ أَسْأَلُ ذٰلِكَ أَمْ غَيْرَهٗ، «هُوَ ذٰلِكَ» أَيِ الْمَسْئُولَ ذٰلِكَ لَا غَيْرَ، «فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ»، أَيْ عَلٰى تَحْصِيلِ حَاجَةِ نَفْسِكَ الَّتِي هِيَ الْمُرَافَقَةُ، وَالْمُرَادُ تَعْظِيمُ تِلْكَ الْحَاجَةِ، وَأَنَّهَا تَحْتَاجُ إِلٰى مُعَاوَنَةٍ مِّنْكَ، وَمُجَرَّدُ السُّؤَالِ مِنِّي لَا يَكْفِي فِيهَا، أَوِ الْمَعْنٰى: فَوَافِقْنِي بِكَثْرَةِ السُّجُودِ قَاهِرًا بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ، وَقِيلَ: أَعِنِّي عَلٰى قَهْرِ

نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ، كَأَنَّهُ أَشَارَ إِلٰى أَنَّ مَا ذَكَرْتَ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِقَهْرِ نَفْسِكَ الَّتِي هِيَ أَعْدٰى عَدُوِّكَ، فَلَا بُدَّ لِي مِنْ قَهْرِ نَفْسِكَ بِصَرْفِهَا عَنِ الشَّهْوَاتِ، وَلَا بُدَّ لَكَ أَنْ تُعَاوِنَنِي فِيهِ، وَقِيلَ: مَعْنَاهُ كُنْ لِي عَوْنًا فِي إِصْلَاحِ نَفْسِكَ وَجَعْلِهَا طَاهِرَةً مُّسْتَحِقَّةً لِّمَا تَطْلُبُ، فَإِنِّي أَطْلُبُ إِصْلَاحَ نَفْسِكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَأَطْلُبُ مِنْكَ أَيْضًا إِصْلَاحَهَا بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلّٰهِ، فَإِنَّ السُّجُودَ كَاسِرٌ لِّلنَّفْسِ وَمُذِلٌّ لَّهَا، وَأَيُّ نَفْسٍ انْكَسَرَتْ وَذَلَّتِ اسْتَحَقَّتِ الرَّحْمَةَ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

”«مُرَافَقَتَكَ» منصوب ہے، تقدیری عبارت یہ ہے کہ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ (میں آپ سے آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں)۔ «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ» میں کئی احتمال ہیں۔ واؤ پر فتح پڑھیں، تو مراد یہ ہے کہ آپ اس کے ساتھ کسی اور چیز کا بھی مطالبہ کرنا چاہتے ہیں یا بس اسی کا؟ واؤ کے سکون کے ساتھ معنی یہ ہوگا کہ یہ مانگ لیں یا کچھ اور مانگ لیں۔ هُوَ ذٰلِكَ سے مراد یہ ہے کہ بس یہی مطالبہ ہے، کچھ اور نہیں۔ «فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ» سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کے مطالبے، یعنی میری رفاقت کو حاصل کرنے کے لیے میری مدد کیجیے۔ مقصود اس مطالبے کی عظمت بیان کرنا تھا، نیز یہ کہ ایسا مطالبہ آپ کی طرف سے تعاون کا محتاج ہے، صرف میرا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کافی نہ ہوگا یا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے نفس پر جبر کر کے میری بات مانیں۔ ایک قول یہ

ہے کہ زیادہ سجدے کر کے اپنے نفس پر جبر کے ذریعے میری مدد کریں گویا آپ نے اشارہ کیا ہے کہ جو مطالبہ آپ نے کیا ہے، وہ صرف اپنے سب سے بڑے دشمن نفس کو قابو میں کرنے سے حاصل ہوگا۔ چنانچہ میرے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے نفس کو شہوات سے دُور رکھیں اور میرا تعاون کریں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح اور اسے اپنے مطالبے کے حصول کے قابل بنانے کے سلسلے میں میرے معاون بن جائیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے بھی آپ کے نفس کی اصلاح چاہتا ہوں اور آپ کی اپنی طرف سے بھی زیادہ سجدوں کے ذریعے نفس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ سجدہ نفس کو دبانے والا اور کنٹرول کرنے والا ہے اور جو نفس عاجزی اختیار کرلے اور مطیع ہو جائے، وہ رحمت کی مستحق بن جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(حاشية السّندي على النّسائي: ٣٢٨/٢، تحت الحديث: ١١٣٩)

② علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (١٠٣١ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ مُرَافَقَةَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الدَّرَجَاتِ الْعَالِيَةِ الَّتِي لَا مَطْمَعَ فِي الْوُصُولِ إِلَيْهَا إِلَّا بِحُضُورِ الزُّلْفٰى عِنْدَ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا بِكَثْرَةِ السُّجُودِ، اُنْظُرْ أَيُّهَا الْمُتَأَمِّلُ فِي هٰذِهِ الشَّرِيطَةِ وَارْتِبَاطِ الْقَرِينَتَيْنِ لِتَقِفُ عَلٰى سِرٍّ دَقِيقٍ، فَإِنَّ مَنْ أَرَادَ مُرَافَقَةَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَالُهُ إِلَّا بِالْقُرْبِ مِنَ اللّٰهِ، وَمَنْ رَامَ قُرْبَ اللّٰهِ لَمْ يَنَلْهُ إِلَّا

بِقُرْبِ حَبِيبِهِ .

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت ان بلند درجات میں سے ایک درجہ ہے، جن کو پانا کثرت سجدہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیے بغیر ممکن ہی نہیں۔اے غوروفکر کرنے والے! اس شرط اور دونوں قرینوں کے ربط کو دیکھ کہ تو پیچیدہ راز سے واقف ہو جا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہے، وہ اسے اللہ کے قرب کے بغیر نہیں پا سکتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہے، وہ اس کے حبیب ﷺ کے قرب کے بغیر اسے نہیں پا سکتا۔''

(فیض القدیر : ٤/٤٤٠، ح : ٥٥٠٢)

جب سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے جنت میں رفاقت کے حوالے سے سفارش چاہی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفارش میں کر دیتا ہوں، اخلاص و عمل صالح کے ساتھ ربّ تعالیٰ کا قرب آپ حاصل کر لیں، تو بات بن جائے گی۔

ایک غلط مفہوم:

احمد رضا خان بریلوی صاحب اس حدیث پر

''دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور کے اختیار میں ہیں، جسے جو چاہیں عطا کریں'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''الحمد للہ یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کُش ہے۔ حضور اقدس خلیفہ اللہ الاعظم ﷺ کا مطلقاً، بلا قید وبلا تخصیص ارشاد فرمانا ''سل'' مانگ، کیا مانگتا ہے، جانے وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے، جس سے صاف ظاہر ہے

کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔ جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا، مانگ کیا مانگتا ہے، یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار کے اختیار میں سب کچھ ہے۔''

(الامن والعلی، ص۱۳۱۔۱۳۲)

اس مفہوم کو قرآن سنت اور اسلاف امت کے فہم کی توثیق حاصل نہیں ہے اور یہی قول فیصل ہے کہ قرآن وسنت کا جو مفہوم سلف نے نہیں لیا، وہ مفہوم خطا ہے اور بس۔

رسول اللہ ﷺ سے استعانت:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفد ہوازن سے فرمایا:

إِذَا صَلَّيْتُمْ فَقُولُوا : إِنَّا نَسْتَعِينُ بِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ فِي نِسَائِنَا وَأَبْنَائِنَا .

''جب ظہر کی نماز پڑھ چکو، تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا: ہم رسول اللہ ﷺ سے استعانت کرتے ہیں، مؤمنین پر، اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں۔''

(سنن النّسائي : ۳۷۱۸)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ محمد بن اسحاق مدلس ہیں، ثقہ مدلس جب بخاری و مسلم کے علاوہ ''عن'' سے روایت کرے، تو ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

حیرانی ہے کہ احمد رضا خان صاحب اس سے عقیدہ ثابت کرتے ہیں:

”حدیث فرماتی ہے، سید عالم ﷺ نے بنفسِ نفیس تعلیم فرمائی کہ مجھ سے مدد چاہنا۔نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول ﷺ سے استعانت کرتے ہیں۔“

(الامن والعلی:۱۲۱)

✿ اس حدیث کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

إِذَا صَلَّيْتُ لِلنَّاسِ الظُّهْرَ، فَقُومُوا، فقُولُوا : إِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِرَسُولِ اللّٰهِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ فِي أَبْنَائِنَا وَنِسَائِنَا .

”جب میں ظہر کی نماز پڑھا دوں، تو آپ کھڑے ہو جائیں اور یہ کہیں : ہم اپنے بیٹوں اور اپنی بیویوں کے بارے میں مسلمانوں کی طرف رسول اللہ ﷺ کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مسلمانوں کی سفارش لاتے ہیں۔“

(سيرة ابن هشام : ٤٨٩/٢، مسند الإمام أحمد : ٢١٨/٢، وسندهٗ حسنٌ)

مختارِ خزائن الٰہی کون؟

اللہ کے خزانوں پر کسی مخلوق کا کوئی اختیار نہیں ہے، نہ ہی کوئی یہ دعوی کرسکتا ہے کہ وہ خزائن الٰہی کا مختار ہے، آج تک کسی پیغمبر، صحابی، تابعی یا کسی ولی نے ایسا دعوی نہیں کیا ہے، لیکن آپ حیران ہوں گے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر ایسے اتہام بھی باندھ رکھے ہیں، چند روایات اور ان پہ تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

روایت نمبر ①:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئیں : ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، أَمَّا الْحَسَنُ فَقَدْ نَحَلْتُهُ حِلْمِي وَهَيْبَتِي، وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَقَدْ نَحَلْتُهُ نَجْدَتِي وَجُودِي .

''ہاں! حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور سخاوت بخشتا ہوں۔''

(تاريخ دِمشق لابن عساكر : ١٢٩/١٤)

تبصرہ:

باطل روایت ہے۔محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسے جمہور محدثین نے ''ضعیف'' کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد : ١٣٤/٩)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(كتاب الضعفاء : ٣٤٢)

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''اس کی حدیث کسی کام کی نہیں۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٢/٨، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ جِدًّا ذَاهِبٌ .

”ضعیف الحدیث اور سخت منکر الحدیث، نیز بہت کمزور راوی ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٢/٨)

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”متروک“ کہا ہے۔

(سؤالات البرقاني : ٤٧٤)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ فِي عِدَادِ شِيعَةِ الْكُوفَةِ، وَيَرْوِي مِنَ الْفَضَائِلِ أَشْيَاءَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

”اس کا شمار کوفہ کے شیعہ میں ہوتا ہے۔اس نے ایسے فضائل روایت کیے ہیں، جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : ٦/١١٤)

روایت نمبر ②:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اِنْحَلْهُمَا ”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیں، فرمایا:

نَحَلْتُ هٰذَا الْكَبِيرَ الْمُهَابَةَ وَالْحِلْمَ، وَنَحَلْتُ هٰذَا الصَّغِيرَ الْمَحَبَّةَ وَالرِّضَا .

میں نے بڑے (حسن) کو ہیبت و بردباری عطا کی اور چھوٹے (حسین) کو محبت ورضا عطا کی۔“

(كنز العمال للمتقي الهندي : ٣٧٧١٣)

تبصرہ:

’’ضعیف‘‘ ہے۔ ناصح بن عبداللہ المحلمی سخت مجروح ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، كَانَ يَذْهَبُ إِلَى الرَّفْضِ.

’’یہ منکر حدیث تھا اور رافضی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔‘‘

(الضُّعَفاء الكبير للعُقَيْلي : ٣١١/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

امام یحییٰ بن معین، امام عمرو بن علی فلاس، امام ابو حاتم وغیرہم رحمہم اللہ نے اسے ’’متروک‘‘ اور ’’ضعیف الحدیث‘‘ جیسے الفاظ کے ساتھ مجروح کیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٥٠٣/٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔ (تقريب التهذيب : ٧٠٦٧)

روایت نمبر ③:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میرے دونوں بیٹوں کو کسی چیز کا وارث بنا دیں۔ فرمایا:

أَمَّا حَسَنٌ فَلَهٗ هَيْبَتِي وَسُؤْدَدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهٗ جُرْأَتِي وَجُودِي.

’’حسن کے لیے تو میری ہیبت اور میری سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جرأت اور جود وسخاوت ہے۔‘‘

(المُعجم الكبير للطّبراني : ٤٢٣/٢٢، تاريخ دِمشق لابن عساكر : ٢٢٩/١٣)

تبصرہ:

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

''اس روایت میں بعض ایسے راوی ہیں، جن کو میں پہچان نہیں پایا۔''

(مَجمع الزوائد : ۱۸۵/۹)

② ابراہیم بن علی بن حسن رافعی جمہور کے ہاں ''ضعیف'' ہے۔امام بخاری، امام دارقطنی، وغیرہما رحمہما اللہ نے اس پر جرح کی ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُخْطِئُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْ حَدِّ مَنْ يُّحْتَجُّ بِهٖ إِذَا انْفَرَدَ، مَرَّضَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ الْقَوْلَ فِيهِ.

''یہ غلطیاں کرتا تھا، یہاں تک کہ جب یہ منفرد ہو تو ان راویوں کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے جن سے حجت لی جاتی ہے۔امام یحییٰ بن معین کی رائے اس کے بارے میں تحقیق پر مبنی نہیں ہے (یعنی ان کی رائے درست نہیں، بلکہ دوسرے محدثین کی رائے اس کے بارے میں راجح ہے۔)''

(کتاب المَجروحین : ۱۰۳/۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۲۱۹) نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلرَّافِعِيُّ ضَعَّفُوهُ.

’’رافعی کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔‘‘

(تلخيص المُستدرك : ٤/١٨٠)

علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب کا استدلال:

❁ ان روایات پر خان بریلوی صاحب نے سرخی جمائی ہے:

’’نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو جہان کی دولت ایک جملہ فرما کر بخش دیتے ہیں۔‘‘

(الامن والعلی، ص ۱۰۸)

❁ نیز لکھا ہے:

’’نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختارِ خزائنِ الٰہی ہونے کا نفیس ثبوت۔‘‘

(الامن والعلی، ص ۱۰۹)

جب یہ روایات ضعیف ہیں، تو ایسے ابواب و استدلال یقیناً ناقابل التفات ہوں گے، اللہ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورج کو لوٹ جانے کا حکم:

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الشَّمْسَ، فَتَأَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَهَارٍ .

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا، تو وہ دن کا کچھ حصہ لیٹ ہو گیا۔‘‘

(المُعجم الكبير للطّبراني : ٤٠٥١)

تبصرہ:

باطل (جھوٹی) روایت ہے:

① احمد بن عبد الرحمٰن بن مفضل کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے پہچان نہیں پایا۔''

(مجمع الزّوائد : ٤٦/٩)

② ولید بن عبد الواحد تیمی کو صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات : ۲۲۴/۹'' میں ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' ہے۔

③ ابوالزبیر ''مدلس'' ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

فائدہ:

احمد بن عبد الرحمٰن الحرانی کی محفوظ بن بحر نے متابعت کی ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسيوطي : ٣٤١/١، نقلًا عن كتاب طرق حديث ردّ الشمس لأبي الحسن شاذان الفضلي)

لیکن یہ خود جھوٹا ہے۔

✿ حافظ ابوعروبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ . ''یہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔''

(الكامل لابن عدي : ٤٤١/٦)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ أَحَادِيثُ يُوصِلُهَا وَغَيْرُهٗ يُرْسِلُهَا، وَأَحَادِيثُ يَرْفَعُهَا وَغَيْرُهٗ يُوقِفُهَا عَلَى الثِّقَاتِ .

''اس نے بہت سی ایسی احادیث کو موصول بیان کر دیا ہے، جنہیں اس کے

علاوہ دوسرے راوی مرسل بیان کرتے ہیں ، نیز اس نے بہت سی ایسی احادیث کو مرفوع بیان کر دیا ہے جن کو دوسرے راوی ثقہ راویوں پر موقوف بیان کرتے ہیں۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : ٤٤١/٦)

اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۹/۲۰۴'' میں ذکر کیا ہے، کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا، لہٰذا یہ راوی ''ضعیف'' ہے۔ حافظ ہیثمی (مجمع الزوائد : ۸/ ۲۹۷) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:٦/ ۲۲۱) کا اس کی سند کو ''حسن'' قرار دینا تساہل پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب کا اس پر یہ استدلال بھی فہم سلف اور نصوص قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتا، لکھتے ہیں:

''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم شمس وقمر، تمام ملکوت السماوات والارض پر حاوی ہے، آفتاب کو حکم دیا کہ ٹھہر جا، فوراً ٹھہر گیا، اسی طرح چاند۔''

(الامن والعلی، ص۱۲۲)

چاند کو حکم:

❀ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گھوارے میں چاند سے باتیں فرماتے انگشت مبارک سے اشارہ کرتے، چاند اُس طرف جھک جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَيُحَدِّثُنِي وَيُلْهِينِي عَنِ الْبُكَاءِ، وَأَسْمَعُ وَجْبَتَهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ .

''میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے۔ وہ مجھے رونے سے بہلاتا۔ میں

اس کے گرنے کی آواز بھی سنتا تھا، جب وہ زیرِ عرش سجدے میں گرتا۔‘‘

(دلائل النّبوة للبيْهقي : ٤١/٢، تاريخ ابن عساكر : ٣٦٠/٤)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔ احمد بن ابراہیم حلبی کے بارے میں خود امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ’’مجہول‘‘ ہے، جبکہ یہ کذاب ہے اور اپنی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ، وَأَحَادِيثُهٗ بَاطِلَةٌ مَّوْضُوعَةٌ كُلُّهَا، لَيْسَ لَهَا أُصُولٌ، يَدُلُّ حَدِيثُهٗ عَلٰى أَنَّهٗ كَذَّابٌ.

’’میں اسے جانتا تو نہیں، البتہ اس کی بیان کردہ تمام احادیث باطل اور جھوٹی ہیں۔ ان کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی حدیثیں بتاتی ہیں کہ یہ جھوٹا تھا۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٤٠/٢)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ’’کتاب الضعفاء والمتروکین‘‘ میں ذکر کیا ہے۔

اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’الثقات: ۱۰۱/۹‘‘ میں ذکر کیا ہے۔

اسے علم سے دوری کہیے یا کہ خیر سے محرومی۔ اس موضوع روایت سے بھی علامہ احمد رضا خان صاحب نے استدلال قائم کر رکھا ہے:

’’جب دودھ پیتوں کی حکومتِ قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ اللہ الکبریٰ کا ظہور عین شباب پر ہے۔ آفتاب کی کیا جان کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے۔ آفتاب و ماہتاب درکنار واللہ العظیم ملائکہ مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسق عالم جن کے

ہاتھوں پر ہے، محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائرۂ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

(الامن والعلی، ص۱۲۳)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا سورج کو پلٹانا:

۞ علامہ احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا۔ ارشاد فرمایا: رُدُّوهَا عَلَيَّ پلٹا لاؤ میری طرف۔ سیدنا علی سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ (فرشتوں) کو جو آفتاب پر متعین ہیں، یعنی سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ۔ وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سلیمان علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی۔" (الامن والعلی، ص۱۲۴)

تبصرہ:

یہ جھوٹی کہانی ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَثْبُتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّلَا عَنْ غَيْرِهٖ وَالثَّابِتُ عَنْ جُمْهُوْرِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالتَّفْسِيرِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنَّ الضَّمِيرَ

الْمُؤَنَّثَ فِي قَوْلِهِ : ﴿رُدُّوهَا﴾ لِلْخَيْلِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ بات نہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، نہ کسی اور صحابی سے۔ جمہور مفسرین صحابہ وتابعین سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ﴿رُدُّوهَا﴾ میں ضمیر گھوڑوں کی طرف لوٹتی ہے۔ واللہ اعلم!''

(فتح الباري : ٦/٢٢٢)

فائدہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، ...... فَقَالَ لِلشَّمْسِ : إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .

''اللہ کے ایک نبی نے (دشمنوں کے ساتھ لڑائی کی) .... انہوں نے سورج سے کہا: تو بھی (اللہ کے حکم کا) پابند ہے اور میں بھی پابند ہوں۔ اے اللہ! تو اس سورج کو میرے لیے کچھ دیر روک دے۔ سورج کو اس نبی کی فتح تک روک دیا گیا۔''

(صحيح البخاري : ٣١٢٤، صحيح مسلم : ١٧٤٧)

ایک نبی کا طرزِ عمل بھی دیکھیں کہ وہ کس طرح خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں التجا کر رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ سورج اللہ کے حکم سے کچھ دیر کے لیے رُک گیا۔

کیا کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو کوئی حکم دینے کے بجائے، اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ اے اللہ! ان کو میرے لیے اس کام پر مامور کر دے؟ یقیناً ایسا کبھی نہیں ہوا، کیونکہ

صحابہ کرام پر رسول اللہ ﷺ کا حکم چلتا تھا۔اسی طرح اگر سورج چانداور دوسرانظام عالم کسی نبی کے ماتحت ہوتا،تو وہ اللہ سے دُعا کرنے کے بجائے ڈائریکٹ سورج کو رُکنے کا حکم دے دیتے،علامہ احمد رضا خان صاحب کا یہ کہنا:

”نبی کریم ﷺ کا حکم شمس وقمر،تمام ملکوت السماوات والارض پر جاری ہے۔“

کسی بھی صورت اس کی دلیل نہیں بن سکتا،اللہ ہم کوحق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صاع اور مد میں برکت ڈال دی ہے؟

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا:

اِصْبِرُوا وَأَبْشِرُوا، فَإِنِّي قَدْ بَارَكْتُ فِي صَاعِكُمْ وَمُدِّكُمْ.

”صبر سے کام لیجئے اور خوش ہو جائیے کہ میں نے آپ کے صاع اور مد میں برکت ڈال دی ہے۔“

(مسند البزّار : ١٢٧، سنن ابن ماجه : ٣٢٥٥، مختصرًا)

تبصرہ:

سند سخت ضعیف ہے۔عمرو بن دینار قہرمان آل الزبیر بالاتفاق ضعیف ہے۔

اسے امام احمد بن حنبل،امام یحییٰ بن معین،امام ابوحاتم رازی،امام ابوزرعہ رازی،امام بخاری،امام فلاس،امام نسائی،امام دارقطنی،امام ترمذی،امام ابن حبان اور امام جوزجانی وغیرہم رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔“

(فيض القدير للمناوي : ٦٠/٤)

لہٰذا حافظ منذری رحمہ اللہ (الترغیب: ۱۸۵۷) کا اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: ۳/۳۰۶) کا رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ کہنا درست نہیں، جبکہ خود حافظ منذری (۲۷۷۵) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (۸/۱۷۸) نے اس راوی کو ''متروک'' قرار دیا ہے۔

حیرت ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے اس روایت پر بھی استدلال اٹھا رکھا ہے!

''اس حدیث نے بتایا کہ اہلِ مدینہ کے رزق میں برکت رکھنے کو حضور نے اپنی طرف نسبت فرمایا۔'' (الامن والعلی از احمد رضا، ص ۱۳۹)

❁ حافظ جوزجانی رحمہ اللہ (259) فرماتے ہیں:

مِنْهُمُ الضَّعِيفُ فِي حَدِيثِهٖ، غَيْرُ سَائِغٍ لِّذِي دِينٍ أَنْ يَحْتَجَّ بِحَدِيثِهٖ وَحْدِهٖ إِلَّا أَنْ يُّقَوِّيهِ حَدِيثُ مَنْ هُوَ أَقْوٰى مِنْهُ، فَحِينَئِذٍ يُّعْتَبَرُ بِهٖ.

بعض راوی اپنی حدیث میں ضعیف ہوتے ہیں۔ کسی دین دار کے لیے ان کی حدیث سے حجت لینا جائز نہیں ہوتا، الا یہ کہ اس کی حدیث کو ایسے شخص کی حدیث تقویت دے دے، جو اس سے قوی ہو۔ اس وقت اس کی حدیث کو متابعات وشواہد میں پیش کیا جا سکتا ہے۔''

(أحوال الرّجال، ص ۳۳)

اونٹ کا رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنا:

دو اونٹ مست ہو کر بگڑ گئے تھے، کسی کو پاس نہ آنے دیتے تھے۔ مالکوں نے ایک باغ میں بند کر دیئے تھے۔ باغ اُجاڑتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو شکایت آئی، تو آپ ﷺ تشریف لائے۔ دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ ماموروں نے اندیشہ کیا، مبادا نبی اکرم ﷺ کو ایذا دیں۔ فرمایا: خوف نہ کریں اور دروازہ کھول دیں، دروازہ کھلا اور وہ دو اونٹ نبی کریم ﷺ

کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر گئے۔ صحابہ نے یہ حالت دیکھ کر عرض کی:

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ فَبلَاءُ اللّٰهِ عِنْدَنَا بِكَ أَحْسَنُ حِينَ هَدَانَا اللّٰهُ مِنَ الضَّلَالَةِ وَاسْتَنْقَذَنَا بِكَ مِنَ الْمَهَالِكِ أَفَلَا تَأْذَنُ لَنَا فِي السُّجُودِ لَكَ؟ .

''اللہ کے نبی! چوپائے آپ کو سجدہ کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے لیے آپ کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے، وہ تو اس سے بہت بہتر ہے۔ اللہ نے آپ کے ذریعے ہمیں گمراہی سے پناہ دی، ہلاکت سے نجات بخشی، تو کیا آپ ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں؟''

(دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني : ٢٨٥، تاريخ ابن عساكر : ١٣٣/٤٨)

تبصرہ :

روایت سخت ضعیف ہے۔ شبیب بن شیبہ ثقفی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُونَ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''اکثر محدثین اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : ٣١١/٤، ٨٤/٥)

اس کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (تاریخ ابن معین: ۲/ ۲۴۸) نے ''غیر ثقہ'' قرار دیا ہے، امام ابوزرعہ رازی (سوالات البرذعی: ۲/۴۴۳) اور امام ابوحاتم رازی رحمہما اللہ (الجرح والتعدیل : ۴/ ۳۵۸) نے ''غیر قوی''، امام نسائی رحمہ اللہ (کتاب الضعفاء والمتروکین : ۲۹۳) نے ''ضعیف'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۲۸۶) میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَهِمُ فِي الْأَخْبَارِ وَيُخْطِءُ إِذَا رَوٰى غَيْرَ الْأَشْعَارِ، لَا يُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ مِنَ الْأَخْبَارِ .

”جب یہ اشعار کے علاوہ کچھ بیان کرتا تھا، تو یہ روایات میں وہم اور خطا کا شکار ہو جاتا تھا۔ اس کی ان احادیث سے حجت نہیں لی جا سکتی، جن کے بیان کرنے میں یہ منفرد ہے۔“

(كتاب المَجروحين : ٣٦٣/١)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ . ”اس کی متابعت نہیں کی گئی۔“

(الضّعفاء الكبير : ١٩١/٢)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفُوهُ فِي الْحَدِيثِ .

”محدثین نے اسے حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔“

(المغني في الضّعفاء : ٤٦٤/١)

❁ علامہ احمد رضا خان صاحب نے باب قائم کیا ہے:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے پناہ دی، ہلاکت سے نجات بخشی۔“

(الامن والعلی، ص ١٢٠)

❁ نیز لکھتے ہیں :

وہابیہ کہ گمراہی پسند و ہلاک دوست ہیں۔ ان سخت ترین بلیات کو بلا کیوں سمجھیں

گے کہ ان سے پناہ دینے ،نجات بخشنے والے نبی ﷺ کو دافع البلاء جانیں۔‘‘

(الامن والعلی،ص۱۲۰)

دافع البلاء اللہ کے سوا کوئی نہیں ،جن روایات سے علامہ نے استدلال کیا ہے،ان کی علمی لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں ،کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے ایمان کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اندھی آنکھوں کو کھولنا؟

❁ جبیر بن نُفیر حضرمی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ، لَيْسَ بِوَهِنٍ ....

’’تمہارے پاس رسول تشریف لائے ہیں، جو ضعف و کاہلی سے پاک ہیں۔ تاکہ وہ غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو زندہ کردیں، اندھی آنکھوں کو کھول دیں، بہرے کانوں کو شنوا کردیں اور ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کریں، یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔‘‘

(مسند الدّارمي : ٦/١)

تبصرہ :

سند ضعیف و مرسل ہے، کیونکہ جبیر بن نُفیر تابعی ہیں اور براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان کررہے ہیں،لہٰذا ناقابل حجت ہے۔

❁ احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اس پر یہ سرخی لگائی ہے:

’’حضور نے غافل دل زندہ ، اندھی آنکھیں روشن ، بہرے کان شنوا،ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردیں۔‘‘

(الامن والعلی، ص ۱۱۹)

جزاوسزا کے مالک؟:

❀ سیدنا اعشیٰ مازنی رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی:

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبِ ....

''اے تمام آدمیوں کے سردار اور اے عرب کے جزا وسزا دینے والے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرما دی۔''

(زوائد مسند الإمام أحمد : ۲۰۱/۲)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ صدقہ بن طیسلہ اور معن بن ثعلبہ مازنی دونوں ''مجہول الحال'' ہیں، انہیں صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ اسی طرح زوائد مسند الامام احمد (۲۰۲/۲) میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں:

يَا سَيِّدَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبِ .

اس کی سند میں لگاتار چار مجہول راوی ہیں۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جَمَاعَةٌ لَّمْ أَعْرِفْهُمْ .

''اس سند میں کئی ایک راویوں کو میں نہیں جانتا۔''

(مجمع الزوائد : ۲۰۲/۲)

❁ سیدنا حارث بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا:

اِبْعَثْ مَعِي مَنْ يَدْعُو إِلٰى دِينِكَ فَأَنَا لَمُجَارٌ.

''میرے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں، جو میری قوم کو آپ کے دین کی دعوت دے اور وہ میری پناہ میں ہوگا۔''

(معجم ابن الأعرابي : ١٦٦٤، تاريخ ابن عساكر : ٤١٢/١٢)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ابو عثمان سعید بصری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❁ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَضْرِبُ غُلَامَهٗ، فَجَعَلَ يَقُولُ : أَعُوذُ بِاللّٰهِ، قَالَ : فَجَعَلَ يَضْرِبُهٗ، فَقَالَ : أَعُوذُ بِرَسُولِ اللّٰهِ، فَتَرَكَهٗ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَاللّٰهِ لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، قَالَ : فَأَعْتَقَهٗ.

''وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے اور غلام کہہ رہا تھا: میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ وہ مارتے رہے۔اس نے کہا: میں اللہ کے رسول کی پناہ میں آتا ہوں، اس پر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر اس سے زیادہ قادر ہے، جتنا آپ اس غلام پر قادر ہیں۔انہوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔''

(صحيح مسلم : ١٦٥٩)

تبصرہ:

صحیح مسلم ہی میں ہے کہ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے تھے، اس

لیے غلام نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر کہہ دیا کہ میں نبی ٔ اکرم ﷺ کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ سے رحم کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر احترام میں سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو چھوڑ دیا۔

❁ علمائے حق کہتے ہیں:

إِنِ اسْتَعَاذَ بِالْمَخْلُوقِ الْحَيِّ الْحَاضِرِ فِيمَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ فَجَائِزٌ .

''اگر کوئی شخص کسی زندہ اور حاضر مخلوق کی پناہ اس بارے میں مانگے، جس پر وہ قادر بھی ہو، تو یہ جائز ہے۔''

❁ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

مَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ .

''جو شخص کوئی پناہ پائے، اس میں آ جائے۔''

(صحيح البخاري : ۷۰۸۲، صحيح مسلم : ۲۸۸۶)

❁ علامہ احمد رضا خان صاحب کیا کیا استدلال کرتے ہیں، ایک نظر دیکھ لیجئے:

''الحمد للہ! اس حدیث صحیح کے تیور دیکھیے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کی بھی جگہ نہیں۔ یہ حدیث تو خدا جانے بیمار دلوں پر کیا کیا قیامتیں توڑے گی۔ رسول اللہ ﷺ کی دوہائی دنیا میں ان کی دوہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کی دوہائی دیتا رہا، میں نے نہ چھوڑا، جب نبی کریم ﷺ کی دوہائی دی، فوراً چھوڑ دیا۔''

(الامن والعلی، ص ۹۲)

بات تو پناہ کی ہو رہی ہے اور وہ بھی زندہ اور حاضر شخص کی پناہ کی۔ اس سے دوہائی کا

ثبوت فراہم کرلینا عجیب سی بات ہے۔

❀ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

بَيْنَا رَجُلٌ يَضْرِبُ غُلَامًا لَّهٗ، وَهُوَ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ، إِذْ بَصُرَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَعُوذُ بِرَسُولِ اللّٰهِ ....

''ایک صاحب اپنے غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اتنے میں غلام نے نبی کریم ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا۔ کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آتا ہوں۔ فوراً اس صاحب نے کوڑا ہاتھ میں دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی پناہ دینے والے کو پناہ دی جائے۔ اس صاحب نے کہا: اللہ کے رسول! وہ تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔''

(مصنف عبد الرّزاق: ٩/٤٤٥-٤٤٦، ح: ١٧٩٥٧)

تبصرہ:

من گھڑت روایت ہے:

① عمرو بن عبید ''متروک'' اور ''کذاب'' ہے۔

② حسن بصری تابعی ہیں، وہ براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں، لہٰذا روایت ''مرسل'' ہے۔

③ عبدالرزاق بن ہمام اور سفیان بن عیینہ دونوں ''مدلس'' ہیں اور بصیغۂ عن روایت کر رہے ہیں۔

❀ علامہ احمد رضا خان صاحب اس حدیث کی بنا پر لکھتے ہیں:

''الحمدللہ! اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کر دیا۔ صاف تصریح فرما دی کہ حضور اقدس ﷺ نے غلام کی دونوں دوہائیاں بھی سنیں اور پہلی دوہائی پر ان کا نہ رُکنا اور دوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا مگر افسوس وہابیت کی ذلت و مردودیت کہ نہ تو حضور اقدس ﷺ اس غلام سے فرماتے ہیں کہ تو مشرک ہو گیا۔ اللہ کے سوا میری دوہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ اللہ عزوجل کی دوہائی چھوڑ کر۔ نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کیسا شرک اکبر، خدا کی دوہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دوہائی پر یہ نظر۔ ایک تو میری دوہائی ماننی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دوہائی نہ مان کر۔ افسوس آقا و غلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر راضی ہوئے ہیں، وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے، دوہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دوہائی دینے پر پناہ دینی بھی قائم رکھی۔ صرف اتنا ارشاد ہوا کہ خدا کی دوہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔''

(الامن والعلی، ص۹۳)

✿ ان تمام احادیث پر علامہ احمد رضا خان صاحب نے یہ باب قائم کیا ہے:

''نبی ﷺ تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔''

✿ اس پر امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ ہو:

الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.

''سند دین ہے، سند نہ ہوتی، تو جس کے جی میں جو آتا، کہتا جاتا۔''

(الثقات للعجلي، ص 7، الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 16/2، وسندهٗ صحيحٌ)

عزت کی کنجیاں؟:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَوَّلُهُمْ خُرُوجًا، وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَفَدُوا، وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا، وَأَنَا مُشَفِّعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا، وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوا الْكَرَامَةَ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي .

''میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا۔ میں لوگوں کا پیشوا ہوں گا، جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے۔ میں ان کا خطیب ہوں گا، جب وہ دم بخود ہوں گے۔ میں ان کا شفیع ہوں گا، جب وہ محبوس ہوں گے۔ میں خوشخبری دینے والا ہوں گا، جب وہ عزت افزائی سے ناامید ہوں گے۔ کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔''

(مسند الدارمي : ٢٦/١، ٢٧، سنن الترمذي : ٣٦١٠، دلائل النبوة للبَيْهقي : ٤٨٤/٥)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''مختلط'' ہے۔

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''والحمد للہ رب العالمین! شکر اس کریم کا جس نے عزت دنیا، اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤوف ورحیم کے ہاتھ میں رکھا، صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(الامن والعلی، ص ٧٩)

وہی بات کہ اس کی سند ہی ثابت نہیں، تو اس پہ قائم استدلال کیوں کر صحیح ہوگا؟

نصرت کی کنجیاں؟:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سے خازن جنت نے بعد ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش اقدس میں عرض کی:

مَعَكَ مَفَاتِيحُ النَّصْرِ، قَدْ أَلَبَّ الْخَوْفُ وَالرُّعْبُ، لَا يَسْمَعُ أَحَدٌ بِذِكْرِكَ إِلَّا وَجَلَّ فُؤَادُهٗ وَخَافَ قَلْبُهٗ، وَإِنْ لَّمْ يَرَكَ يَا خَلِيفَةَ اللّٰهِ!

''آپ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ رعب و دبدبہ آپ کو پہنچایا گیا ہے۔ جو آپ کا چرچا سنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ آپ کو نہ دیکھا ہوا اے اللہ کے نائب!'' (الامن والعلی از احمد رضا خان، ص ۷۸)

تبصرہ:

یہ بے سند و بے ثبوت روایت ہے۔ بسیار کوشش کے باوجود اس کی سند نہیں مل سکی۔

❀ علامہ احمد رضا خان صاحب نے اس پر یہ باب قائم کیا ہے:

''حضور اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔''

❀ مزید لکھتے ہیں:

''ایمان کی آنکھ میں نور ہو، تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ سمجھ آ گیا۔ اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہیے کہ جس کا نام محمد ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایک دنیا کے کہنے کا نائب کہیں کا صوبہ اس کی طرف سے وہاں کے سیاہ وسپید کا مختار ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے نائب کسی پتھر کا نائب ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدر نہ جانی۔ لا، واللہ! اللہ کا نائب اللہ کی

طرف سے اللہ کے ملک میں تصرّفِ تام کا اختیار رکھتا ہے، جب تو اللہ کا نائب کہلایا، ﷺ۔‘‘

(الامن والعلی، ص ۷۸)

رسول اللہ ﷺ رازق ہیں؟:

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ، فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ.

’’جس شخص کو ہم کسی کام پر عامل مقرر کریں، پھر اس کو رزق (معاوضہ) دے دیں، اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا، خیانت ہوگی۔‘‘

(سنن أبي داوٗد : ۲۹۴۳، المُستدرك للحاكم : ۴۰۶/۱، ح : ۱۴۷۳، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۶۹) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں معاوضے اور مزدوری کو رزق کہا گیا ہے۔

❁ علامہ احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ نے رزق دیا۔‘‘

(الامن والعلی، ص ۱۱۸)

انہیں کے طرز استدلال کو ہم آگے بڑھاتے ہوئے عربی کا ایک جملہ لکھتے ہیں، پھر اس کے بعد آپ پر چھوڑتے ہیں کہ کیا پرندے کو بھی رازق و مختار تسلیم کر لیا جائے گا؟ اگر نہیں تو یقیناً رسول اللہ ﷺ کو بھی رازق و مختار نہیں کہا جا سکتا۔

❁ عرب کہتے ہیں:

رَزَقَ الطَّائِرُ فَرْخَهُ رِزْقًا كَسَبَ لَهُ مَا يَغْذُوهُ وَكُلُّ مَنْ أَجْرَيْتَ عَلَيْهِ جَرَايَةً فَقَدْ رَزَقْتَهُ يُقَالُ: رَزَقَ الْأَمِيرُ جُنْدَهُ .

''کہا جاتا ہے کہ پرندے نے اپنے چوزے کو رزق دیا یعنی اس کے لیے اس کی غذا اکٹھی کر کے لایا۔ جس شخص کو بھی آپ اس کے حصے کی مزدوری دیں، اس کو آپ نے گویا رزق دیا، مقولہ ہے کہ امیر نے اپنے لشکر کو رزق (اس کے حصے کا کھانا وغیرہ) دیا۔'' (المُعجم الوسيط : ٣٤٢/١)

تورات سے استدلال:

❁ احمد رضا صاحب اس مسئلہ پر تورات سے بھی استدلال لائے ہیں:

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّحِرْزًا لِّلْأُمِّيِّينَ ...... يَعْفُو وَيَغْفِرُ .

''اے نبی! ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لیے پناہ بنا کر بھیجا ہے......معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔''

(آیت تورات، الامن والعلی، ص۷۲)

❁ تورات کی اس آیت پر جو باب باندھا ہے، وہ کچھ یوں ہے:

''حضور اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں۔''

یاد رہے کہ تورات وانجیل کا محرف ہونا کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے۔

❁ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

’’ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے سجائی انکھڑیاں اوپر اٹھائیے اور بحمداللہ وہ سنیئے کہ ایمان نصیب ہو، تو سنی ہو جائیے۔ جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: توریت کے سفر چہارم میں ہے کہ۔۔۔: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرمایا: بے شک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا، جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں، عاجزی اور گڑگڑانے میں۔‘‘

(الامن والعلی، ص۷۲،۷۳)

❁ اس پر انہوں نے یہ باب باندھا ہے:

’’سب کے ہاتھ حضور کی طرف پھیلے ہیں۔‘‘

زبور سے استدلال:

❁ لکھتے ہیں:

’’آیت ۴۳ از زبور مقدس، نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول ہے......: اے احمد! رحمت نے جوش مارا، تیرے لبوں پر میں اس لیے تجھے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں پر گریں گی......‘‘ (الامن والعلی، ص۷۳)

❁ استدلال یہ ہے:

’’حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔‘‘

❁ اس رویے کو انتہائی نرم لفظوں میں اگر بیان کیا جا سکتا ہے، تو شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ بیان کر گئے ہیں، فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ فِيهِمْ شَبَهٌ ظَاهِرٌ مِنَ النَّصَارَى الَّذِينَ غَلُوا فِي الْمَسِيحِ أَعْظَمَ الْغُلُوِّ وَخَالَفُوا شَرْعَهٗ وَدِينَهٗ أَعْظَمَ الْمُخَالَفَةِ، وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰؤُلاءِ يُصَدِّقُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْمَكْذُوبَةِ الصَّرِيحَةِ وَيُحَرِّفُونَ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا لِتَرْوِيجِ مُعْتَقَدَاتِهِمْ.

''یہ لوگ واضح طور پر ان نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے فاسد عقائد کو رواج دینے کے لیے یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ صحیح احادیث میں تحریف معنوی کرتے ہیں۔''

(المَنار المُنیف، ص ٨٤)

یہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جتنے بھی عقائد کا استنباط کیا ہے، ضعیف وموضوع روایات سے کیا ہے، یا معنی سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے، یا توارت وانجیل وزبور وغیرہ محرف کتابوں سے عقائد کا ثبوت لائے ہیں، جس پہ جتنا حیران ہوا جائے، کم ہے۔

ایک بے سند قول:

❁ سہل بن عبداللہ تستری سے نقل کیا گیا ہے:

مَنْ لَّمْ يَرَ وَلَايَةَ الرَّسُولِ فِي جَمِيعِ أَحْوَالٍ، وَلَمْ يَرَ نَفْسَهٗ فِي مِلْكِهٖ، لَا يَذُوقُ حَلَاوَةَ سُنَّتِهٖ.

''جو ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی مِلک نہ جانے،

وہ سنت نبی ﷺ کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔‘‘

(الامن والعلی، ص۷۴)

یہ قول بے سند ہے اور احمد رضا صاحب نے اسی پر استدلال اٹھا دیا ہے:

’’جو حضور کو اپنا مالک نہ جانے، سنت کی حلاوت نہ پائے۔‘‘

کیا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کرتا ہے؟:

اس مفہوم کی روایات پر ایک نظر اور تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَرِضَ فَعَادَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ: يَا ابْنَ أَخِي، ادْعُ إِلٰهَكَ الَّذِي تَعْبُدُ أَنْ يُعَافِيَنِي، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَمِّي فَقَامَ أَبُو طَالِبٍ كَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَقَالَ لَهٗ: يَا ابْنَ أَخِي إِنَّ إِلٰهَكَ الَّذِي تَعْبُدُ لَيُطِيعُكَ قَالَ: وَأَنْتَ يَا عَمَّاهُ لَئِنْ أَطَعْتَ اللّٰهَ لَيُطِيعَنَّكَ.

’’ابوطالب بیمار ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی تیمارداری کی۔ انہوں نے (نبی اکرم ﷺ سے) کہا: بھتیجے! اپنے اس الٰہ سے دعا کر جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ وہ مجھے عافیت دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ! میرے چچا کو شفا عطا فرما۔ فوراً ابوطالب کھڑے ہو گئے گویا ان کو رسی کھول کر اس سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ کہنے لگے: جس الٰہ کی آپ عبادت کرتے ہیں، وہ آپ کی بات مانتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: چچا جان! اگر آپ بھی اس اللہ کی اطاعت کریں گے، تو وہ

آپ کی بات مانے گا۔‘‘

(المعجم الأوسط للطّبراني : ٣٩٧٣، فضائل الصّحابة لأحمد : ١١٥٢، الكامل لابن عدي : ١٠٢/٧، المُستدرك للحاكم : ٥٤٢/١، دلائل النّبوة للبَيْهقي : ١٨٤/٦)

تبصرہ:

سند ’’ضعیف‘‘ ہے، ہیثم بن جماز بکار باتفاقِ محدثین ’’ضعیف‘‘ ہے۔

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدوري : ٣٤٠١)

② امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

’’اس کی حدیث ضعیف اور منکر ہوتی ہے۔‘‘(الجرح والتعديل : ٨١/٩)

③ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ بھی ’’ضعیف‘‘ قرار دیتے ہیں۔

④ حافظ جوزجانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ قَاصًّا ضَعِيفًا، رَوٰى عَنْ ثَابِتٍ مَّعَاضِيلَ .

’’ضعیف قصہ گوراوی تھا۔ اس نے ثابت سے معضل (سخت منقطع) روایات بیان کی ہیں۔‘‘(أحوال الرّجال، ص ١٢٠)

⑤ امام نسائی رحمہ اللہ نے ’’متروک الحدیث‘‘ کہا ہے۔

(الضّعفاء، ص ٢٤٥)

⑥ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

’’اس کی حدیث محفوظ نہیں ہوتی۔‘‘(الضّعفاء الکبیر : ٤/٣٥٥)

⑦ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لِلْهَيْثِمِ غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ، وَأَحَادِيثُهُ أَفْرَادٌ غَرَائِبُ عَنْ ثَابِتٍ، وَفِيهَا مَا لَيْسَ مَحْفُوظٍ.

’’ہیثم کی مذکورہ روایات کے علاوہ بھی روایات ہیں۔ثابت سے اس کی احادیث منکر اور غریب ہوتی ہیں اور ان میں غیر محفوظ احادیث بھی موجود ہیں۔‘‘

(الكامل في ضعفاء الرّجال : ٧/١٠٣)

اس کے حق میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

❀ اس حدیث پر علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب کا استدلال یہ ہے:

’’حضور کا ربّ حضور کی اطاعت کرتا ہے۔مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک ادھر اُدھر ہو تو اُسے باہر کردو اور کوئی جھوٹا متصوف نصاریٰ کی طرح غلو و افراط والا دبا چھپا ہو، تو اُسے بھی دُور کرو اور تم ’’عبدہ ورسولہ‘‘ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہو کر یہ حدیث سنو۔‘‘

(الامن والعلی، ص ١٢٥)

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں اپنے ربّ کو دیکھوں گا، تو اُس کے لیے سجدہ شکر میں گر جاؤں گا۔اس پر کہا جائے گا:

اِرْفَعْ رَأْسَكَ، قُلْ تُطَاعُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ.

’’سر اٹھایئے! اور کہیے، آپ کی اطاعت کی جائے گی، شفاعت کیجیے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔‘‘

(مَجمع الزّوائد للهَيثمي : ۳۷۶/۱۰)

تبصرہ :

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔اسحاق بن یحییٰ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

حافظ مزی رحمہ اللہ (تہذیب الکمال:۲/ ۸۷)، حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العلو ص ۵۳)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۱۳/ ۴۶۸) فرماتے ہیں کہ اسحاق بن یحییٰ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ یہی بات امام دارقطنی رحمہ اللہ (سنن الدارقطنی: ۳/ ۱۷۶، ۴/ ۲۰۲) اور امام بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبری: ۸/ ۴۷) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۳۷۶) نے بھی کہی ہے۔

لہٰذا علامہ بریلوی صاحب کا اس سے یہ ثابت کرنا:

''حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔'' (الامن والعلی: ۱۲۵)

درست نہ ہوا۔

③ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَبِّي اسْتَشَارَنِي فِي أُمَّتِي مَاذَا أَفْعَلُ بِهِمْ، فَقُلْتُ : مَا شِئْتَ أَيْ رَبِّ، هُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ، فَاسْتَشَارَنِي الثَّانِيَةَ، فَقُلْتُ لَهٗ : كَذٰلِكَ .

''میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ اے ربّ میرے، جو تو چاہے کر کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پوچھا۔میں نے اب بھی وہی عرض کی۔''

(مسند الإمام أحمد : ۳۹۳/۵)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے، عبداللہ بن لہیعہ جمہور کے نزدیک ضعیف، مدلس اور مختلط ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ لِاخْتِلَالِ ضَبْطِهِ .

''حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام : ٦٢٥/٢)

❁ حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

''عبداللہ بن لہیعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(طرح التّثريب : ٩٤/٦)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مِمَّنْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ .

''یہ ان راویوں میں سے ہے، جن کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فتح المُغيث : ٢٢١)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ لَهِيعَةَ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''ابن لہیعہ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزوائد : ٣٧٥/١٠، ١٣/٧)

❁ نیز ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔(مجمع الزّوائد : ۱/۱۲۹)

علامہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المغنی : ۱/۱۶۱ ۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق : ۳/ ۲۳۹) نے بھی ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

حسن بن موسیٰ ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہے، لہٰذا یہ جرح مفسر ہے۔اس روایت کے شروع کے الفاظ ہیں:

غَابَ عَنَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَلَمْ يَخْرُجْ، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنْ لَنْ يَخْرُجَ .

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں چلے گئے اور آپ باہر تشریف نہیں لائے، ہمیں یہ گمان ہوا کہ اب کبھی باہر تشریف نہیں لائیں گے۔''

اس سے تو مسئلہ حاضر وناظر کی نفی ہوتی ہے، جو کہ احمد رضا خان بریلوی صاحب کو قبول نہیں،تو کیا حدیث کے ایک حصے سے استدلال ایک سے انکار درست ہے؟

فائدہ:

❁ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَبِّي اسْتَشَارَنِي فِي أُمَّتِي .

''میرے ربّ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا۔''

(كتاب التّوحيد لابن خزيمة : ٦٤٠/٢، ح : ٣٨٤)

سند ''ضعیف'' ہے۔

حجاج بن رشدین مصری جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا عِلْمَ لِي بِهٖ، لَمْ أَكْتُبْ عَنْ أَحَدٍ عَنْهُ.

''مجھے اس کے بارے کوئی علم نہیں۔ میں نے کسی سے بھی اس کی روایت نہیں لی۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ١٦٠/٣)

❀ **امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔**

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : ٢٣٤/٢)

❀ **امام خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هُوَ أَمْثَلُ مِنْهُ (مِنْ أَبِيهِ).

''یہ اپنے باپ سے عمدہ ہے۔'' (الإرشاد : ٢٥٨/١)

❀ **حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔**

(مجمع الزوائد : ١٤١/٢)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' میں ذکر کیا اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۸/ ۹۵) میں ذکر کیا ہے۔ اس کا ضعف ہی راجح ہے، واللہ اعلم!

❀ **علامہ احمد رضا صاحب ان ضعیف روایات پر استدلال قائم کرتے ہیں:**

''بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روزِ قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ سے مجمع اوّلین وآخرین میں فرمائے گا: كُلُّهُمْ يَطْلُبُونَ رِضَائِي وَأَنَا أَطْلُبُ رِضَائَكَ يَا مُحَمَّدُ! ''یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اے محمد!'' میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی آلک وبارک وسلم۔ اے مسلمان، اے سنی بھائی! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع کی

خدائی آفتاب و ماہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دل بند، غوث الثقلین، غیث الکونین، حضورِ پرنور، سیدنا و مولانا امام ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر سلام عرض نہ کر لے۔'' (الامن والعلی، ص ۱۲۷۔۱۲۸)

یہاں ہم حسن بصری رحمہ اللہ کی نصیحت پیش کرنا چاہیں گے، کہتے ہیں:

وُضِعَ دِينُ اللّٰهِ دُونَ الْغُلُوِّ وَفَوْقَ التَّقْصِيرِ .

''اللہ تعالیٰ کا دین (اسلام) غلو سے نیچے اور تقصیر سے اوپر رکھا گیا ہے۔''

(الزّهد لأحمد ابن حنبل : ١٦٤٣، وسندهٗ صحيحٌ)

تورات و انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام؟:

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرا نام قرآن میں محمد اور انجیل میں احمد اور توریت میں اُحید ہے:

إِنَّمَا سُمِّيتُ أُحِيدَ لِأَنِّي أُحِيدُ عَنْ أُمَّتِي نَارَ جَهَنَّمَ .

''میرا نام اُحید اس لیے ہوا کہ میں امت سے آتشِ دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔''

(الكامل لابن عدي : ٣٣٧/١، ت : ١٦٤، تاريخ ابن عساكر : ٣٢/٣)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔ اسحاق بن بشر ابو حذیفہ باتفاق محدثین کذاب اور وضاع ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سخت جھوٹا آدمی ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب : ٣٢٧/٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''کذاب و متروک'' کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : ٩٢)

۞ امام خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ جِدًّا، يُتَّهَمُ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ .

''یہ سخت ضعیف ہے۔اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔''

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث : ٩٥٤/٣)

۞ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَرَكَ النَّاسُ حَدِيثَهُ .

''محدثین نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔''

(الكنٰى والأسماء : ٢٦٥/١)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ مُنْكَرَةٌ؛ إِمَّا إِسْنَادًا أَوْ مَتْنًا، لَا يُتَابِعُهُ أَحَدٌ عَلَيْهَا .

''اس کی احادیث سند یا متن کے اعتبار سے منکر ہیں۔ان پر کوئی اس کی متابعت نہیں کرتا۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : ٣٣٨/١)

۞ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''غیر ثقہ'' کہا ہے۔

(المتّفق والمفترق : ٨٥/٢)

تنبیہ:

محمد بن عمر دار بجردی نے اسے ''ثقہ'' قرار دیا (تاریخ دمشق لابن عساکر : ١٨٩/٨) تو اس کے جواب میں حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے فرمایا:

لَمْ يُتَابِعِ الدَّارَبَجَرْدِيَّ عَلٰى تَوْثِيقِ أَبِي حُذَيْفَةَ .

''ابوحذیفہ کی توثیق کرنے پر داربجردی کی موافقت کسی نے نہیں کی۔''

(تاريخ دمشق : ۱۸۹/۸)

محمد بن عمر داربجردی خود مجہول ہے، تو اس کی توثیق قابل اعتبار نہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُفْرَحُ بِتَوْثِيقِ هٰذَا الرَّجُلِ .

''اس آدمی کی توثیق سے خوش نہیں ہونا چاہیے۔''

(سير أعلام النّبلاء : ۴۷۸/۹)

❁ فاضل بریلوی اس ضعیف حدیث پر تعلیق لگاتے ہیں:

''وہابی صاحبو! تمہارے نزدیک اُحید پیارا صلی اللہ علیہ وسلم دافع البلاء تو ہے ہی نہیں، کہہ دو کہ وہ تم سے نارِ جہنم بھی دفع نہ فرمائیں اور بظاہر اُمید تو ایسی ہی ہے کہ جو جس نعمتِ الٰہی کا منکر ہوتا ہے، اُس نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔''

(الامن والعلی، ص۱۱۳)

❁ نیز کہتے ہیں: ''وہابی کہتے ہیں: شفاعت محالِ مطلق ہے۔''

(الامن والعلی، ص۱۱۳)

یاد رہے کہ اہل حدیث، اہل سنت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت برحق ہے۔ کوئی اہل حدیث اس کا انکار نہیں کرتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے پیارے حبیب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔

البتہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی بنا پر آپ ﷺ کو دافع البلا وغیرہ سمجھ لینا، تو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم محدثین کے عقیدہ پر ہیں اور محدثین ایسی چیزوں کو اللہ کی توحید کے منافی جانتے ہیں اور یہی بات حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مانگنا؟:

ایک اونٹ نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر اپنے مالک کی شکایت کرتا ہے......۔

تبصرہ:

یہ روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نے البدایۃ والنہایۃ (۱۵۸/۶) میں باسند ذکر کی ہے۔

یہ سند جھوٹی ہے۔اس کے تقریبا تمام راوی ''مجہول'' ہیں۔

۱۔ سلامہ بن سعید کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

۲۔ سعید بن زیاد کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَدْرِي الْبَلِيَّةَ مِمَّنْ هِيَ؟ مِنْهُ أَوْ مِنْ أَبِيهِ أَوْ جَدِّهِ.

''نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ کس کی طرف سے ہے؟ سعید بن زیاد کی طرف سے یا اس کے باپ یا دادا کی طرف سے۔''

(کتاب المَجروحین : ۳۲۷/۱)

۳۔ سلامہ بن سعید سے نیچے تمام راویوں کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

تنبیہ:

یہ روایت حافظ منذری رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کے حوالے سے ذکر کی ہے لیکن یہ وہم ہے۔ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔

❁ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ حدیث نفیس کہ ایک اعلیٰ اعلامِ نبوت و معجزات جلیلہ حضرت رسالت علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والتحیۃ سے تھی۔ بتمامہ ذکر کرنی مناسب سمجھی۔ یہاں موضع استناد وہ پیاری پیاری استناد وہ پیاری پیاری اسناد ہے کہ جو ہماری پناہ لے ،اللہ عزوجل اسے مان لیتا ہے اور جو ہم سے التجا کرے، نامراد نہیں رہتا۔ الحمد للہ رب العالمین اور خدا جانے دافع البلاء کس شَے کا نام ہے؟''

(الامن والعلی، ص ۹۷)

تبصرہ ہم قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ مجہولین کی روایات آخر نفیس کیسے ہوسکتی ہیں؟

❁❁❁❁❁❁❁

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب عقائد

اس عنوان کے ذیل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب من گھڑت اور جھوٹی روایات کو ذکر کیا جائے گا اور ان روایات سے مستدل عقائد کی نشاندہی کی جائے گی، ان شاءاللہ!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جہنم سے روکے ہوئے ہیں؟:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا أُمَّ كُلْثُوم بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَكَانَتْ تَحْتَهٗ، فَوَجَدَهَا تَبْكِي، فَقَالَ : مَا يُبْكِيكِ؟ فَقَالَتْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! هٰذَا الْيَهُودِيُّ، تَعْنِي كَعْبَ الْأَحْبَارِ، يَقُولُ : إِنَّكَ عَلٰى بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ : مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَاللّٰهِ ! إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ رَبِّي خَلَقَنِي سَعِيدًا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى كَعْبٍ فَدَعَاهُ، فَلَمَّا جَاءَهٗ كَعْبٌ قَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَا يَنْسَلِخُ ذُو الْحِجَّةِ حَتّٰى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ عُمَرُ : أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا؟ مَرَّةً فِي الْجَنَّةِ، وَمَرَّةً فِي النَّارِ، فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّا لَنَجِدُكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَلٰى بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، تَمْنَعُ النَّاسَ أَنْ يَّقَعُوا فِيهَا،

فَإِذَا مُتَّ لَمْ يَزَالُوا يَقْتَحِمُونَ فِيهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ رو رہی تھیں، آپ نے اس کا سبب پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ امیر المومنین! یہ یہودی کعب احبار رحمہ اللہ (جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے) کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: ماشاء اللہ! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے۔ پھر کعب احبار کو بلا بھیجا۔ وہ کہنے لگے: امیر المومنین! فیصلے میں جلدی نہ کیجئے، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا: یہ کیا بات کہ کبھی جنت میں، کبھی نار میں؟ عرض کی: امیر المومنین! اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں، جب آپ فوت ہو جائیں گے، قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے۔''

(الطَبَقات الکبریٰ لابن سعد : ۳۳۲/۳)

❀ فاضل بریلوی صاحب نے اس روایت کو بنیاد بنا کر لکھا ہے:

''امیر المومنین عمر لوگوں کو دوزخ میں گرنے سے روکے ہوئے تھے۔''

(الامن والعلی، ص ۲۱۸)

تبصرہ:

① اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ سعد جاری غیر معروف اور غیر موثق ہے۔ نہیں

معلوم اس نے عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں۔

② اس ضعیف اثر کو بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اور بہت سے لوگ ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جہنم میں گرنے سے بچے ہوئے تھے۔ اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ذات کی وجہ سے آپ کی زندگی میں تمام لوگ جہنم سے آزاد ہو گئے تھے، ورنہ آپ کے زمانے میں ہی مرنے والے ہزاروں لاکھوں کفار جہنم میں جائیں گے۔

③ اسی روایت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عالم الغیب نہ تھے، کیونکہ انہیں کعب احبار رحمہ اللہ کی بات کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ کعب کو اپنی بات کی وضاحت کرنا پڑی۔

فاروق اعظم زمین کے مالک؟:

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

لَنَا رِقَابُ الْأَرْضِ .

”اس زمین کا انتظام وانصرام ہمارے ہاتھ میں ہے۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : ٢١٨/٣)

❁ فاضل بریلوی صاحب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے:

”فاروقِ اعظم فرماتے ہیں زمین کے مالک ہم ہیں۔“

(الأمن والعلی، ص ۲۱۹)

تبصرہ:

① سند ”ضعیف“ ہے، محمد بن سیرین کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی نہیں

ہوئی، یوں یہ روایت منقطع ہے۔

② اس ''ضعیف'' روایت کا مفہوم وہ نہیں جو بریلوی صاحب نے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (321ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ : لَنَا رِقَابُ الْأَرْضِ، قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ : فَدَلَّ ذٰلِكَ أَنَّ رِقَابَ الْأَرْضِينَ كُلَّهَا إِلٰى أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنَّهَا لَا تَخْرُجُ مِنْ أَيْدِيهِمْ إِلَّا بِإِخْرَاجِهِمْ إِيَّاهَا إِلٰى مَا رَأَوْا ، عَلٰى حُسْنِ النَّظَرِ مِنْهُمْ لِلْمُسْلِمِينَ، فِي عِمَارَةِ بِلَادِهِمْ وَصَلَاحِهَا، فَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ (خراج والی) تمام زمینوں کا تصرف مسلمان حکمرانوں کے پاس ہے۔ یہ زمینیں ان کے تصرف سے صرف اسی صورت نکل سکتی ہیں کہ وہ خود انہیں اپنی فہم وفراست کے ذریعے مسلمانوں کی آبادی اور ان کی خوشحالی کے لیے صَرف کر دیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔'' (شرح معاني الآثار : ۲۷۰/۳)

احباب کے علمی ذوق کی سیرابی کے لئے عرض ہے کہ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے یہ کتاب صرف اسی لیے لکھی ہے کہ احادیث و آثار کا معنی و مفہوم بیان کریں اور اس کا نام بھی یہی ہے کہ شرح معانی الآثار (احادیث و آثار کے معانی کی تشریح) اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے اس روایت کا مفہوم خود بیان نہیں کیا، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس ''ضعیف'' روایت سے بھی اولیاء اللہ کے وہ اختیارات و تصرفات

ثابت نہیں ہوتے جو کہ اعلیٰ حضرت صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

غیر اللہ کی پناہ لینا جائز ہے؟

''غیر اللہ کی پناہ مانگنا جائز ہے۔''

ایک مصری نے امیر المومنین فاروقِ اعظم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! عَائِذٌ بِكَ مِنَ الظُّلْمِ .

''امیر المومنین! آپ کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے۔''

امیر المومنین نے فرمایا:

[عُذْتَ مَعَاذًا] ''تو نے درست پناہ گاہ ڈھونڈی ہے۔''

(كنز العُمَّال لعلاء الدين علي بن حسام الدين المتّقي الهندي : ۶۶۰/۱۲)

تبصرہ:

① یہ بے سند روایت ہے۔

② اگر کوئی شخص زندہ اور حاضر شخص سے ایسی پناہ مانگے، جس پر وہ قادر ہو، تو یہ ماتحت الاسباب استعانت ہے جو کہ مخلوق سے کرنا جائز ہے۔ جو پناہ مخلوق نہ دے سکے، وہ مخلوق سے طلب کرنا شرک ہے۔ اسباب و وسائل کے تحت ظلم سے پناہ تو کوئی مظلوم، وقت کے قاضی اور چیف جسٹس سے بھی مانگ لیتا ہے اور مانگنی بھی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ وَّجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا، فَلْيَعُذْ بِهٖ .

''جو شخص کوئی پناہ پائے، اس میں آ جائے۔''

(صحيح البخاري : ٧٠٨٢، صحيح مسلم : ٢٨٨٦)

یہی فرق ہے جائز اور ناجائز استعانت میں کہ مخلوق سے اسباب ووسائل کی موجودگی میں مدد یا پناہ مانگنا جائز ہے، جبکہ اسباب ووسائل کی عدم موجودگی میں مخلوق سے مدد یا پناہ مانگنا شرک ہے اور یہی صورت محل نزاع ہے، نہ کہ ماتحت الاسباب مدد مانگنا۔

مخلوق کو فریاد کرنا؟:

خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ میں قحطِ عظیم پڑا۔اس سال کا عام الرمادہ نام رکھا گیا (یعنی جان و مال کی ہلاکت وتباہی کا سال)، سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مصر میں فرمان بھیجا: یہ ابن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط ہے:

سَلَامٌ، أَمَّا بَعْدُ! فَلَعَمْرِي، يَا عَمْرُو! مَا تُبَالِي إِذَا شَبِعْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ أَنْ أَهْلِكَ أَنَا وَمَنْ مَّعِيَ، فَيَا غَوْثَاهْ، ثُمَّ يَا غَوْثَاهْ .

''سلام کے بعد واضح ہو کہ مجھے اپنی جان کی قسم! اے عمرو، جب آپ اور آپ کے ملک والے سیر ہوں تو آپ کو کوئی پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں۔اے فریاد کو پہنچ ،اے فریاد کو پہنچ۔''

(كنز العمّال للمتقي الهندي : ٦١٥/١٢)

تبصرہ:

① بے سند اور بے ثبوت روایت ہے۔

② اختلاف مافوق الاسباب مدد میں ہے، نہ کہ ماتحت الاسباب مدد میں۔

جہاں کوئی مخلوق مدد کے وسائل واسباب نہ رکھتی ہو، وہاں اس سے مدد مانگنا شرک ہے، لیکن

جہاں مخلوق کے پاس اسباب و وسائل موجود ہوں، وہاں اس سے مدد طلب کرنا شرک نہیں، بلکہ جائز ہے۔مثال کے طور پر قحط زدہ یا سیلاب زدہ لوگ اپنے مسلمان بھائیوں سے اس مصیبت میں مدد مانگیں اور وہ اسباب و وسائل کے ذریعے ان کی مدد کر سکتے ہوں تو یہ جائز ہے۔اس کے برعکس اگر کوئی مخلوق سے ایسی چیز مانگے جس پر وہ قادر نہ ہو تو یہ شرکِ اکبر ہے جیسے کوئی کسی مخلوق سے زندگی، صحت یا اولاد وغیرہ مانگے۔

❁❁❁❁❁❁❁

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے استعانت؟

❁ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلٰى عُثْمَانَ يَسْتَعِينُهُ فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا، قَالَ : فَبَعَثَ إِلَيْهِ عُثْمَانُ بِعَشْرَةِ آلَافِ دِينَارٍ، فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ : فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا بِيَدَيْهِ وَيَدْعُو لَهُ، وَيَقُولُ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ ! مَا أَسْرَرْتَ، وَمَا أَعْلَنْتَ، وَمَا أَخْفَيْتَ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، مَا يُبَالِي عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ایک غزوے کے لیے آپ کی مدد کریں۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار بھیجے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامنے رکھا اور انہیں دونوں ہاتھوں سے چومنے لگے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے عثمان! اللہ نے تیری مخفی اور علانیہ اور قیامت تک ہونے والی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے۔ عثمان کو آج کے بعد اپنے کسی عمل کی پرواہ نہیں۔''

(الكامل لابن عدي : ١/٣٤٠، تاريخ ابن عساكر : ٦٥/٣٩، كنز العمّال : ٣٦١٨٩)

علامہ احمد رضا صاحب نے اس پر اپنے عقیدے کی بنا ڈالی ہے، لکھتے ہیں:

''کیوں وہابی صاحبو! غیر خدا سے استعانت شرک تو نہیں؟ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کے کیا معنی کہتے ہو؟''

(الامن والعلی، ص ۲۲۰)

تبصرہ:

① سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس سند کے ساتھ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔''

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : ۱۷۶/۱)

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم ثقفی کوفی کے متعلق امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى عَنِ الثِّقَاتِ بِمَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ ...... وَأَحَادِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ .

''یہ ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے................ اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔'' (الکامل في ضُعَفاء الرّجال : ۳۴۰/۱)

اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات : ۱۰۶/۸'' میں ذکر کیا ہے اور علم حدیث ورجال سے تمسک رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے تساہل کی بنا پر ان کی منفرد توثیق مفید نہیں ہوتی۔

② اس ''ضعیف'' روایت سے بھی غیر اللہ سے استعانت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ دراصل خلط مبحث کی کوشش ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ قرآن وسنت میں جہاں

جہاں غیر اللہ کی طرف سے مدد کی نفی کی گئی ہے وہ مافوق الاسباب پر محمول ہے۔یعنی اسباب و وسائل کے بغیر کوئی کسی کی کوئی مدد نہیں کرسکتا، جبکہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب و وسائل کے بھی مدد کرتا ہے۔

مثلاً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب تک زندہ تھے ان سے مسلمانوں کے اجتماعی وانفرادی مفاد کے لیے مالی تعاون طلب کیا جاتا رہا، لیکن جب آپ وفات پا گئے، تو کسی صحابی وتابعی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی کوئی مدد طلب نہیں کی۔

وجہ صرف یہی تھی کہ جب آپ بقید حیات تھے، تو ان کے پاس اپنا کاروبار اور وسیلہ موجود تھا اور وہ مدد کر سکتے تھے۔ جب آپ وفات پا گئے، تو بجائے ممد ہونے کے دوسروں کے محتاج ہو گئے۔ اپنے کفن ودفن اور غسل سے لے کر قبر تک جانے اور اس میں داخل ہونے تک میں وہ خود اپنی مدد بھی نہ کر سکے۔ اس کے بعد ان سے مدد کیسے طلب کی جا سکتی ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ حی وقیوم ہے۔ وہ اسباب کے ساتھ بھی عطا کرتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی ہی مثال لیجیے۔ اللہ تعالیٰ بغیر موسمی اسباب کے ان کو محراب میں پھلوں سے بھی نواز دیتا ہے اور بغیر جنسی اسباب کے ان کو اولاد بھی دے دیتا ہے۔ کھجور کے درخت سے ان کے لیے کھجوریں گرانا اور وہیں پر پینے کے لیے پانی جاری کرنا بھی اسباب کے بغیر تھا۔ ایسی مدد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی سب سے بہترین ہستی ہیں۔ آپ بھی بغیر اسباب کے کسی کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی، تو صحابہ کرام کے ساتھ خود بھی باہر کھانے کی تلاش میں نکل پڑتے۔ (صحیح مسلم : ۲۰۳۸) اور جب کچھ ہوتا، تو عنایت فرما دیتے۔

رہی ماتحت الاسباب مدد، یعنی اسباب و وسائل کی موجودگی میں کسی کی مدد کرنا، تو وہ ہر شخص کرتا ہے، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم اور خواہ نیک ہو یا گناہ گار۔ اس میں کسی کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔ آپ نے کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ اپنی زندگی میں اور اسباب و وسائل کے تحت کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کی یا کوئی گناہگار کسی نیک شخص کی اخلاقی و مالی مدد کرتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنا جائز ہے؟ کیا غیر مسلم این جی اوز مسلمانوں کو بددین کرنے کے لیے ان کی مالی معاونت نہیں کرتیں؟ کیا ہمارے بریلوی بھائی کسی غیر مسلم کو بھی اس کی موت کے بعد مدد کے لیے پکاریں گے؟

معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم نے غیر اللہ سے جس مدد کی نفی کی ہے، وہ مافوق الاسباب، یعنی اسباب و وسائل کے بغیر ہے۔ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیات کا یہی مفہوم ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة : ٥)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾.

(آل عمران : ١٢٦)

''مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

(الأنفال : ١٠)

''مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔''

③ یہ سوال بھی اس روایت سے پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ مختارِ کل تھے،

تو آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مدد کیوں مانگی؟ نیز ثابت ہوا کہ غیر اللہ اسباب ووسائل کی موجودگی میں مدد کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اپنی مدد آپ نہ کر سکے، بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ سے تعاون طلب کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مالی وسائل تھے، لہٰذا انہوں نے مدد کر دی۔ ایسا نہیں ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو اور رسولِ اکرم ﷺ نے باوجود اس بات کا علم ہونے کے اس سے وہ چیز مانگی ہو۔ یہی حال صحابہ کا تھا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی کبھی آپ ﷺ سے کوئی ایسی چیز طلب نہ کی، جس کے اسباب ووسائل آپ ﷺ کے پاس نہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی صحابی نے آپ ﷺ سے کوئی مدد نہیں مانگی۔

④ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کا بہترین زمانہ گزر گیا، لیکن کسی نے غیر اللہ سے مافوق الاسباب استعانت نہیں کی، یعنی کسی فوت شدہ سے کوئی مدد نہیں مانگی۔ کیا صحابہ وتابعین اور ائمہ دین وہ بات سمجھ نہیں سکے، جو فاضل بریلوی صاحب کو سمجھ آ گئی ہے؟ اگر مخلوق سے مافوق الاسباب استعانت کیے بغیر، یعنی فوت شدگان اور اصحابِ قبور سے مدد مانگے بغیر صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کا گزارا ہو گیا تھا، تو ہمارا کیوں نہیں ہوتا؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب عقائد

لوگوں میں یہ عقیدہ پھیلایا گیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا اور حاجت روا ہیں، پھر اس بدعی عقیدے پر چند روایات سے استدلال کیا گیا، جن کا جائزہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے؛

علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا؟:

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ ذَنْبُ أَعْظَمَ مِّنْ عَفْوِي، أَوْ جَهْلٌ أَعْظَمَ مِنْ حِلْمِي، أَوْ عَوْرَةٌ لَّا يُوَارِيهَا سَتْرِي، أَوْ خُلَّةٌ لَّا يَسُدُّهَا جُودِي.

''اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری معافی سے بڑھ جائے، کسی کی جہالت میری بردباری اور حلیمی سے بڑھ جائے، کسی عیب یا شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے، کسی کی حاجت کو میرا اکرم بند نہ کرے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: ۳۸۱/۱، تاریخ ابن عساکر: ۵۱۷/۴۲، کنز العمّال: ۳۶۳۶۴)

تبصرہ:

جھوٹ کا پلندا ہے۔

① ہیثم بن عدی سخت جھوٹا اور ''متروک'' ہے۔

② مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

③ اس ضعیف روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کر رہے ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند میرے پاس آئے، تو ایسا نہ ہو کہ میرے پاس اس کی ضرورت پورا کرنے کے اسباب ووسائل نہ ہوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باقی تمام زندہ انسانوں کی طرح اپنی زندگی میں اسباب ووسائل کے تحت کسی کی مدد کرتے تھے۔ اس کا کوئی انکاری نہیں، لیکن اسباب ووسائل کے بغیر یا دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ان کا مدد کرنا نہ ثابت ہے نہ ان سے ایسی مدد مانگنا جائز ہے۔

④ یہ عقیدہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں، صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے قطعاً ثابت نہیں، البتہ روافض کے ہاں ایسی باتیں مل جاتی ہیں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پکارا۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مافوق الاسباب یا وفات کے بعد مدد کر سکتے ہوتے، تو ان کے لخت جگر ضرور انہیں مصیبت کے وقت میں پکارتے۔

علی رضی اللہ عنہ حاجت روا؟:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَا أَدْرِي أَيُّ النِّعْمَتَيْنِ أَعْظَمُ عَلَيَّ مِنَّةً مِّنْ رَّبِّي، رَجُلٌ بَذَلَ مُصَاصَ وَجْهِهٖ إِلَيَّ، فَرَآنِي مَوْضِعًا لِّحَاجَتِهٖ، وَأَجْرَى اللّٰهُ قَضَائَهَا، أَوْ يَسَّرَهٗ عَلٰى يَدِي، وَلَأَنْ أَقْضِيَ لِامْرِءٍ مُّسْلِمٍ حَاجَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مِّلْءِ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّفِضَّةً.

''میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں سے کون سی مجھ پر میرے رب کی طرف سے زیادہ احسان ہے کہ ایک شخص مجھے اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا منہ

میری طرف کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میرے ذریعے پوری کردے تو یہ تمام روئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت پوری کردوں۔''(کنز العمّال : ١٧٠٤٩)

❁ فاضل بریلوی صاحب نے اس سے استدلال کیا ہے:

''وہابیہ کے نزدیک مولیٰ علی خدائی بول بول رہے ہیں۔اپنے آپ کو غفار ستار، قاضی الحاجات بتارہے ہیں۔''

(الامن والعلی،ص۲۲۲)

تبصرہ:

① بے سند روایت ہے۔

② اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو قاضی الحاجات نہیں بتا رہے، بلکہ وہ تو اللہ کو قاضی الحاجات ثابت کررہے ہیں۔

ان کے یہ الفاظ بریلوی بھائیوں کو بار بار پڑھنے چاہئیں کہ أَجْرَى اللّٰهُ قَضَائَهَا (اللہ تعالیٰ حاجت پوری کردے)۔نیز اس میں ماتحت الاسباب مدد کا ذکر ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

احباب خود ہی انصاف فرمائیں،کون کیا کہہ رہا ہے اور کس بنیاد پر کہہ رہا ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جنت وجہنم تقسیم کرنا؟

① سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلِيٌّ قَسِيمُ النَّارِ، يَدْخُلُ أَوْلِيَائُهُ الْجَنَّةَ، وَأَعْدَائُهُ النَّارَ.

''علی جہنم تقسیم کرنے والے ہیں۔ ان کے دوست جنت میں اور ان کے دشمن جہنم میں جائیں گے۔''

(العِلَل للدارقطني : ٢٧٣/٦)

تبصرہ:

روایت ''ضعیف و باطل'' ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ روایت اس سند سے باطل ہے، عبید اللہ کے نیچے تمام راوی ضعیف ہیں۔ اور قبلی سخت ضعیف ہے۔''

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَا قَسِيمُ النَّارِ، إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قُلْتُ : هٰذَا لَكِ، وَهٰذَا لِي .

''میں جہنم کا قسیم ہوں۔ جب قیامت کا دِن ہوگا، تو میں کہوں گا: (اے جہنم!) یہ تیرے لیے اور یہ میرے لیے ہے۔''

(المَعرِفة والتّاريخ للفَسَوي : ٧٦٤/٢، الكامل لابن عدي : ٣٣٩/٦، الضُّعَفاء الكبير للعُقَيلي : ٣١٥/٣، ١٥٨/٤، العِلَل المُتَناهية لابن الجَوزي : ٩٤٥/٢، ح : ١٥٧٦)

تبصرہ:

باطل روایت ہے، موسیٰ بن طریف اسدی سخت مجروح ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اسے ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں۔

(تاريخ ابن معين : ١٧٥٤)

❀ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی ''ضعیف'' کہا ہے۔(تاريخ أبي زرعة : ٦١٢/٢)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَأْتِي بِالْمَنَاكِيرِ الَّتِي لَا أُصُولَ لَهَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَقْوَامٍ مَّشَاهِيرَ.

''یہ ان لوگوں میں سے تھا، جو منکر روایات بیان کرتے تھے۔ یہ اپنے والد کے واسطہ سے مشہور ائمہ سے منسوب بے سروپا روایات بیان کرتا تھا۔''

(كتاب المَجروحين: ٢٣٨/٢)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون: ٥٢٠)

اسے امام ابن عدی (الکامل: ٦/ ٣٣٩) اور امام جوزجانی رحمہما اللہ (احوال الرجال، ص ٤٩) نے ''زائغ'' کہا ہے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ (الضعفاء: ٣/ ٤١٥) نے ''غالی ملحد'' قرار دیا ہے۔

❁ امام ابو معاویہ ضریر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قُلْنَا لِلْأَعْمَشِ: لَا تُحَدِّثْ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ، قَالَ: يَسْأَلُونِي فَمَا أَصْنَعُ رُبَّمَا سَهَوْتُ، فَإِذَا سَأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا فَسَهَوْتُ فَذَكِّرُونِي، قَالَ: فَكُنَّا يَوْمًا عِنْدَهٗ فَجَاءَ رَجُلٌ فَسَأَلَهٗ عَنْ حَدِيثِ: أَنَا قَسِيمُ النَّارِ، قَالَ: فَتَنَحْنَحْتُ، قَالَ: فَقَالَ الْأَعْمَشُ: هٰؤُلَاءِ الْمُرْجِئَةُ لَا يَدَعُونِي أُحَدِّثُ بِفَضَائِلِ عَلِيٍّ أَخْرِجُوهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى أُحَدِّثَكُمْ.

''ہم نے اعمش رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ احادیث بیان نہ کریں۔ انہوں نے کہا: وہ مجھ سے پوچھ لیتے ہیں، تو میں کیا کروں؟ بسا اوقات میں بھول جاتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے کسی چیز کے بارے پوچھیں اور میں بھول جاؤں، تو آپ مجھے یاد کروا

دینا۔ ہم ایک دن ان کے پاس تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے ان سے أَنَا قَسِيمُ النَّارِ والی روایت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اشارہ کیا۔ اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مرجی لوگ مجھے نہیں چھوڑتے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کروں۔ ان کو مسجد سے نکالیں تا کہ میں آپ کو احادیث بیان کروں۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسَوي : ٧٦٤/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

❀ عبایہ بن ربعی سے مروی ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَنَا قَسِيمُ النَّارِ .

''میں جہنم تقسیم کرنے والا ہوں۔''

اس قول کی سند بھی باطل ہے۔

① عبایہ بن ربعی متکلم فیہ ہے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے ''غالی ملحد'' کہا ہے۔

(الضُّعَفاء الكبير : ٤١٥/٣)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موسیٰ بن طریف اور عبایہ بن ربعی غالی شیعہ کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال : ٣٨٧/٢)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ عِتْقِ الشِّيعَةِ، قُلْتُ : مَا حَالُهٗ؟ قَالَ : شَيْخٌ .

''یہ پرانا شیعہ تھا۔ عرض کیا: اس کی حالت کیسی تھی؟ فرمایا: شیخ تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٢٩/٧)

② قیس بن ربیع جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(المُغني عن حمل الأسفار : ٧٠/٤، فيض القدير للمناوي : ٩٢/٣)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ النَّاسُ .

”اسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“(مجمع الزّوائد : ١٩٠/٢)

❁ ان ضعیف روایات کی بنیاد پر فاضل بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

”مولیٰ علی قسیم النار ہیں۔ ملاجی ذرا انصاف کی کنجی سے دیدۂ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھیے، تو مالک الملک، شہنشاہِ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائبِ اکبر، خلیفہ اعظم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں۔ خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، ہر شے کی کنجیاں......۔“

(الامن والعلی، ص ٨١۔٨٢)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے استعانت؟:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ ذَنْبٌ أَعْظَمَ مِنْ غَفْرِي، أَوْ جَهْلٌ أَعْظَمَ مِنْ حِلْمِي، أَوْ عَوْرَةٌ لَّا يُوَارِيهَا سَتْرِي، أَوْ خُلَّةٌ لَّا يَسُدُّهَا جُودِي .

”بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفت مغفرت سے بڑھ جائے۔ وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں

نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہو جائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں حلم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب، کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا کسی حاجت مندی کو میرا کرم بند نہ فرمائے۔‘‘

(تاریخ بغداد للخطیب: ٣٨١/١، تاریخ ابن عساکر: ٥١٧/٤٢)

تبصرہ:

① روایت من گھڑت ہے۔

ہیثم بن عدی بالاتفاق کذاب اور ’’متروک الحدیث‘‘ اور ’’مدلس‘‘ ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ، كَانَ يَكْذِبُ .

’’یہ ثقہ نہیں تھا۔ جھوٹ بولا کرتا تھا۔‘‘(تاریخ ابن مَعین: ١٧٦٧)

❁ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ، وَقَدْ رَأَيْتُهُ .

’’یہ جھوٹا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔‘‘(تاریخ العجلي: ٤٦٢)

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، مَحَلُّهُ مَحَلُّ الْوَاقِدِيِّ .

’’متروک الحدیث ہے۔ اس کا درجہ واقدی (کذاب) والا درجہ ہے۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: ٨٥/٩)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ نے ’’متروک الحدیث‘‘ کہا ہے۔‘‘

(الضعفاء والمتروكون: ٦٣٧)

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ نے ''ساقط'' کہا ہے۔

(أحوال الرّجال : ٣٦٨)

۞ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ کچھ بھی نہیں تھا۔''

(تاریخ أبي زرعة : ٤٣١/٣)

۞ امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ لَهٗ مَعْرِفَةٌ بِأُمُورِ النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الْحَدِيثِ بِالْقَوِيِّ، وَلَا كَانَتْ لَهٗ بِهٖ مَعْرِفَةٌ، وَبَعْضُ النَّاسِ يَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي صِدْقِهٖ .

''اس کو لوگوں کے معاملات اور ان کی تاریخ کی معرفت تھی۔ حدیث میں قوی نہیں تھا، نہ ہی اسے حدیث سے کوئی معرفت تھی۔ بعض محدثین اس کی سچائی پر بھی جرح کرتے ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : ٥٣/١٤، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَكَتُوا عَنْهُ .

''محدثین نے اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔''

(کتاب الضّعفاء : ٣٩٩)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

② مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

”مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : ٦/٦٦، ٧/٣٤٧، ٥/٣٢، ٩/٩٨)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورِ . ”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(فيض القدير للمَناوي : ٦/١٣، ح : ٨٢٤٧)

۞ علامہ ابن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورِ، وَقَدِ اخْتَلَطَ اَخِيرًا .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے، آخر عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔“

(طرح التّثريب : ٢/٣٤٨)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“(عمدة القاري، تحت الحديث : ٩٣٤)

عقیدہ حاضر وناظر

نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے اور اب جبکہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جا چکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔ آپ کو حاضر وناظر سمجھنے والا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم اور نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع سے اس کے دلائل ملاحظہ کیجئے۔

قرآنی دلائل:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾(آل عمران : ٤٤)

''(اے نبی!) جب وہ لوگ مریم کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی کر رہے تھے، تب آپ ان کے پاس نہیں تھے۔ نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے، جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ مَا كُنْتَ عِنْدَهُمْ يَا مُحَمَّدُ فَتُخْبِرَهُمْ عَنْهُمْ مُعَايِنَةً عَمَّا جَرٰى، بَلْ أَطْلَعَكَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ كَأَنَّكَ كُنْتَ حَاضِرًا وَّشَاهِدًا لِّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ، حِينَ اقْتَرَعُوا فِي شَأْنِ مَرْيَمَ أَيُّهُمْ يَكْفُلُهَا .

''یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان کے پاس نہیں تھے کہ ان کے بارے میں اس واقعے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے، بلکہ اللہ نے آپ کو اس بارے میں یوں اطلاع دی کہ گویا آپ مریم علیہا السلام کے معاملے میں ان کی قرعہ اندازی میں حاضر اور چشم دید گواہ تھے۔'' (تفسير ابن كثير : ٤٢/٢)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلٰى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص : ٤٤)

''(اے نبی!) طور کے مغرب کی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام کی وحی پہنچائی تھی، نہ تو آپ موجود تھے اور نہ آپ دیکھ رہے تھے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ مَا كُنْتَ حَاضِرًا لِّذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَوْحَاهُ إِلَيْكَ .

''یعنی (اے نبی!) آپ اس واقعے کے پاس حاضر نہ تھے بلکہ اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٢٤٠/٦)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ .

(القصص : ٤٦)

''جب ہم نے آواز دی تھی، تب آپ طور کی طرف نہیں تھے، بلکہ یہ آپ کے

پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے، اس لئے کہ آپ ان لوگوں کو خبردار کر دیں، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾

(القصص : ٤٥)

''(نبی!) آپ مدین کے رہائشی نہیں تھے کہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتے، بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے ہیں۔''

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾

(ص : ٦٩)

''(نبی! کہہ دیجئے) مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا کوئی علم نہیں، جبکہ وہ تکرار کررہے تھے۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾(یوسف : ١٠٢)

''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں، جس کی ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے، جب انہوں نے اپنی بات پر اتفاق کرلیا تھا اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ: وَمَا كُنْتَ حَاضِرًا عِنْدَ إِخْوَةِ يُوسُفَ، إِذْ أَجْمَعُوا، وَاتَّفَقَتْ آرَاؤُهُمْ، وَصَحَّتْ عَزَائِمُهُمْ عَلٰى أَنْ يُلْقُوا يُوسُفَ فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ.

''اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ اس وقت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس حاضر نہیں تھے جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو گہرے کنویں میں پھینکنے کا پورا ارادہ کر لیا تھا اور اس بارے میں ان کی آرا متفق ہو گئی تھی اور ان کے عزائم پختہ ہو گئے تھے۔''

(تفسير الطّبري: ۹۸/۱۳)

عقیدہ حاضر و ناظر پر ایک آیت سے استدلال؟:

بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر یہ آیت پیش کرتے ہیں:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ (الفِيل: ۱)

''(نبی!) کیا آپ جانتے ہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حشر کیا؟''

رؤیت دو طرح کی ہوتی ہے، بصری اور علمی۔ مذکورہ آیت میں رؤیت علمی ہے، جبکہ بعض احباب اس آیت میں رؤیت بصری مراد لیتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھی والوں کی ہلاکت کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قرآن کی واضح تحریف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے أَلَمْ تَرَ کا معنی أَلَمْ تَعْلَمْ کیا ہے۔

(صحيح البخاري: قبل الحديث: ٤٧٠٠)

لہٰذا یہاں رؤیت علمی مراد ہے، ذرا اس فرمانِ باری تعالیٰ پر بھی غور کیجئے:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ، فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾

(یس : ۷۷)

''کیا انسان جانتا نہیں کہ ہم نے اسے ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے اور اب وہ کھلم کھلا جھگڑتا پھر رہا ہے۔''

کیا کوئی یہاں یَرَ کا معنی ''دیکھنا'' کر سکتا ہے؟ یقیناً یہاں رؤیت علمی مراد ہے۔

کیا اس آیت میں بھی رؤیت بصری ہی مراد لی جائے گی؟:

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ﴾(یس : الأنعام : ٦)

''کیا وہ (کفار) جانتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کیا؟''

کوئی ہے، جو یہاں بھی رؤیت بصری مراد لے کر کفار مکہ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ پیش کرے گا؟

اس جیسی اور بہت سے آیات موجود ہیں، ہر آیت میں رؤیت علمی ہی مراد ہے۔ فافہم!

قرآنی دلائل کے بعد حدیثی دلائل کی طرف متوجہ ہوں۔

حدیثی دلائل:

دلیل نمبر ①:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

فَقَدْتُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ، فَالْتَمَسْتُهُ.

''ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر سے گم پایا اور آپ کو تلاش کرنے لگی۔''

(صحیح مسلم : ٤٨٦)

دلیل نمبر ②:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَصْبَحَ النَّاسُ وَقَدْ فَقَدُوا نَبِيَّهُمْ .

”صبح ہوئی، تو لوگوں نے اپنے نبی کو گم پایا۔“

(صحيح مسلم : ٦٨١)

دلیل نمبر ③:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ، فَقُلْنَا : اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ، قَالَ : فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِّنْ قِبَلَ حِرَاءٍ، قَالَ : فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ .

”ہم ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کہیں گم ہو گئے، ہم نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ (شاید) آپ پر جنوں یا انسانوں نے پراسرار طور پر حملہ کر دیا ہو۔ وہ ساری رات ہم نے پریشانی میں اور اذیت میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ غارِ حراء کی جانب سے تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو گم پایا اور تلاش کرتے رہے لیکن آپ کہیں نہ ملے، لہٰذا ہم نے پوری رات سخت

ترین پریشانی اور اذیت میں گزاری۔"

(صحیح مسلم : ٤٥٠)

دلیل نمبر ④:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِفْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَظَنَنْتُ أَنَّهٗ ذَهَبَ إِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ، فَتَحَسَّسْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ، فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

"ایک رات میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہیں ہیں، میں نے سمجھا کہ آپ کسی بیوی کے گھر چلے گئے ہوں گے۔ میں نے تلاش کیا، پھر واپس لوٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع یا سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔"

(صحیح مسلم : ٤٨٥)

دلیل نمبر ⑤:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَ أُنَاسًا فِي بَعْضِ الصَّلَوَاتِ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز میں کچھ لوگوں کو گم پایا۔"

(صحیح مسلم : ٦٥١)

دلیل نمبر ⑥:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا : مَاتَ .

''ایک عورت یا نوجوان کی عادت مسجد میں جھاڑو دینے کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا، تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اس کی وفات ہو گئی ہے۔''

(صحیح مسلم : ٩٥٦)

دلیل نمبر ⑦:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ، فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ، مُنَكِّسًا رَأْسَهُ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو گم پایا۔ ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ کو ان کے بارے میں آگاہی دیتا ہوں۔ وہ شخص آیا تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔''

(صحيح البخاري : ٣٦١٣)

دلیل نمبر ⑧:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ لَقِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، وَهُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ، فَتَفَقَّدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ: أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ.

''میں مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم ﷺ سے ملا۔ اس وقت میں جنابت کی حالت میں تھا، لہٰذا چپکے سے وہاں سے چلا گیا اور جا کر غسل کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے تلاش کیا، میں جب واپس آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! آپ کہاں تھے؟''

(صحيح مسلم: ٣٧١)

دلیل نمبر ⑨:

سیدنا قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کا نبی اکرم ﷺ کے پاس آنا جانا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بچہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ صحابی نے عرض کیا: جی، اللہ کے رسول!......

فَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَاتَ اِبْنُهُ.

''نبی اکرم ﷺ نے اسے گم پایا، تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔''

(مسند الطّيالسي، ص ١٤٥، مسند الإمام أحمد: ٤٣٦/٣، سنن النسائي: ١٨٧١، المُستدرك للحاكم: ٣٨٤/١، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۹۴۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے

اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند ''صحیح'' ہے۔''

(فتح الباري : ٣/٣٦١)

دلیل نمبر ⑩:

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ لَّهٗ، قَالَ : فَلَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ لِأَصْحَابِهٖ : هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا : نَفْقِدُ فُلَانًا وَّنَفْقِدُ فُلَانًا، قَالَ : انْظُرُوا هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا : لَا، قَالَ : لٰكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيبًا، قَالَ : فَاطْلُبُوهُ فِي الْقَتْلٰى، قَالَ : فَطَلَبُوهُ فَوَجَدُوهُ إِلٰى جَنْبِ سَبْعَةٍ قَدْ قَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَتَلُوهُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں نکلے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال غنیمت عطا کیا، تو صحابہ سے فرمایا: کیا کوئی صحابی یہاں سے غائب تو نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم فلاں اور فلاں کو گم پاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھیں، کیا اور بھی ہیں، جو مل نہ رہے ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: جلیبیب نظر نہیں آ رہے؟ انہیں مقتولین میں تلاش کریں۔ صحابہ کرام نے تلاش کیا، تو انہیں سات کفار کے پہلو میں پایا، جنہیں سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، پھر کفار نے انہیں شہید کر دیا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤/٤٢٢، وسندهٗ صحيحٌ)

ان دلائل سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں بھی ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے۔آپ ﷺ صحابہ کرام سے اور صحابہ کرام آپ ﷺ سے گم ہو جایا کرتے تھے۔اگر آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے،تو ایسا کیوں ہوتا تھا؟

دلیل نمبر ⑪:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ، فَأَخَذْتُهَا، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّي، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ.

''میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: مغیرہ! (پانی والا) برتن پکڑ یے۔میں نے برتن پکڑ لیا۔پھر آپ ﷺ چلتے گئے حتی کہ مجھ سے چھپ گئے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔''

(صحيح البخاري: ٣٦٣، صحيح مسلم: ٢٧٤)

کیا جو شخص دوسروں سے اتنا دُور ہو جائے کہ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے، وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتا ہے؟عقلی طور پر بھی یہ محال اور ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں، کیونکہ ہر جگہ میں تو گندگی اور غلاظت والی جگہیں بھی شامل ہیں، نیز لوگوں کی خلوت گاہیں اور ایسی جگہیں بھی شامل ہیں، جن کو ایک عام مسلمان بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔کسی مسلمان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اپنے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہوئے اپنی زندگی کے سارے معاملات کو انجام دے سکے۔بہت سے جائز معاملات ایسے ہیں کہ ایک مسلمان مر تو سکتا ہے لیکن ان کو کسی دوسرے مسلمان بھائی کے سامنے بھی انجام

نہیں دے سکتا، چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے وہ ایسا کرے!!!

دلیل نمبر ⑫:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَبْطَأْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ : أَيْنَ كُنْتِ؟، قُلْتُ : كُنْتُ أَسْتَمِعُ قِرَاءَ ةَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِكَ، لَمْ أَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهٖ وَصَوْتِهٖ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ : فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اسْتَمَعَ لَهٗ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ، فَقَالَ : هٰذَا سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مِثْلَ هٰذَا .

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ایک رات عشاء کے بعد دیر کر دی، پھر آئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: کہاں تھیں آپ؟ عرض کیا: میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی، میں نے نہ اس کی قراءت کی طرح کوئی قراءت سنی ہے نہ اس کی آواز کی مانند کوئی آواز۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ کھڑی ہو گئی حتی کہ آپ ﷺ نے قاری کی قراءت سنی، پھر میری طرف توجہ کی اور فرمایا: یہ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں اس طرح کے لوگ پیدا کیے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : ١٣٣٨، مسند أحمد : ١٦٥/٦، مسند البزّار : ٢٦٩٤، المُستدرك

للحاكم : ٢٢٥/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''اس کے راوی صحیح بخاری والے ہیں۔''

(مَجمع الزوائد : ٣٠٠/٩)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(مقدمة تفسير ابن كثير : ٦٣/١)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة : ٥٣٤/١)

دلیل نمبر (١٣):

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَيْنَ كُنْتَ اللَّيْلَةَ، فَقَدِ الْتَمَسْتُكَ فِي مَكَانِكَ؟، فَقَالَ : أَعَلِمْتَ أَنِّي أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ اللَّيْلَةَ؟

''ابو بکر میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ کہاں تھے؟ میں

نے آپ کو آپ کے گھر میں تلاش کیا تھا۔ میں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا؟''

(المُعجم الكبير للطّبراني : ٣٨٣/٧، ح : ٧١٤٢، تهذيب الآثار للطبري : ٢٧٧٥، مسند البزّار : ٣٤٨٤، دلائل النبوّة للبَيْهقي : ١٠٧/٢، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

قارئین! آپ ان قرآنی آیاتِ مبارکہ اور صحیح احادیثِ نبویہ پر غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف؟ اللہ تعالیٰ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف مقامات پر ہونے کی نفی کی ہے، اسی طرح خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے استفسار فرماتے تھے کہ «أَيْنَ كُنْتَ؟» ''آپ کہاں تھے؟'' نیز صحابہ کرام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے کہ «أَيْنَ كُنْتَ؟» ''آپ کہاں تھے؟'' اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

پھر حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے یہی حضرات علم غیب کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ بھلا جو کسی جگہ موجود ہو، وہاں کی بات اس کے لیے غیب کیسے ہوئی؟

علم و عقل کا کیا تقاضا ہے؟ قرآن و حدیث کس طرف رہنمائی کرتے ہیں؟ اور حق وانصاف کی پکار کیا ہے؟ فیصلہ آپ پر ہے!!!

بعض متشابہ دلائل کا جائزہ:

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾(هود : ٤٩)

''یہ غیب کی خبریں ہیں، جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ اور آپ کی قوم اس سے پہلے ان کے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے۔ صبر سے کام لیں، بلاشبہ اچھا انجام متقین ہی کے لیے ہے۔''

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذِهِ الْقِصَّةُ الَّتِي أَنْبَأْتُكَ بِهَا مِنْ قِصَّةِ نُوحٍ وَّخَبَرِهٖ وَخَبَرِ قَوْمِهٖ ﴿مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ﴾(آل عمران : ٤٤)، يَقُولُ : هِيَ مِنْ أَخْبَارِ الْغَيْبِ الَّتِي لَمْ تَشْهَدْهَا فَتَعْلَمَهَا، ﴿نُوحِيهَا إِلَيْكَ﴾ (هود ٤٩)، يَقُولُ : نُوحِيهَا إِلَيْكَ نَحْنُ، فَنُعَرِّفُكَهَا ﴿مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾(هود : ٤٩)، الْوَحْيِ الَّذِي نُوحِيهِ إِلَيْكَ .

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے جس واقعہ کی میں نے آپ کو خبر دی ہے، وہ غیب کی ایک خبر ہے، یعنی آپ وہاں موجود نہیں تھے کہ جانتے، لیکن ہم نے وہ خبریں آپ کی طرف وحی کر کے آپ کو ان کی اطلاع دے دی ہے۔ آپ اور آپ کی قوم کو اس سے پہلے اس وحی کے بارے میں علم نہ تھا جو اب ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔''

(تفسير الطّبري : ٧٤/١٢)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذِهِ الْقِصَّةُ وَأَشْبَاهُهَا ﴿مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ﴾، يَعْنِي مِنْ أَخْبَارِ الْغُيُوبِ السَّالِفَةِ ﴿نُوحِيهَا إِلَيْكَ﴾ عَلٰى وَجْهِهَا كَأَنَّكَ شَاهِدُهَا، نُوحِيهَا إِلَيْكَ، أَيْ نُعْلِمُكَ بِهَا وَحْيًا مِّنَّا إِلَيْكَ، ﴿مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾، أَيْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَكَ وَلَا عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ قَوْمِكَ عِلْمٌ بِهَا حَتّٰى يَقُولَ مَنْ يُكَذِّبُكَ : إِنَّكَ تَعَلَّمْتَهَا مِنْهُ، بَلْ أَخْبَرَكَ اللّٰهُ بِهَا .

''اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات سابقہ ادوار کی غیبی خبریں ہیں۔ہم نے ان کو اسی طرح آپ کی طرف وحی کر دیا ہے، گویا کہ آپ ان کے چشم دید گواہ ہوں۔ہم نے وحی کر کے آپ کو ان کی اطلاع دے دی ہے۔آپ اور آپ کی قوم اس سے پہلے اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے،لہٰذا آپ کو جھٹلانے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے اپنی قوم کے کسی فرد سے یہ واقعات سنے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبر آپ کو دی ہے۔''(تفسير ابن كثير : ٥٤٠/٣)

✿ نیز ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُخْبِرُهُمْ أَنَّهٗ لَا يَقْدِرُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ بِمَلِكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ بَشَرٌ مُّرْسَلٌ، مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے خزانوں میں تصرف پر قادر

نہیں، نیز وہ غیب نہیں جانتے، ہاں جس بات کی اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع دے دیتا ہے، اس کا علم انہیں ہو جاتا ہے، نیز وہ کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک بشر ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔''

(تفسير القرآن العظيم : ٥٣٢/٣)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ (التكوير : ٢٤)

''وہ (نبی) غیب پر بخیل نہیں ہیں۔''

سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں غیب سے مراد وحی اور قرآن ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ استدلال کرنا کہ نبی اکرم ﷺ کو وحی کے علاوہ بھی علم غیب عطا کیا گیا تھا، درست نہیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّ الْغَيْبَ هٰهُنَا الْقُرْآنُ وَالْوَحْيُ .

''مفسرین کا اجماع واتفاق ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں غیب سے مراد قرآنِ کریم اور وحیِ الٰہی ہی ہے۔''

(التّبيان في أقسام القرآن ، ص ١٩٧، المَواهب اللّدنية للقَسطلاني : ٥٦٦/٢)

﴿بِضَنِينٍ﴾ کی دوسری قرأت:

﴿بِضَنِينٍ﴾ کی ایک قرأت ﴿بِظَنِينٍ﴾ بھی ہے۔ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے مشہور مفسر سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمُتَّهَمٍ . ''آپ وحی کو چھپانے کے مرتکب نہیں۔''

(تفسير الطّبري : ٣٠/١٠٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ؛ وَمَا مُحَمَّدٌ عَلٰى مَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ بِظَنِينٍ، أَيْ بِمُتَّهَمٍ، وَمِنْهُمْ مَّنْ قَرَأَ ذٰلِكَ بِالضَّادِ، أَيْ بِبَخِيلٍ، بَلْ يَبْذُلُهٗ لِكُلِّ أَحَدٍ.

''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو چھپاتے نہیں۔ بعض قراء نے اسے ضاد کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو آگے پہنچانے پر بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ ہر ایک کو پہنچاتے ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : ٦/٤٠٤)

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) ضاد والی قرأت کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا مُحَمَّدٌ عَلٰى مَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْ وَحْيِهٖ وَتَنْزِيلِهٖ بِبَخِيلٍ بِتَعْلِيمِكُمُوهُ أَيُّهَا النَّاسُ، بَلْ هُوَ حَرِيصٌ عَلٰى أَنْ تُؤْمِنُوا بِهٖ وَتَتَعَلَّمُوهُ.

''اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی وحی اور کتاب کو تمہیں سکھانے کے حوالے سے بخیل نہیں ہیں، بلکہ وہ تو اس بات کے حریص ہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ اور اسے سیکھو۔''

(تفسير الطّبري : ٣٠/١٠٤)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَعْنًى حَسَنٌ جِدًّا، فَإِنَّ عَادَةَ النُّفُوسِ الشُّحُّ بِالشَّيْءِ النَّفِيسِ، وَلَا سِيَّمَا عَمَّنْ لَّا يَعْرِفُ قَدْرَهٗ وَيَذُمُّهٗ وَيَذُمُّ مَنْ هُوَ عِنْدَهٗ، وَمَعَ هٰذَا فَهٰذَا الرَّسُولُ لَا يَبْخَلُ عَلَيْكُمْ بِالْوَحْيِ الَّذِي هُوَ

أَنْفَسُ شَيْءٍ وَّأَجَلُّهٗ .

''اس آیت کا یہ معنی بہت عمدہ ہے (کہ آپ وحی کو آگے پہنچانے میں بخل سے کام نہیں لیتے)، کیونکہ عادتاً لوگ قیمتی چیز کو چھپاتے ہیں، خصوصاً ان لوگوں سے جو اس کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہوتے یا جو اس چیز کی یا اس چیز کے حامل کی اہانت کرتے ہیں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہ رسول تم پر اس وحی کے حوالے سے بخیل نہیں، جو دنیا جہان کی سب چیزوں سے قیمتی اور عمدہ چیز ہے۔''

(التِّبيان في أقسام القرآن، ص ١٩٧)

❁ مشہور لغوی فراء رحمہ اللہ (۲۰۷ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ : يَأْتِيهِ غَيْبُ السَّمَاءِ، وَهُوَ مَنْفُوسٌ فِيهِ، فَلَا يَضُنُّ بِهٖ عَنْكُمْ .

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس آسمان سے غیب کی خبریں آتی ہیں۔ یہ وحی انہیں بہت عزیز ہوتی ہے، لیکن وہ اسے تم سے چھپاتے نہیں۔''

(مَعاني القرآن : ٣/٢٤٢)

❁ لغوی امام علامہ ابوعلی فارسی رحمہ اللہ (۳۷۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰى : يَأْتِيهِ الْغَيْبُ فَيُبَيِّنُهٗ وَيُخْبِرُ بِهٖ وَيُظْهِرُهٗ، وَلَا يَكْتُمُهٗ كَمَا يَكْتُمُ الْكَاهِنُ مَا عِنْدَهٗ، وَيُخْفِيهِ حَتّٰى يَأْخُذَ عَلَيْهِ حُلْوَانًا .

''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس غیب کی خبر آتی ہے، تو آپ اسے آگے بیان کر دیتے ہیں اور اس کو سب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ ایسے نہیں کرتے، جیسے کاہن اپنے پاس موجود خبر کو اس وقت تک چھپائے رکھتا ہے جب تک اسے اجرت نہ دے دی جائے۔''

(التِّبیان في أقسام القرآن لابن القیّم، ص ۱۹۷)

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ غیب یعنی وحی پر بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ وحی کو من وعن آگے پہنچاتے تھے۔ اس سے آپ ﷺ کو عالم الغیب ثابت کرنا لغوی وتفسیری ادب کے ساتھ ظلم ہے۔ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین میں سے کسی نے اس آیت سے آپ ﷺ کے لیے علم غیب کا اثبات نہیں کیا، بلکہ پورا قرآنِ کریم پڑھنے کے باوجود اسلاف کا یہی عقیدہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

یہ مسلم ہے اور کوئی مسلمان اس سے انکاری نہیں ہو سکتا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جو بھی غیب کی خبر آئی، وہ وحی الٰہی تھی اور وحی الٰہی کے ایک ایک لفظ کو آپ ﷺ نے کمال دیانتداری سے امت تک پہنچا دیا۔ اس میں دو رائے نہیں کہ جو شخص محمد ﷺ پر وحی کا ایک بھی لفظ چھپانے کا الزام لگاتا ہے، وہ پکا بے ایمان اور کافر ہے۔ جب آپ ﷺ ناطق بالوحی تھے، تو عالم الغیب کیسے ہوئے؟ وحی ایک اطلاع ہے اور اطلاع ملنے پر غیب، غیب نہیں رہتا، بلکہ خبر بن جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے اپنے علاوہ سب سے علم غیب کی نفی کر دی ہے۔

(النّمل : ٦٥)

اگر وحی الٰہی کو علم غیب قرار دینے پر اصرار ہے، تو یہ وحی ہم تک بھی تو پہنچی ہے۔ ہر مسلمان اور ہر کافر یکساں اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا رہ جائے گا، جو عالم الغیب نہ ہو یا قرآن وسنت کا مطالعہ کر کے عالم الغیب بن نہ سکتا ہو؟

علم غیب کے حوالے سے ان لوگوں کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تمام انبیا، صلحا اور اولیا حتی کہ اولیا کی بلیاں بھی غیب جانتی ہیں، جبکہ بعض علم غیب کو صرف انبیائے کرام تک محدود کرتے ہیں اور بعض تو صرف خاتم النبیین محمد ﷺ کو عالم الغیب قرار دیتے

ہیں اور باقی سب سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں۔

ایک ایسے ہی شخص سے ہماری بات ہوئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ اللہ کے علاوہ کس کس ہستی کو عالم الغیب قرار دیتے ہیں؟ اس کا جواب تھا: صرف محمد ﷺ کو۔ اس سے پوچھا گیا: کیا جبریل علیہ السلام بھی عالم الغیب ہیں؟ اس کا جواب نفی میں تھا۔ اس سے کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ تو اس وقت تک بات نہیں کرتے تھے، جب تک وحی نہ آجاتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی وحی پر اطلاع پانا آپ کے نزدیک علم غیب ہے، تو سب سے پہلے عالم الغیب جبریل علیہ السلام ہوئے، جو اس وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیکھ کر محمد ﷺ کو سکھاتے تھے۔ پھر محمد ﷺ اسی غیب کی وحی پا کر عالم الغیب ہوئے اور اس کے بعد وہی وحی جب بے کم و کاست امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تک پہنچی، تو پوری امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی عالم الغیب ہوگئی۔ یہ کون سی منطق ہے کہ نہ پہلے نمبر والے (جبریل علیہ السلام) عالم الغیب ہوئے اور نہ تیسرے نمبر والے (مسلمان) عالم الغیب کہلائے، بلکہ صرف رسولِ اکرم ﷺ وحی پر مطلع ہونے کی بنا پر عالم الغیب کہلائے؟؟؟

اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، چنانچہ اس نے خاموشی ہی میں عافیت جانی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق پر گامزن فرمائے۔ آمین!

یا محمد کی پکار!

✿ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اُکھڑنے لگے،سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔انہوں نے یہ حالت دیکھی،تو:

نَادٰی بِشِعَارِهِمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ : يَا مُحَمَّدَاهْ

''انہوں نے مسلمانوں کا نعرہ بلند کیا،اس دن مسلمانوں کا نعرہ یَا مُحَمَّدَاہْ تھا۔''

(تاریخ الطّبري : 181/2، البِدایة والنّهایة لابن کثیر : 324/6)

روایت من گھڑت موضوع ہے۔

① سیف بن عمر کوفی بالاتفاق ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② شعیب بن ابراہیم کوفی ''مجہول'' ہے۔

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ أَحَادِيثُ وَأَخْبَارٌ، وَهُوَ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْمَعْرُوفِ وَمِقْدَارُ مَا يَرْوِي مِنَ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ لَيْسَتْ بِالْكَثِيرَةِ وَفِيهِ بَعْضُ النَّكِرَةِ لِأَنَّ فِي أَخْبَارِهٖ وَأَحَادِيثِهٖ مَا فِيهِ تَحَامُلٌ عَلَى السَّلَفِ .

''اس کی کچھ احادیث اور اخبار ہیں، یہ معروف راوی نہیں ہے۔ اس کی

احادیث اور خبروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان میں بھی کچھ نکارت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس کی اخبار اور احادیث میں سلف پر طعن موجود ہے۔“

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 7/5)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جِهَالَةٌ . ”یہ مجہول ہے۔“

(المُغني في الضّعفاء :298/1)

③ ضحاک بن یربوع کی توثیق نہیں ملی۔

④ یربوع کیسا ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

⑤ رجل من سحیم کا اتہ پتہ نہیں۔

❁ سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے، تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑنے لگے۔ اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

يَامُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللّٰهِ، إِنْزِلْ!

”اے محمد! اے محمد! اے اللہ کی مدد، اتر آ۔“

(فُتُوح الشّام لمحمّد بن عمر الواقدي :196/1)

سخت ”ضعیف“ ہے، محمد بن عمر واقدی جمہور کے نزدیک متروک و کذاب ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 255/3)

۞ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البدر المُنير : 324/5)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔(تقریب التّهذيب : 6175)

۞ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ . ''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''میرے نزدیک جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 108/4، وسندهٗ صحيحٌ)

امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی اور امام عقیلی رحمہم اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ أَخْبَارِ

الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

''غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔اس کے ضعیف ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔''(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 243/6)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں سخت ضعیف ہے۔''(تاريخ بغداد : 37/1)

❁ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا: اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں۔ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد۔ آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی ہے، بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔

(البِداية والنّهاية لابن كثير : 193/8)

سند باطل اور جھوٹی ہے۔

① سفیان بن عیینہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② مخبر (خبر دینے والا) مبہم و نا معلوم ہے۔ یہ کسی مجہول رافضی کی کارستانی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

حدیث نجد

نجد کے بارے میں صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ : اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

”اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام کو بابرکت بنا دے، اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن کو بابرکت بنا دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں؟ فرمایا: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں بھی؟ میرے خیال میں تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ شیطان کا سینگ بھی وہیں طلوع ہوگا۔“

(مسند الإمام أحمد : 118/2، صحيح البخاري : 7094، سنن الترمذي : 3953)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ،

يَقُولُ : أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ مشرق کی طرف رُخ کیے ہوئے فرما رہے تھے: آ گاہ رہیں، فتنہ یہیں سے رونما ہوگا، یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔“

(صحيح البخاري : 7093، صحيح مسلم : 2905)

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ قَامَ إِلٰى جَنْبِ الْمِنْبَرِ ، فَقَالَ : «الْفِتْنَةُ هَاهُنَا، الْفِتْنَةُ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ» .

”رسول اللہ ﷺ منبر کی ایک جانب کھڑے ہوئے اور فرمایا: فتنہ یہیں سے ابھرے گا، فتنہ یہیں سے ابھرے گا اور یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔“

(صحيح البخاري : 7092، صحيح مسلم : 2905[47])

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلَ الْمَشْرِقِ : هَا! إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، هَا! إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

”رسول اللہ ﷺ نے مشرق کی طرف رُخ کیے ہوئے فرمایا: خبردار! فتنے یہاں سے رونما ہوں گے اور شیطان کا سینگ بھی یہیں سے طلوع ہوگا۔“

④ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ،

فَقَالَ : هَا! إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھیں! فتنہ یہیں سے نمودار ہوگا اور شیطان کا سینگ بھی یہیں سے طلوع ہوگا۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 975/2، صحيح البخاري : 3279)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ : هَاهُنَا الْفِتْنَةُ، هَاهُنَا الْفِتْنَةُ، حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

''میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: فتنے یہیں سے نمودار ہوں گے اور یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 111/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ .

''کفر کا منبع مشرق کی جانب ہے۔''

(صحيح البخاري :3301، صحيح مسلم : 52)

صحیح احادیث کی تفسیر صحیح احادیث سے:

قارئین کرام! آپ نے ان چھ صحیح احادیث کا مطالعہ کرلیا ہے۔اب ان میں نجد مشرق سے کیا مراد ہے؟ ہم یہ مراد بھی صحیح احادیث ہی سے واضح کرتے ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ، يَؤُمُّ الْعِرَاقَ هَا! إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے: خبردار! فتنہ یہیں سے نمودار ہوگا، خبردار! فتنہ یہیں سے نمودار ہوگا، خبردار! فتنہ یہیں سے نمودار ہوگا اور یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 143/2، ح : 6302، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَكَّتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي عِرَاقِنَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَالَ: فِيهَا الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

''یا اللہ! ہمارے لیے ہمارے مدینہ کو بابرکت بنادے، ہمارے لیے ہمارے مکہ کو بابرکت بنادے، ہمارے لیے ہمارے شام کو بابرکت بنادے، ہمارے لیے ہمارے یمن کو بابرکت بنادے، ہمارے صاع (قریباً 2.099 کلوگرام کا پیمانہ) اور مد (قریباً 524.88 گرام کا پیمانہ) میں برکت دے۔ایک شخص

نے کہا: اللہ کے رسول! ہمارے عراق کے بارے میں بھی دُعا فرمایئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے فرمایا: وہاں تو زلزلے اور فتنے بپا ہوں گے۔ وہیں پر شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(مسند الشاميّين للطّبراني : 1276، المَعرِفة والتّاريخ للفسوي : 2/747-748، المخلّصيّات : 2/196، ح : 1341، حلية الأولياء لأبي نُعَيم الأصبهاني : 6/133، تاريخ ابن عساكر : 1/131، وسندهٗ صحيحٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَفِي مُدِّنَا، فَرَدَّدَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَلِعِرَاقِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِهَا الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَمِنْهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع اور مد میں برکت دے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ ایک شخص نے کہا: ہمارے عراق کے لیے بھی دُعا فرمایئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ تو زلزلوں اور فتنوں کی سرزمین ہے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 12/384، ح : 13422، المَعرِفة والتّاريخ للفَسوي : 2/747، مسند البزّار : 5881، حلية الأولياء لأبي نعيم : 6/133، وسندهٗ صحيحٌ)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَأَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا

وَصَاعِنَا، اللّٰهُمَّ ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا وَيَمَنِنَا، فَقَالَ رَجُلٌ : وَالْعِرَاقَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَسَكَتَ، ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا، اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي حَرَمِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا وَيَمَنِنَا، فَقَالَ رَجُلٌ : وَالْعِرَاقَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ : مِنْ ثَمَّ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، وَتَهِيجُ الْفِتَنُ .

''نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف رُخ مبارک کیا اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے مدینہ کو با برکت بنا دے، ہمارے مد اور صاع میں برکت دے، ہمارے شام اور یمن کو با برکت بنا۔ ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! عراق کے لیے بھی دُعا کیجیے۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: اللہ! ہمارے لیے ہمارے مدینہ کو با برکت بنا دے، ہمارے مد اور صاع میں برکت دے، اے اللہ! ہمارے حرم کو برکت والا بنا اور شام اور یمن کو بھی با برکت بنا۔ آدمی نے پھر کہا: اللہ کے رسول! عراق کے لیے بھی دُعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہاں سے تو شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور فتنے رونما ہوں گے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 4098، فضائل الشأم ودِمَشق لأبي الحسن الرّبعي، ص 11، ح : 20، تاريخ الرّقة لأبي علي القشيري، ص 95، ح : 145، تاريخ ابن عساكر : 132/1، وسندهٗ حسنٌ)

⑤ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، فَقَالَهَا مِرَارًا،

فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي عِرَاقِنَا، قَالَ : [إِنَّ] بِهَا الزَّلَازِلَ وَالْفِتَنَ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

''اے اللہ! ہمارے شام کو بابرکت بنا دے، اللہ! ہمارے یمن کو بابرکت بنا دے۔آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔جب تیسری یا چوتھی مرتبہ ہوئی، تو لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہمارے عراق کے لیے بھی دُعا فرمایئے۔فرمایا: عراق تو زلزلوں اور فتنوں کی سرزمین ہے۔یہیں پر شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 293/12، مسند البزّار : 5880، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ قَالَ : اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا وَيَمَنِنَا، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ الرَّجُلُ : وَفِي مَشْرِقِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ هُنَالِكَ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ .

''اللہ! ہمارے شام اور یمن میں خیر و برکت فرما۔یہ دُعا آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمائی۔ایک نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے مشرق کے بارے میں بھی دُعا فرمایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور دنیا کا نوے فی صد شر وہیں پر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 90/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑦ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یوں دُعا فرمائی:

[اَللّٰهُمَّ ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا وَيَمَنِنَا]، قَالَ : قَالُوا : وَفِي نَجْدِنَا،

فَقَالَ : قَالَ : [اللّٰهُمَّ ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا وَفِي يَمَنِنَا]، قَالَ : قَالُوا : وَفِي نَجْدِنَا، قَالَ : قَالَ : [هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ] .

''اے اللہ! ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمارے نجد کے بارے میں بھی دُعا فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ لوگوں نے پھر کہا: ہمارے نجد کے بارے میں بھی دُعا فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں پر شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 1037)

صحیح بخاری کی ایک حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں۔ اس روایت میں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں، لیکن یہ بھی حکماً مرفوع ہے۔

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:**

هٰكَذَا وَقَعَ فِي هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ الَّتِي اتَّصَلَتْ لَنَا بِصُورَةِ الْمَوْقُوفِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : [اللّٰهُمَّ بَارِكْ ---]، لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْقَابِسِيُّ : سَقَطَ ذِكْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النُّسْخَةِ، وَلَا بُدَّ مِنْهُ، لِأَنَّ مِثْلَهٗ لَا يُقَالُ بِالرَّأْيِ .

''جو روایات ہمارے پاس سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف صورت میں پہنچی

ہیں، ان میں اسی طرح ہے کہ انہوں نے خود یہ دُعا کی ہے، اس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کیا۔ قابسی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر صحیح بخاری کے نسخے سے گر گیا ہے۔ یہاں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ضروری ہے، کیونکہ ایسی بات کوئی صحابی اپنے قیاس سے نہیں کہہ سکتا۔‘‘(فتح الباري : 522/2)

⑧ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم رحمہ اللہ نے عراق والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! مَا أَسْأَلَكُمْ عَنِ الصَّغِيرَةِ وَأَرْكَبَكُمْ لِلْكَبِيرَةِ! سَمِعْتُ أَبِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيءُ مِنْ هٰهُنَا ـ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ ـ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ .

’’عراق کے باشندو! تعجب ہے کہ ایک طرف تم چھوٹے چھوٹے مسائل بہت پوچھتے ہو اور دوسری طرف کبیرہ گناہوں کے ارتکاب میں اتنے دلیر ہو! میں نے اپنے والد سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : فتنہ یہاں سے آئے گا اور یہیں سے شیطان کے سینگ طلوع ہوں گے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔‘‘

(صحيح مسلم : 2905[50])

⑨ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ، فَقَالَ :

رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هٰهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، يَعْنِي الْمَشْرِقَ .

''رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے، تو فرمایا: مشرق کفر کا سرچشمہ ہے، وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(صحیح مسلم : 2905[48])

⑩ بدری صحابی سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مِنْ هٰهُنَا جَاءَ تِ الْفِتَنُ، نَحْوَ الْمَشْرِقِ .

''فتنے مشرق ہی کی طرف سے آئیں گے۔''

(صحيح البخاري : 3498)

صحیح احادیث کی تفسیر اہل علم سے:

لغوی طور پر ''نجد'' بلند علاقے کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا میں بہت سارے نجد ہیں، لیکن مذکورہ احادیث میں ''نجد'' کی تشریح ''مشرق'' اور ''عراق'' سے ہوئی ہے۔ ثابت ہوا کہ جو نجد فتنوں کی آماجگاہ ہے اور جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا، وہ مشرق کی سمت ہے اور اس سے مراد عراق ہی ہے۔ صحیح احادیثِ نبویہ پکار پکار کر یہی بتا رہی ہیں۔ صحابہ و تابعین کی بھی یہی رائے ہے۔

✿ مشہور لغوی ابن منظور افریقی رحمہ اللہ (711ھ) فرماتے ہیں:

مَا ارْتَفَعَ مِنْ تِهَامَةَ إِلٰى أَرْضِ الْعِرَاقِ، فَهُوَ نَجْدٌ .

''تہامہ کی حدود سے لے کر عراق تک جو بلند جگہ ہے، وہ نجد ہے۔''

(لسان العرب : 413/3)

❀ مشہور لغوی علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (606ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّجْدُ : مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ، وَهُوَ اسْمٌ خَاصٌّ لِّمَا دُونَ الْحِجَازِ، مِمَّا يَلِي الْعِرَاقَ .

”نجد بلند زمین کو کہتے ہیں، یہ حجاز کے باہر عراق سے ملحقہ علاقے کا خاص نام ہے۔“

(النّهاية في غريب الحديث : 19/5)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (388ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ بِالْمَدِينَةِ كَانَ نَجْدُهٗ بَادِيَةَ الْعِرَاقِ وَنَوَاحِيَهَا، وَهِيَ مَشْرِقُ أَهْلِهَا، وَأَصْلُ النَّجْدِ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ، وَالْغَوْرُ مَا انْخَفَضَ مِنْهَا، وَتِهَامَةُ كُلُّهَا مِنَ الْغَوْرِ، وَمِنْهَا مَكَّةُ، وَالْفِتْنَةُ تَبْدُو مِنَ الْمَشْرِقِ، وَمِنْ نَّاحِيَتِهَا يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَالدَّجَّالُ، فِي أَكْثَرِ مَا يُرْوٰى مِنَ الْأَخْبَارِ .

”مدینہ والوں کا نجد عراق اور اس کا نواحی علاقہ ہے۔ یہ مدینہ والوں کے مشرق میں واقع ہے۔ نجد کا اصل معنی بلند زمین ہے۔ نشیبی علاقے کو غور کہتے ہیں۔ تہامہ کا سارا علاقہ غور ہے۔ مکہ بھی اسی غور میں واقع ہے۔ اکثر روایات کے مطابق فتنے کا ظہور مشرق سے ہوگا، اسی جانب سے یاجوج ماجوج نکلیں گے اور یہیں سے دجال رونما ہوگا۔“

(أعلام الحديث : 1274/2)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

إِشَارَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ إِلٰى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ بِالْفِتْنَةِ لِأَنَّ الْفِتْنَةَ الْكُبْرَى الَّتِي كَانَتْ مِفْتَاحَ فَسَادِ ذَاتِ الْبَيْنِ، هِيَ قَتْلُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهِيَ كَانَتْ سَبَبَ وَقْعَةِ الْجَمَلِ، وَحُرُوبِ صِفِّينَ، كَانَتْ فِي نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ، ثُمَّ ظُهُورُ الْخَوَارِجِ فِي أَرْضِ نَجْدٍ وَّالْعِرَاقِ وَمَا وَرَاءَ هَا مِنَ الْمَشْرِقِ .

”واللہ اعلم ! رسولِ اکرم ﷺ کا فتنوں کے حوالہ سے اشارہ مشرق کی طرف اس لیے تھا کہ سب سے بڑا فتنہ جو افتراق اُمت کا سبب بنا، وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی، یہی واقعہ جنگ جمل اور جنگ صفین کا سبب بنا۔ یہ سارے معاملات مشرق کی جانب سے رونما ہوئے۔ پھر خوارج کا ظہور بھی نجد کی زمین، یعنی عراق اور اس کے نواحی علاقوں میں ہوا۔“

(الاستذکار : 519/8)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْخَطَّابِيُّ : الْقَرْنُ فِي الْحَيَوَانِ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِيمَا لَا يُحْمَدُ مِنَ الْأُمُورِ، كَقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ وَطُلُوعِهَا مِنْ نَّاحِيَةِ الْمَشْرِقِ : «وَمِنْهُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ»، وَقَالَ فِي الشَّمْسِ : إِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، وَالْقَرْنُ : الْأُمَّةُ مِنَ النَّاسِ يُحْدَثُونَ بَعْدَ فَنَاءِ آخَرِينَ، قَالَ الشَّاعِرُ :

مَضَى الْقَرْنُ الَّذِي أَنْتَ مِنْهُمْ ...... وَخَلَفْتَ فِي قَرْنٍ فَأَنْتَ غَرِيبٌ

وَقَالَ غَيْرُهُ: كَانَ أَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ أَهْلَ كُفْرٍ، فَأَخْبَرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْفِتْنَةَ تَكُونُ مِنْ تِلْكَ النَّاحِيَةِ، وَكَذٰلِكَ كَانَتِ الْفِتْنَةُ الْكُبْرَى الَّتِي كَانَتْ مِفْتَاحَ فَسَادِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَهِيَ مَقْتَلُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَتْ سَبَبَ وَقْعَةِ الْجَمَلِ وَصِفِّينَ، ثُمَّ ظُهُورُ الْخَوَارِجِ فِي أَرْضِ نَجْدٍ وَّالْعِرَاقِ وَمَا وَرَاءَ هَا مِنَ الْمَشْرِقِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْبِدَعَ إِنَّمَا ابْتَدَأَتْ مِنَ الْمَشْرِقِ، وَإِنَّ الَّذِينَ اقْتَتَلُوا بِالْجَمَلِ وَصِفِّينَ، بَيْنَهُمْ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَالْحِجَازِ، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ وَقَعَتْ فِي نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ، وَكَانَ سَبَبًا إِلَى افْتِرَاقِ كَلِمَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَفَسَادِ نِيَّاتِ كَثِيرٍ مِّنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ يُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ وَيُعْلِمُهُ قَبْلَ وُقُوعِهٖ، وَذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلٰى نُبُوَّتِهٖ.

”حیوان کے سینگ کی مثال قبیح امور میں دی جاتی ہے، جیسا کہ مشرق کی جانب سے فتنوں کے رونما ہونے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ” اسی طرف سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔“ اسی طرح آپ ﷺ نے سورج کے بارے میں فرمایا: ”وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔“ سینگ سے مراد لوگوں کی وہ جماعت ہے، جو ایک نسل کے گزر جانے کے بعد آتے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے: ”جب تیرے ہم عصر لوگ فوت ہو

جائیں اور تُو رہ جائے تو اس وقت تُو اجنبی ہے۔'' بعض کا کہنا ہے کہ مشرق والے اس دور میں کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبر دے دی تھی کہ فتنہ اسی سمت سے اٹھے گا۔ بالکل ایسے ہی ہوا کہ سب سے بڑا فتنہ جو افتراق اُمت کا باعث بنا، وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت والا واقعہ تھا۔ یہی واقعہ بعد میں جنگ جمل اور صفین کا سبب بنا۔ پھر خوارج کا ظہور بھی نجد، عراق اور اس کے نواحی علاقوں میں ہوا۔ یہ سارے علاقے مشرق میں ہیں۔ سب کو یہ بھی معلوم ہے کہ بدعات کا آغاز بھی مشرق ہی سے ہوا۔ جنگ جمل اور صفین میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی، ان کی بڑی تعداد شام اور حجاز سے تھی، لہٰذا یہ فتنہ بھی مشرق ہی میں رونما ہوا۔ یہ سانحات قیامت تک مسلمانوں کے افتراق اور ان کے ایک بڑے گروہ کے نفاق کا باعث بن گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس فساد کے وقوع سے پہلے ہی اس بارے میں آگاہی دے کر اس سے خبردار کر دیا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی بہت بڑی نشانی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 10/44)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا تَخْصِيصُ الْفِتَنِ بِالْمَشْرِقِ، فَلِأَنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ تِلْكَ النَّاحِيَةِ، وَكَذٰلِكَ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ، وَأَمَّا ذِكْرُ قَرْنِ الشَّيْطَانِ، فَعَلٰى سَبِيلِ الْمَثَلِ، كَأَنَّ إِبْلِيسَ يَطْلُعُ رَأْسُهُ بِالْفِتَنِ مِنْ تِلْكَ النَّوَاحِي.

''مشرق کے ساتھ فتنوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور اسی سمت سے ہوگا۔ رہی بات شیطان کے سینگ کی، تو یہ بطور مثال

ہے، گویا کہ شیطان فتنوں کی صورت میں اس سمت سے اپنا سر اٹھائے گا۔''

(کشف المُشکل علی الصّحیحین : 493/2)

❁ علامہ کرمانی ''نجد'' اور ''غور'' کا معنی واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ بِالْمَدِينَةِ الطَّيِّبَةِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَاكِنِهَا ـ كَانَ نَجْدُهٗ بَادِيَةَ الْعِرَاقِ وَنَوَاحِيَهَا، وَهِيَ مَشْرِقُ أَهْلِهَا، وَلَعَلَّ الْمُرَادَ مِنَ الزَّلَازِلِ وَالِاضْطِرَابَاتِ الَّتِي بَيْنَ النَّاسِ مِنَ الْبَلَايَا، لِيُنَاسِبَ الْفِتَنَ مَعَ احْتِمَالِ إِرَادَةِ حَقِيقَتِهَا، قِيلَ : إِنَّ أَهْلَ الْمَشْرِقِ كَانُوا حِينَئِذٍ أَهْلَ الْكُفْرِ، فَأَخْبَرَ أَنَّ الْفِتْنَةَ تَكُونُ مِنْ نَّاحِيَتِهِمْ، كَمَا أَنَّ وَقْعَةَ الْجَمَلِ وَصِفِّينَ وَظُهُورَ الْخَوَارِجِ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ وَّالْعِرَاقِ وَمَا وَالَاهَا كَانَتْ مِنَ الْمَشْرِقِ، وَكَذٰلِكَ يَكُونُ خُرُوجُ الدَّجَّالِ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِنْهَا، وَقِيلَ : الْقَرْنُ فِي الْحَيَوَانِ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِيمَا لَا يُحْمَدُ مِنَ الْأُمُورِ .

''مدینہ طیبہ کے باسیوں کا نجد عراق اور اس کا نواحی علاقہ ہے۔ یہی اہل مدینہ کے مشرق میں واقع ہے۔ عراق میں زلزلوں اور فسادات سے مراد شاید وہ جنگیں ہیں، جو لوگوں کے درمیان ہوئیں۔ یہی بات فتنوں کے حسبِ حال ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقی زلزلے مراد ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل مشرق اس وقت کافر تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا کہ فتنے اسی طرف سے کھڑے ہوں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ جنگ جمل اور صفین اور خوارج کے ظہور والے

واقعات نجد وعراق اور اس کے نواحی علاقے کے لوگوں کے سبب ہی پیش آئے۔ یہ تمام مشرقی علاقے ہیں۔ اسی طرح دجال اور یاجوج وماجوج کا ظہور بھی اسی علاقے سے ہوگا۔ اس حدیث میں مذکور سینگ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جانور کا سینگ بطور مثال قبیح امور کے لیے مستعمل ہے۔‘‘

(شرح الكرماني للبخاري : 168/24)

❀ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب** بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «اَلْفِتْنَةُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ» **کے تحت لکھتے ہیں:**

مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجِمَةِ فِي قَوْلِهٖ : «وَهُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ»، وَأَشَارَ بِقَوْلِهٖ : «هُنَاكَ» نَجْدٌ، وَنَجْدٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ : نَجْدٌ مِّنْ جِهَةِ الْمَشْرِقِ، وَمَنْ كَانَ بِالْمَدِينَةِ كَانَ نَجْدُهٗ بَادِيَةَ الْعِرَاقِ وَنَوَاحِيَهَا، وَهِيَ مَشْرِقُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَأَصْلُ النَّجْدِ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ، وَهُوَ خِلَافُ الْغَوْرِ، فَإِنَّهٗ مَا انْخَفَضَ مِنْهَا، وَتِهَامَةُ كُلُّهَا مِنَ الْغَوْرِ، وَمَكَّةُ مِنْ تِهَامَةِ الْيَمَنِ، وَالْفِتَنُ تَبْدُو مِنَ الْمَشْرِقِ، وَمَنْ نَّاحِيَتِهَا يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَالدَّجَّالُ، وَقَالَ كَعْبٌ : بِهَا الدَّاءُ الْعُضَالُ، وَهُوَ الْهَلَاكُ فِي الدِّينِ، وَقَالَ الْمُهَلَّبُ : إِنَّمَا تَرَكَ الدُّعَاءَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ، لِيَضْعُفُوا عَنِ الشَّرِّ الَّذِي هُوَ مَوْضُوعٌ فِي جِهَتِهِمْ لِاسْتِيلَاءِ الشَّيْطَانِ بِالْفِتَنِ.

''اس حدیث کی امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کہہ کر نجد کی طرف اشارہ فرمایا اور نجد مشرق ہی میں واقع ہے۔ فتنوں کا آغاز مشرق ہی سے ہوتا ہے۔ اسی طرف سے یاجوج و ماجوج اور دجال کا ظہور ہوگا۔ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں: مشرق میں مہلک بیماری ہوگی اور وہ بیماری دین سے بیزاری ہے۔ مہلب رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مشرق کے لیے دُعا اس لیے نہیں کی کہ وہ اس شر سے باز آجائیں، جو شیطان کے فتنوں کی صورت میں ان کی سمت میں موجود ہے۔''

(عمدة القاري : 200/24)

✿ نیز فرماتے ہیں:

إِنَمَا أَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ لِأَنَّ أَهْلَهٗ يَوْمَئِذٍ كَانُوا أَهْلَ كُفْرٍ، فَأَخْبَرَ أَنَّ الْفِتْنَةَ تَكُونُ مِنْ تِلْكَ النَّاحِيَةِ، وَكَذٰلِكَ كَانَتْ، وَهِيَ وَقْعَةُ الْجَمَلِ وَوَقْعَةُ صِفِّينَ، ثُمَّ ظُهُورُ الْخَوَارِجِ فِي أَرْضِ نَجْدٍ وَّالْعِرَاقِ وَمَا وَرَائَهَا مِنَ الْمَشْرِقِ، وَكَانَتِ الْفِتْنَةُ الْكُبْرَى الَّتِي كَانَتْ مِفْتَاحَ فَسَادِ ذَاتِ الْبَيْنِ قَتْلَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَانَ يُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ وَيُعْلِمُ بِهٖ قَبْلَ وُقُوعِهٖ، وَذٰلِكَ مِنْ دَلَالَاتِ نُبُوَّتِهٖ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ اس لیے فرمایا کہ اہل مشرق اس دور

میں کافر تھے۔آپ ﷺ نے بتا دیا کہ فتنے اس طرف سے سر اٹھائیں گے۔ بالکل ایسے ہی ہوا۔ جنگ جمل وصفین اور خوارج کا ظہور نجد وعراق اور اس کے نواحی علاقوں ہی میں ہوا تھا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں سب سے بڑا فتنہ جو افتراق اُمت کا سبب بنا، وہ بھی اسی سمت سے آیا تھا۔ نبی کریم ﷺ ان فتنوں کے واقع ہونے سے قبل ہی اس سمت سے خبردار اور متنبہ فرماتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی ایک بہت بڑی نشانی تھی۔''

(عمدة القاري : 199/24)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ غَيْرُهُ : كَانَ أَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ أَهْلَ كُفْرٍ، فَأَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْفِتْنَةَ تَكُونُ مِنْ تِلْكَ النَّاحِيَةِ، فَكَانَ كَمَا أَخْبَرَ، وَأَوَّلُ الْفِتَنِ كَانَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، فَكَانَ ذٰلِكَ سَبَبًا لِّلْفُرْقَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَذٰلِكَ مِمَّا يُحِبُّهُ الشَّيْطَانُ وَيَفْرَحُ بِهٖ، وَكَذٰلِكَ الْبِدَعُ نَشَأَتْ مِنْ تِلْكَ الْجِهَةِ.

''علامہ خطابی رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے اہل علم کہتے ہیں کہ اہل مشرق اس دور میں کافر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دے دی کہ فتنے اسی سمت سے پیدا ہوں گے۔آپ ﷺ کی خبر کے عین مطابق سب سے پہلا فتنہ جو مسلمانوں میں دائمی اختلاف وافتراق کا باعث بنا، وہ مشرق ہی سے نمودار ہوا۔ اختلاف کو شیطان پسند کرتا ہے اور اس پر بہت خوش ہوتا ہے۔اسی طرح بدعات نے بھی اسی علاقے میں پرورش پائی۔''(فتح الباري : 47/13)

تمام گمراہ اور ظالم فرقے، مثلاً رافضی، جہمی، قدریہ، وغیرہ مشرق کی پیداوار ہیں۔ تاحال یہ سلسلہ جاری ہے۔ فتنہ دجال بھی یہیں سے ظاہر ہوگا۔

❁ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (1353ھ) فرماتے ہیں:

«يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ»، أَيْ حِزْبُهٗ وَأَهْلُ وَقْتِهٖ وَزَمَانِهٖ وَأَعْوَانُهٗ، ذَكَرَهُ السُّيُوطِيُّ، وَقِيلَ: يَحْتَمِلُ أَنْ يُّرِيدَ بِالْقَرْنِ قُوَّةَ الشَّيْطَانِ، وَمَا يَسْتَعِينُ بِهٖ عَلَى الْإِضْلَالِ.

''علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے بقول شیطان کے سینگ سے مراد اس کا گروہ، اس کے ہم عصر اور اس کے معاونین ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سینگ سے مراد شیطان کی قوت اور اس کے گمراہ کن حربے ہیں۔'' (تحفة الأحوذي: 381/4)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (1014ھ) فرماتے ہیں:

رَأْسُ الْكُفْرِ، أَيْ مُعْظَمُهٗ، ذَكَرَهُ السُّيُوطِيُّ، وَالْأَظْهَرُ أَنْ يُّقَالَ: مَنْشَأُهٗ نَحْوَ الْمَشْرِقِ.

''علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ کفر کے سر سے مراد کفر کا بڑا حصہ ہے۔ زیادہ بہتر یہ معنی ہے کہ کفر کا سرچشمہ مشرق کی سمت ہے۔''

(مِرقاة المفاتيح: 4039/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ: الْمُرَادُ بِاخْتِصَاصِ الْمَشْرِقِ بِهٖ مَزِيدُ تَسَلُّطِ الشَّيْطَانِ عَلٰى أَهْلِ الْمَشْرِقِ، وَكَانَ ذٰلِكَ فِي عَهْدِهٖ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَكُونُ حِينَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَإِنَّهٗ مَنْشَأُ الْفِتَنِ الْعَظِيمَةِ وَمَثَارُ الْكُفْرِ .

”حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فتنوں کو مشرق کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل مشرق پر شیطان کا غلبہ زیادہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں بھی ایسا تھا اور دجال بھی مشرق ہی سے نمودار ہوگا۔ یوں مشرق بڑے بڑے فتنوں کا منبع اور کفر کا سرچشمہ ہے۔“

(مِرقاة المَفاتيح : 4037/9)

فائدہ:

❀ **رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا:**

هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى ؟ قَالُوا : لَا، قَالَ : فَإِنِي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ .

”جو میں دیکھ رہا ہوں، کیا آپ کو نظر آ رہا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں اللہ کے رسول! فرمایا: بلاشبہ میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 7060، صحيح مسلم : 2885)

❀ **اس حدیث اور مذکورہ بالا احادیث کے درمیان جمع و تطبیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّمَا اخْتُصَّتِ الْمَدِينَةُ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ قَتْلَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ بِهَا، ثُمَّ انْتَشَرَتِ الْفِتَنُ فِي الْبِلَادِ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَالْقِتَالُ

بِالْجَمَلِ وَبِصِفِّينَ كَانَ بِسَبَبِ قَتْلِ عُثْمَانَ، وَالْقِتَالُ بِالنَّهْرَوَانِ كَانَ بِسَبَبِ التَّحْكِيمِ بِصِفِّينَ، وَكُلُّ قِتَالٍ وَّقَعَ فِي ذٰلِكَ الْعَصْرِ إِنَّمَا تَوَلَّدَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ تَوَلَّدَ عَنْهُ، ثُمَّ إِنَّ قَتْلَ عُثْمَانَ كَانَ أَشَدَّ أَسْبَابِهِ الطَّعْنُ عَلٰى أُمَرَائِهٖ، ثُمَّ عَلَيْهِ بِتَوَلِّيَتِهٖ لَهُمْ، وَأَوَّلُ مَا نَشَأَ ذٰلِكَ مِنَ الْعِرَاقِ، وَهِيَ مِنْ جِهَةِ الْمَشْرِقِ، فَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ حَدِيثِ الْبَابِ وَبَيْنَ الْحَدِيثِ الْآتِي أَنَّ الْفِتْنَةَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ.

”اس بارے میں مدینہ منورہ کا خاص ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت یہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد تمام علاقوں میں فتنے پھیل گئے۔ جنگ جمل اور صفین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی کا نتیجہ تھیں، جبکہ (خوارج کے خلاف) جنگ نہروان کا سبب جنگِ صفین میں تحکیم والا معاملہ بنا۔ اس دور میں جو بھی لڑائی ہوئی بلاواسطہ یا بالواسطہ اس کا تعلق شہادتِ عثمان سے تھا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سب سے بڑا سبب آپ رضی اللہ عنہ کے گورنروں پر طعن اور خود آپ رضی اللہ عنہ پر ان گورنروں کی تقرری کے حوالے سے کی جانے والی تشنیع تھی۔ اس معاملہ کا آغاز عراق ہی سے ہوا تھا۔ عراق (مدینہ کے) مشرق کی سمت میں واقع ہے۔ یوں اس حدیث اور آنے والی حدیث میں کوئی تعارض نہیں کہ فتنوں کی سرزمین مشرق (عراق) ہی ہے۔“

(فتح الباري : 13/13)

الحاصل:

احادیثِ نبویہ میں مذکور فتنوں کی آماجگاہ نجد سے مراد عراق ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث میں واضح طور پر عراق کا نام موجود ہے۔ علمائے کرام اور فقہائے عظام کی تصریحات بھی یہی ہیں۔ حق وہی ہے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀❀❀❀❀❀❀

مُردے سنتے ہیں، لیکن!

مُردے سنتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں مسلمانوں کے ہاں متضاد آرا پائی جاتی ہیں۔ یہی اختلاف عقیدے کے لحاظ سے مسلمانوں کی تقسیم کا ایک بڑا سبب بھی ہے۔ یہ مسئلہ ''سماعِ موتی'' کے نام سے معروف ہے۔ ہم فہم سلف کی روشنی میں قرآن وسنت سے اس مسئلہ کا حل پیش کریں گے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ غیر جانبدار رہتے ہوئے تلاشِ حق کی غرض سے ہماری ان معروضات کو ملاحظہ فرمائیں اور کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت تعصب کو آڑے نہ آنے دیں۔ ہمیں امیدِ واثق، بلکہ یقین ہے کہ وہ ضرور حق کی منزل کو پا لیں گے، کیونکہ قرآن وسنت کو اگر صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کے منہج کے مطابق سمجھا جائے، تو حق تک پہنچنا سو فی صد یقینی ہو جاتا ہے۔

بطورِ تمہید یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ شریعتِ اسلامیہ کے کچھ کُلّی قواعد وقوانین میں چند استثناءات رکھ دی گئی ہیں۔ ان استثناءات کی وجہ سے ان کلی قوانین کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نصوصِ شرعیہ سے ثابت شدہ استثناءات کو خارج کرنے کے بعد باقی قاعدہ پھر کلی ہی رہتا ہے، مثلاً انسانوں کا ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہونا ایک کلی قاعدہ ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ (الحجرات : ١٣)

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔''

جبکہ آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

اب کوئی ان دو خاص واقعات کی بنا پر مطلق طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان ماں اور باپ دونوں یا کسی ایک کے بغیر پیدا ہو جاتا ہے، البتہ یہ کہہ سکتا ہے کہ خاص دو انسان ایسے ہوئے ہیں، جن میں سے ایک ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور دوسرا باپ کے بغیر پیدا ہوا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کلی قاعدے میں بسا اوقات شریعت کچھ استثناءات رکھ دیتی ہے، لیکن اس سے قانونِ شریعت کی کلّی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ بالکل یہی حال مسئلہ سماعِ موتی کا ہے۔ مُردے نہیں سنتے، البتہ قرآن وسنت کے بیان کردہ خاص اوقات وحالات میں ان کا کوئی خاص بات سن لینا ثابت ہے۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ مُردے سنتے ہیں۔

لہٰذا مطلق طور پر مُردوں کے سننے کا عقیدہ رکھنا قرآن وسنت سے متصادم ہے۔ قرآن وسنت نے مردوں کے سننے کی مطلق نفی کی ہے۔ یہی کلی قانون ہے، دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عدمِ سماعِ موتی کے دلائل:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِينَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾(الأنعام : ٣٦)

”جواب تو وہی دیتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) زندہ کرے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

✿ سنی مفسر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ يَقُولُ : الْكُفَّارُ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ مَعَ الْمَوْتٰى، فَجَعَلَهُمْ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ فِي عِدَادِ الْمَوْتَى الَّذِينَ لَا يَسْمَعُونَ

صَوْتًا، وَّلَا يَعْقِلُونَ دُعَاءً، وَّلَا يَفْقَهُونَ قَوْلًا .

''﴿وَالْمَوْتٰی يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ (مُردوں کو اللہ تعالیٰ [روزِ قیامت] زندہ کرے گا۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار کو اللہ تعالیٰ مُردوں کے ساتھ ہی زندہ کرے گا، یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں (زندہ ہوتے ہوئے بھی) ان مُردوں میں شامل کر دیا جو نہ کسی آواز کو سن سکتے ہیں، نہ کسی پکار کو سمجھ پاتے ہیں اور نہ کسی بات کا انہیں شعور ہوتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 855/4)

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

(النّمل : ۸۰)

''(اے نبی!) یقیناً آپ نہ کسی مُردے کو سنا سکتے ہیں، نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جب وہ اعراض کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔''

❀ رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب (1323ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ الْمُنْكِرُونَ (لِسَمَاعِ الْمَوْتٰی)، وَمِنْهُمْ عَائِشَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَمِنْهُمُ الْإِمَامُ (أَبُو حَنِيفَةَ)، بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾، فَإِنَّهٗ لَمَّا شَبَّهَ الْكُفَّارَ بِالْأَمْوَاتِ فِي عَدَمِ سَمَاعٍ، عُلِمَ أَنَّ الْأَمْوَاتَ لَا يَسْمَعُونَ وَإِلَّا لَمْ يَصِحَّ التَّشْبِيهُ .

''جو لوگ مُردوں کے سننے کے انکاری ہیں، ان میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام ابو حنیفہ شامل ہیں۔ ان کا استدلال اس فرمانِ باری تعالیٰ

سے ہے:﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾([اے نبی!] یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے)۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو نہ سن سکنے میں مُردوں سے تشبیہ دی ہے۔اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مُردے نہیں سنتے،ورنہ تشبیہ ہی درست نہیں رہتی۔''

(الكوكب الدرّيّ، ص 319)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گویا یہ کفار مردے ہیں کہ جس طرح مردے نہیں سنتے،اس طرح یہ بھی حق بات نہیں سنتے۔

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾(فاطر : ٢٢)

۞ علامہ ماتریدی رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾، فَتَمَثَّلَ بِحَالِ الْكَفَرَةِ بِحَالِ الْمَوْتٰى، وَلَا نِزَاعَ فِي أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ.

''فرمان باری تعالیٰ:﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾(آپ قبروں والوں کو سنا نہیں سکتے۔) میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی حالت کو مُردوں کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مردہ سن نہیں سکتا۔''

(شرح المقاصد في علم الكلام : 116/5)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (861ھ) ان دونوں آیات کے متعلق فرماتے ہیں:

إِنَّهُمَا يُفِيدَانِ تَحْقِيقَ عَدَمِ سَمَاعِهِمْ، فَإِنَّهٗ تَعَالٰى شَبَّهَ الْكُفَّارَ

بِالْمَوْتٰی لِإِفَادَۃِ تَعَذُّرِ سَمَاعِہِمْ، وَھُوَ فَرْعُ عَدَمِ سَمَاعِ الْمَوْتٰی.

”ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے قطعاً نہیں سن سکتے۔اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ وہ سُن نہیں سکتے۔کفار کا حق کو نہ سن سکنا،عدمِ سماعِ موتی کی فرع ہے۔“

(فتح القدیر : 104/2)

فائدہ:

بعض لوگ فوت شدگان کو فریادرسی کے لیے پکارتے ہیں اور غیب سے ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔یہ باطل عقیدہ ہے۔مردے تو قریب سے بھی سُن نہیں سکتے، ہزاروں میل دُور سے کیسے سُنیں گے؟اس نظریے کا رد قرآن کریم یوں کرتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِہٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ٭ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآئَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ٭﴾(فاطر : ١٣۔١٤)

”اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سُن نہیں سکتے اور اگر وہ سُن بھی لیں تو تمہاری مُراد پوری نہیں کر سکتے۔قیامت کے روز یہ لوگ تمہارے شرک سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔تمہیں (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔“

❀ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾(الأحقاف : ٥)

”اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ان لوگوں کو پکارتا ہے، جو قیامت تک اس کی دادرسی نہیں کر سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔“

معلوم ہوا کہ مُردے سن نہیں سکتے۔ یہ ایک کلی قاعدہ ہے۔ اس کلی قاعدے کا انکاری اہل حق نہیں، بلکہ گمراہ ہے۔

استثناءات، جو شرعی نصوص سے ثابت ہیں:

اس کلی قاعدے سے شریعت نے خود ہی چند استثناءات کر دی ہیں۔

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرُ نَفْيِ إِسْمَاعِ الْمَوْتٰى الْعُمُومُ، فَلَا يُخَصُّ مِنْهُ إِلَّا مَا وَرَدَ بِدَلِيلٍ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاطَبَ الْقَتْلٰى فِي قُلَيْبِ بَدْرٍ، فَقِيلَ لَهٗ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّمَا تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ لَهَا؟ وَكَذٰلِكَ مَا وَرَدَ مِنْ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِ الْمُشَيِّعِينَ لَهٗ إِذَا انْصَرَفُوا .

”عمومی قاعدہ یہی ہے کہ مردوں کو سنایا نہیں جا سکتا، اس (کلی قاعدہ) سے وہی بات مستثنیٰ ہوگی، جو کسی (شرعی) دلیل سے ثابت ہو، جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ قلیب بدر کے مقتولین سے مخاطب ہوئے، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! آپ ایسے جسموں سے کلام کر رہے ہیں، جن میں روح

نہیں ہے؟ اسی طرح حدیث میں وارد ہے کہ میت سپرد خاک کرنے والوں کی واپسی کے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔''

(فتح القدير : 174/4)

① مُردے کا جوتوں کی آواز سننا:

(ا) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، وَتُوُلِّيَ، وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ، حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولَانِ لَهٗ ....

''میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اقربا اسے چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں، حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں......۔''

(صحيح البخاري : 1378، صحيح مسلم : 782)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا ....

''میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے......۔''

(ب) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ

يُوَلُّونَ عَنْهُ .

’’میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے،تو لوگوں کے واپسی کے وقت وہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہی ہوتی ہے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 348/2، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 510/1، المُعجم الأوسط للطّبراني :2651، المُستدرك للحاكم :380/1-381، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (3113) نے اس حدیث کو ’’صحیح‘‘ کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❀ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

(مجمع الزّوائد : 51/3-52)

یہ ایک استثنا ہے۔ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردے سن نہیں سکتے۔ مُردوں کے نہ سننے کا قانون اپنی جگہ مستقل ہے۔اگر وہ ہر وقت سن سکتے ہوتے تو حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ(جب لوگ میت کو دفنا کر واپس ہو رہے ہوتے ہیں) اور إِذَا انْصَرَفُوا (جب لوگ لوٹتے ہیں) کی قید لگا کر مخصوص وقت بیان کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ مطلب یہ کہ قانون اور اصول تو یہی ہے کہ مردہ نہیں سنتا،تاہم اس حدیث نے ایک موقع خاص کر دیا کہ دفن کے وقت جو لوگ موجود ہوتے ہیں،ان کی واپسی کے وقت میت ان لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمَيِّتَ تَعُودُ إِلَيْهِ رُوحُهٗ لِأَجْلِ السُّؤَالِ، وَإِنَّهٗ لَيَسْمَعُ صَوْتَ نِعَالِ الْأَحْيَاءِ، وَهُوَ فِي السُّؤَالِ .

”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کی روح اس سے (منکرونکیر کے) سوال کے لیے لوٹائی جاتی ہے اور میت سوال کے وقت زندہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

(شرح أبي داوٗد : 188/6)

پھر عربی گرائمر کا اصول ہے کہ جب فعل مضارع پر لام داخل ہو، تو معنی حال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے، یعنی لَیَسْمَعُ وہ خاص اس حال میں سنتے ہیں۔

❀ اس کی تائید اس فرمانِ نبوی سے بھی ہوتی ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِكُمْ، حِينَ تُوَلُّونَ عَنْهُ مُدْبِرِينَ .

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً جب آپ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں، تو وہ آپ کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :510/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ (1420ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ إِلَّا السَّمَاعُ فِي حَالَةِ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ لِيُجِيبَ عَلٰى سُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ، كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِّنْ سِيَاقِ الْحَدِيثِ .

”اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جب فرشتوں کے سوالات کے جواب کے لیے میت میں رُوح لوٹائی جاتی ہے، تو اس حالت میں وہ (جوتوں کی) آواز سنتی ہے۔ حدیث کے سیاق سے یہ بات واضح ہو رہی ہے۔“

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 1147)

✿ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1421ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ وَارِدٌ فِي وَقْتٍ خَاصٍّ، وَهُوَ انْصِرَافُ الْمُشَيِّعِينَ بَعْدَ الدَّفْنِ.

''مُردوں کا یہ سننا ایک خاص وقت میں ہوتا ہے اور وہ دفن کرنے والوں کا تدفین کے بعد واپس لوٹنے کا وقت ہے۔''

(القول المُفيد على كتاب التّوحيد :1/289)

تنبیہ:

✿ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهٗ دَائِمًا بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ.

''یہ اور اس جیسی دیگر نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ میت کلی طور پر زندوں کا کلام نہیں سنتی، ایسا نہیں کہ وہ ہمیشہ سن سکتی ہو، بلکہ کبھی سنتی ہے اور کبھی نہیں سنتی۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 24/364)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علی العموم مردوں کے سننے کے قائل نہیں۔ آپ رحمہ اللہ کا بھی مؤقف ہے کہ مردے سن سکتے ہیں، لیکن ہمیشہ نہیں، بلکہ جہاں جہاں شریعت نے دلیل قائم کی ہے، وہاں سنتے ہیں۔

۲: جنگ بدر میں مرنے والے کفار کا نبی کریم ﷺ کا خطبہ سننا:

(ا) بدر میں قتل ہونے والے چوبیس مشرکوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔

تین دن کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کے نام پکار پکار کر فرمایا:

يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟

''اے فلاں کے بیٹے فلاں اور اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تمھیں اب اچھا لگتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ ہم نے اپنے ساتھ کیے گئے رب کے وعدے کو سچا دیکھ لیا ہے۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو سچ ہوتا دیکھ لیا؟''

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ، لَا أَرْوَاحَ لَهَا؟

''اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں، جن میں کوئی روح ہی نہیں؟''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ، مِنْهُمْ.

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں، اس کو آپ ان کفار سے زیادہ نہیں سُن رہے۔''

(صحيح البخاري: 3976، صحيح مسلم: 2874)

(ب) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ، فَقَالَ:

وَجَدْتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟، فَقِيلَ لَهٗ : أَتَدْعُو أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ : مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ .

''نبی کریم ﷺ نے کنویں والے کفار کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: کیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ فرمایا: وہ آپ کی طرح سن رہے ہیں، لیکن جواب نہیں دے سکتے۔''

(صحيح البخاري : 1370)

اس حدیث میں بھی کفار مکہ کے ایک خاص آواز سننے کا ذکر ہے۔

❁ صحیح بخاری (3981-3980) میں ہے:

إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ .

''وہ اس وقت میری بات کو سن رہے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔ صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپ مُردوں سے کیوں باتیں کر رہے ہیں، یہ تو سنتے نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ بدر کے کنویں میں پڑے کفار کے سننے کا واقعہ عدمِ سماعِ موتی کے اس قانونِ شریعت سے خاص کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرنے کے بعد مردے سنتے ہیں، بلکہ فرمایا: اس وقت وہ میری بات سن رہے ہیں۔ اس میں استمرار کے ساتھ سننے کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ استمرار کی نفی ہو گئی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْمَازِرِيُّ : قَالَ بَعْضُ النَّاسِ : الْمَيِّتُ يَسْمَعُ عَمَلًا بِظَاهِرِ هٰذَا الْحَدِيثِ، ثُمَّ أَنْكَرَهُ الْمَازِرِيُّ، وَادَّعٰى أَنَّ هٰذَا خَاصٌّ فِي هٰؤُلَاءِ .

''علامہ (ابوعبد اللہ محمد بن علی) مازری رحمہ اللہ (536ھ) فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر کہا ہے کہ مُردے سنتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ مازری رحمہ اللہ نے اس کا ردّ کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ یہ سننا ان کفار کے ساتھ خاص تھا۔''

(شرح صحيح مسلم : 387/2)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ (1420ھ) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

نَحْوُهُ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ ـ حِينَمَا سَأَلَهُ عَنْ مُّنَادَاتِهٖ لِأَهْلِ قَلِيبِ بَدْرٍ ـ : مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، هُوَ خَاصٌّ أَيْضًا بِأَهْلِ الْقَلِيبِ ....

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر کے کنویں میں پڑے مقتولین کو پکارا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی اہل بدر کے ساتھ خاص ہے۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 286/3، ح : 1148)

فائدہ:

❀ قتادہ رحمہ اللہ (118ھ) فرماتے ہیں:

أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ، تَوْبِيخًا وَّتَصْغِيرًا وَّنِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّنَدْمًا .

''اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو زندہ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان انہیں سنا دیا تاکہ ان کی تحقیر و تذلیل ہو اور وہ حسرت و ندامت میں ڈوب جائیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 459/19، ح : 12417، صحيح البخاري : 3976)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

عَلٰی تَأْوِیلِ قَتَادَةَ فُقَهَاءُ الْأَئِمَّةِ وَجَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''قتادہ رحمہ اللہ کے بیان کردہ مفہوم پر فقہاء ائمہ اور جماعت اہل سنت قائم ہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 358/3)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی مُردوں کے سننے کا قائل نہیں۔ اگر قرآن و حدیث میں سماعِ موتی کی کوئی دلیل ہوتی، تو اسلافِ امت ضرور اس کے قائل ہوتے۔ اس لیے تو ہم اصل ضابطہ عدمِ سماع قرار دیتے ہیں اور جن جگہوں میں صحیح دلیل کے ساتھ سننا ثابت ہے، ان کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

عقائد و اعمال میں استثناء کا باب کھلا ہے۔ یہ کہنا کہ ''نفی سماع، پھر استثناء، کیا فرق نکلے گا، نتیجہ تو بہر کیف سماعِ موتی ہی نکلتا ہے۔'' علمی روش نہیں۔

❁ علامہ ابن تِیّن، مغربی رحمہ اللہ (611ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَوْتٰی لَایَسْمَعُونَ بِلَا شَكٍّ .

''یقیناً مُردے نہیں سنتے۔'' (فتح الباري لابن حجر : 235/3)

❁ علامہ مہلب بن احمد بن اسید تمیمی رحمہ اللہ (435ھ) فرماتے ہیں:

لَا یَسْمَعُونَ، کَمَا قَالَ تَعَالٰی : ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ (النّمل : ٨٠)، ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر : ٢٢) .

''مردے نہیں سنتے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ ([اے نبی!] یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ نیز فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْتَ

بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾([اے نبی!] آپ قبروں میں موجود لوگوں کو سنا نہیں سکتے)۔''

(شرح صحيح البخاري لابن بطّال : 320/3)

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ لَا يَقْتَضِي أَنَّهُ الْمُسْمِعُ لَهُمْ بَلْ يَقْتَضِي أَنَّهُمْ يَسْمَعُونَ فَلْيَكُنِ الْمُسْمِعُ لَهُمْ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا هُوَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنَّهٗ يُمْكِنُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَحْيَاهُمْ فَلَا يَلْزَمُ إِسْمَاعَ الْمَوْتٰى بَلِ الْأَحْيَاءِ كَمَا قَالَ قَتَادَةُ وَأَيْضًا الْآيَةُ فِي الْكَفَرَةِ وَالْمُرَادُ أَنَّكَ لَا تَجْعَلُهُمْ مُنْتَفِعِينَ بِمَا يَسْمَعُونَ مِنْكَ كَالْمَوْتٰى وَالْحَدِيثُ لَا يُخَالِفُهٗ وَلَا يُثْبِتُ الْاِنْتِفَاعَ لِلْمَيِّتِ وَبِالْجُمْلَةِ فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ.

''اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قلیب بدر کے مقتولین کو سنانے والے نبی کریم ﷺ ہیں، حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ قلیب بدر کے مقتولین سن رہے تھے۔ پس لازمی طور پر اس وقت انہیں سنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، نہ کہ نبی ﷺ، یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا ہو، تو اس سے مردوں کو سنانا لازم نہ آئے گا، بلکہ زندوں کو سنانا ثابت ہوگا، جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ پھر وہ آیت ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (زندہ) کافروں کے بارے میں ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ (اے نبی!) کفار جو آپ سے سنتے

ہیں، آپ انہیں نفع اٹھانے کی توفیق (یا طاقت) نہیں دے سکتے، جیسا کہ مردے ہوتے ہیں۔ حدیث اس آیت کے مخالف نہیں ہے، اس میں میت کے انتفاع کا ثبوت نہیں ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ حدیث صحیح ہے۔‘‘

(حاشية السندي على النّسائي : 4/111)

ثابت ہوا کہ قرآن وسنت میں مُردوں کے سننے کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے سلف صالحین میں سے کوئی بھی سماعِ موتی کا قائل نہیں تھا۔ دین وہی ہے، جو سلف صالحین نے سمجھا اور جس پر انہوں نے عمل کیا۔ باقی سب بدعات وخرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین وایمان کی سلامتی عطا فرمائے، آمین!

قائلین سماعِ موتی کے شبہات اوران کا ازالہ:

جولوگ سماعِ موتی کے قائل ہیں، ان کے پاس دلائل نہیں، شبہات ہیں، جن کی بنیاد پر وہ مُردوں کے سننے کے قائل ہیں۔ آیئے قرآن وسنت اور آثارِ سلف کی روشنی میں ان شبہات کا ازالہ کرتے ہیں:

شبہ نمبر ①:

تفسیر ابن کثیر کی ایک الحاقی عبارت:

قَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهٖ : إِذَا سَلَّمُوا عَلٰى أَهْلِ الْقُبُورِ أَنْ يُّسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُونَهٗ، فَيَقُولُ الْمسلِّمُ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَهٰذَا خِطَابٌ لِّمَنْ يَّسْمَعُ وَيَعْقِلُ، وَلَوْلَا هٰذَا الْخِطَابُ لَّكَانُوا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ

الْمَعْدُومِ وَالْجَمَادِ، وَالسَّلَفُ مُجْمِعُونَ عَلٰى هٰذَا، وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهٗ وَيَسْتَبْشِرُ .

''نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ قبر والوں کو سلام کہیں، تو انہیں اسی طرح سلام کہیں، جس طرح اپنے مخاطبین کو سلام کہتے ہیں۔ چنانچہ سلام کہنے والا یہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (اے مومنوں کے گھروں [قبروں] میں رہنے والو! تم پر سلامتی ہو)۔ سلام کا یہ انداز ان لوگوں سے اختیار کیا جاتا ہے، جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر یہ سلام مخاطب کو کہا جانے والا سلام نہ ہوتا، تو پھر مردوں کو سلام کہنا معدوم اور جمادات کو سلام کہنے جیسا ہوتا۔ سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے۔ ان سے متواتر آثار مروی ہیں کہ میت، قبر پر آنے والے زندہ لوگوں کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 325/6، بتحقيق سلامة، طبع دار طيبة للنشر والتوزيع)

تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت الحاقی ہے جو کہ کسی ایسے ناقص نسخہ سے لی گئی ہے، جس کا ناسخ نامعلوم ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے، تو اس پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں، لہٰذا یہ عبارت ناقابل استدلال والتفات ہے۔

✿ ڈاکٹر اسماعیل عبدالعال تفسیر ابن کثیر کے نسخوں کے بارے میں کہتے ہیں:

أَرٰى مِنَ الْوَاجِبِ عَلٰى مَنْ يَّتَصَدّٰى لِتَحْقِيقِ تَفْسِيرِ ابْنِ كَثِيرٍ تَحْقِيقًا عِلْمِيًّا دَقِيقًا، سِيَّمَا مِنَ الْمَآخِذِ، أَنْ لَّا يَعْتَمِدَ عَلٰى نُسْخَةٍ وَّاحِدَةٍ، بَلْ عَلَيْهِ أَنْ يَّجْمَعَ كُلَّ النُّسَخِ الْمَخْطُوطَةِ وَالْمَطْبُوعَةِ،

وَيُوَازِنُ بَيْنَهَا مَعَ إِثْبَاتِ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ، وَالتَّحْرِيفِ وَالتَّصْحِيفِ.

”جو شخص تفسیر ابن کثیر کی دقیق اور علمی تحقیق کرنا چاہے، خصوصاً مختلف مآخذ کو مدنظر رکھتے ہوئے، تو میرے خیال میں اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی ایک نسخہ پر اعتماد نہ کر بیٹھے، بلکہ وہ تمام مخطوط اور مطبوع نسخوں کو جمع کرے، پھر زیادت ونقص اور تحریف وتصحیف کو سامنے رکھتے ہوئے سب نسخوں کا موازنہ کرے۔“

(ابن كثير ومنهجه في التفسير، ص 128)

پھر تفسیر ابن کثیر جو سامی بن محمد سلامہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے، جس کا حوالہ بھی اوپر مذکور ہے، اس میں محقق نے پندرہ نسخوں کو مدنظر رکھا ہے۔ مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد محقق فرماتے ہیں:

زِيَادَةٌ مِّنْ ت، أ.

یعنی یہ عبارت نسخہ المحمدیہ جو ترکی میں ہے، میں مذکور ہے۔ اس نسخہ کا ناسخ (لکھنے والا) نامعلوم ہے۔ نیز یہ عبارت نسخہ ولی اللہ بن جار اللہ میں موجود ہے۔ اس کا ناسخ علی بن یعقوب جو کہ ابن المخلص کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔ یوں یہ دونوں نسخے قابل اعتماد نہ ہوئے۔

تفسیر ابن کثیر جو پانچ محققین کی تحقیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس کی پہلی طبع نسخہ ازھریہ اور نسخہ دار الکتب کے تقابل کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ یہ بات بھی اس عبارت کے مشکوک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

شبہ نمبر ②:

قبرستان میں سلام کہنے والی دلیل:

بعض لوگوں نے سلام والی حدیث سے سماعِ موتی کا مسئلہ ثابت کیا ہے۔ان کے ہاتھ ''ضعیف'' روایات لگ گئی ہیں۔انہی کی بنیاد پر یہ کچھ ثابت کیا گیا ہے۔جبکہ کسی صحیح حدیث میں مُردوں کے سلام سننے کا ذکر تک نہیں۔

❁ دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب (1297ھ) کہتے ہیں:

''اپنے خیالِ نارسا کے موافق سمعِ اصوات، حدِ اسماع سے تو پَرے ہے۔پَر استماعِ اصوات ممکن ہے۔یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ فرمایا اور نبی علیہ السلام نے باوجود اس کے، سلامِ اہلِ قبور مسنون کر دیا۔اگر استماع ممکن نہیں، تو یہ بے ہودہ حرکت، یعنی سلامِ اہلِ قبور، ملحدوں کی زبان درازی کے لیے کافی ہے۔''

(جمالِ قاسمی،ص9)

یہ کوئی علمی بات ہے؟علم دلیل کا نام ہے۔

یہ بات ہر ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ سلام دعا ہے اور جب میت کو سلام کہا جاتا ہے، تو صرف بطورِ دُعا کہا جاتا ہے، ان کو سنانا مقصود نہیں ہوتا۔بالکل اسی طرح جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ .

''میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، تُو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

یہاں بھی حجر اسود کو سنانا مقصود نہیں تھا، بلکہ لوگوں کو بتانا مقصود تھا کہ میں حجر اسود کو

صرف سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پیروی میں چومتا ہوں۔کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو سنانے کے لیے یہ بات کہی تھی۔معلوم ہوا کہ بسا اوقات خطاب سنانے کے لیے نہیں، بلکہ کسی اور مقصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔کیا کوئی عقلی میدان میں طبع آزمائی کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود، جو کہ جماد اور سننے کی صلاحیت سے محروم ہے،کو خطاب کرنا (معاذ اللہ!) ایک بے ہودہ حرکت تھی؟

❀ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1421ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنَ السَّلَامِ عَلَيْهِمْ أَنْ يَّسْمَعُوا، وَلِهٰذَا كَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَلِّمُونَ عَلَى النَّبِيِّ فِي حَيَاتِهٖ فِي التَّشَهُّدِ، وَهُوَ لَا يَسْمَعُهُمْ قَطْعًا.

”مُردوں کو سلام کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اسے سنتے ہیں۔مسلمان (خصوصاً صحابہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تشہد پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قطعاً نہیں سنتے تھے۔“

(القول المُفید علی کتاب التّوحید :288/1)

شیخ رحمہ اللہ نے بالکل درست فرمایا ہے۔اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کا تشہد میں پڑھا گیا سلام [اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ!] (اے نبی! آپ پر سلام ہو) سنتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب صحابہ کی ہر وقت خبر رہنی چاہیے تھی، کیونکہ سارے صحابہ کرام پانچ وقت کے نمازی تھے، جبکہ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام کے بارے میں دریافت کرنا پڑا کہ وہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں؟

مثال کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک عورت (یا مرد) جو مسجد کی صفائی کا اہتمام کرتی تھی، فوت ہوگئی۔صحابہ کرام نے اس کا جنازہ پڑھا اور اسے دفنا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس عورت کے مسجد میں نہ آنے پر اس کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ وہ تو فوت ہو گئی تھی۔

(صحيح البخاري : 460، صحيح مسلم : 956)

اگر نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کا نماز میں پڑھا گیا سلام سنتے تھے، تو اس عورت کے فوت ہونے کے بعد جو پہلی نماز کا وقت آیا تھا، اسی میں آپ ﷺ کو خبر ہو جانی چاہیے تھی کہ مسجد میں صفائی کرنے والی عورت نے نہ نماز پڑھی ہے، نہ سلام کہا ہے۔ایسا کچھ نہ ہونا، بلکہ آپ ﷺ کو اس کی وفات کا کئی دن بعد صحابہ کرام سے علم ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہر سلام کا سنا جانا ضروری نہیں۔

یہی معاملہ مُردوں کو سلام کہنے کا ہے۔ان کو بھی صرف دُعا دینا مقصود ہوتا ہے، نہ کہ سنانا۔کسی صحیح حدیث سے مردوں کا سلام سننا ثابت نہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ اگر مُردے سنتے ہیں، تو جواب کیوں نہیں دیتے؟ کسی نے آج تک مُردوں کی طرف سے جواب تو نہیں سنا، نہ کسی سماعِ موتی کے قائل نے مُردوں کے جواب دینے کا دعویٰ کیا ہے۔جب بعض کے نزدیک مردے سنتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں، تو خود سلام کیوں نہیں کہہ دیتے؟

معلوم ہوا کہ قبرستان میں کہا جانے والا اسلام، سلامِ خطاب نہیں، بلکہ سلامِ دُعا ہے اور دعا کو سنانا مقصود نہیں ہوتا۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمْ عَبْدُ الْحَقِّ عَلٰى حُصُولِ الِاسْتِمَاعِ مِنَ الْمَيِّتِ بِمَشْرُوعِيَّةِ السَّلَامِ عَلَى الْمَوْتٰى، فَقَالُوا : لَوْ لَمْ يَسْمَعُوا السَّلَامَ لَكَانَ خِطَابُهُمْ بِهٖ عَبَثًا، وَهُوَ بَحْثٌ ضَعِيفٌ، لِأَنَّهٗ

يَحْتَمِلُ خِلَافَ ذٰلِكَ، فَقَدْ ثَبَتَ فِي التَّشَهُّدِ مُخَاطَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ لَا يَسْمَعُ جَمِيعَ ذٰلِكَ قَطْعًا، فَخِطَابُ الْمَوْتٰى بِالسَّلَامِ فِي قَوْلِ الَّذِي يَدْخُلُ الْمَقْبَرَةَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَا يَسْتَلْزِمُ أَنَّهُمْ يَسْمَعُونَ ذٰلِكَ، بَلْ هُوَ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ، فَالتَّقْدِيرُ : اَللّٰهُمَّ ! اجْعَلِ [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ] كَمَا تُقَدَّرُ فِي قَوْلِنَا : اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَإِنَّ الْمَعْنٰى : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، فَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ فِي أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ، فَهُوَ خَبَرٌ بِمَعْنَى الطَّلَبِ، فَالتَّقْدِيرُ : اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلَيْهِمْ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

''ایک جماعت، جن میں عبد الحق (اشبیلی) بھی شامل ہیں، نے مُردوں کو سلام کہنے کی مشروعیت سے سماعِ موتی پر استدلال کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ مُردے سلام نہیں سنتے، تو ان کو مخاطب کرنا فضول ہے......لیکن یہ کمزور موقف ہے، کیونکہ مُردوں کو سلام کہنے میں اس (خطاب) کے برعکس اور احتمال بھی ہے، وہ یہ کہ تشہد میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے سلام کہنا ثابت ہے، لیکن آپ ﷺ تشہد میں سب لوگوں کی طرف سے کہے گئے سلام قطعاً نہیں سنتے۔ اسی طرح قبرستان میں داخل ہونے والے شخص کا مؤمن مُردوں کو سلام کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! ان پر سلامتی نازل فرما، جیسے اَلصَّلَاةُ

والسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ کا مطلب ہے کہ (اے اللہ! تُو اپنے رسول پر رحمت اور سلامتی نازل فرما)۔ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب بندہ تشہد میں کہتا ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ (ہم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی) تو ہر نیک شخص تک یہ دُعا پہنچ جاتی ہے۔ یوں یہ خبر بمعنی انشاء ہوئی۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اے اللہ! تُو تمام نیک لوگوں پر سلامتی نازل فرما۔ واللہ اعلم!''

(الإمتاع بالأربعين المتباينة السّماع، ص 86)

شبہ نمبر ③:

ایک ضعیف روایت:

رَوٰى أَبُو الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي كِتَابِ [ثَوَابِ الْأَعْمَالِ] بِإِسْنَادِهٖ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْزُوقٍ، قَالَ : مَاتَتْ بِالْمَدِينَةِ امْرَأَةٌ يُّقَالُ لَهَا : أُمُّ مِحْجَنٍ، تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَتْ، فَلَمْ يَعْلَمْ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ عَلٰى قَبْرِهَا، فَقَالَ : مَا هٰذَا الْقَبْرُ؟، قَالُوا : أُمُّ مِحْجَنٍ، فَقَالَ : الَّتِي كَانَتْ تَّقُمُّ الْمَسْجِدَ؟، قَالُوا : نَعَمْ، فَصَفَّ النَّاسَ، وَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ : أَيَّ الْعَمَلِ وَجَدْتِّ أَفْضَلَ؟، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتَسْمَعُ؟ قَالَ : مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهَا، فَذَكَرَ أَنَّهَا أَجَابَتْهُ : قَمُّ الْمَسْجِدِ .

”مدینہ میں ایک عورت فوت ہوئی، جس کا نام اُم مِحجن تھا، وہ مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، فوت ہوئی، تو نبی کریم ﷺ کو اس کی وفات کا علم نہ ہوا۔ پھر (ایک دن) اس کی قبر کے پاس سے گزرے، تو پوچھا: یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اُم مِحجن کی۔ فرمایا: جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کیا: جی ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی صف بنائی اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر (اُم مِحجن کو مخاطب ہو کر) فرمایا: آپ نے (اپنے) کس عمل کو سب سے افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا یہ سن رہی ہے؟ فرمایا: آپ لوگ اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے مجھے جواب دیا ہے کہ سب سے افضل عمل مسجد میں جھاڑو دینا ہے۔“

(التّرغیب والتّرھیب للمُنذري :122/1، فتح الباري لابن رجب : 352/2)

تبصرہ:

اس کی مکمل سند نہیں مل سکی۔ بے سند روایات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ جو ناقص سند موجود ہے، اس میں بھی عبید بن ابی مرزوق ”مجہول الحال“ ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات:157/7“ میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری (التاریخ الکبیر: 5/6)، امام ابو حاتم وغیرہما رحمہما اللہ (الجرح والتعدیل: 13/6) نے اسے ”مرسل“ کہا ہے۔ محدثین کے نزدیک ”مرسل“ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

نیز اس روایت سے نبی کریم ﷺ کے علم غیب ہونے کی نفی ہو رہی ہے، فافہم وتدبر!

شبہ نمبر ④:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبِي كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ، وَكَانَ وَكَانَ، فَأَيْنَ هُوَ، قَالَ : فِي النَّارِ، قَالَ : فَكَأَنَّهُ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَأَيْنَ أَبُوكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ مُشْرِكٍ، فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ، قَالَ : فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدُ، وَقَالَ : لَقَدْ كَلَّفَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَبًا، مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ إِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ.

”ایک دیہاتی شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرا والد صلہ رحمی اور بہت سے نیک کام کرتا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ فرمایا: جہنم میں۔ اسے یہ بات ناگوار گزری اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا: جب بھی تُو کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے، تو اسے جہنم کی بشارت دے۔ وہ دیہاتی بعد میں مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے مشقت والے کام میں مصروف کیا ہے۔ میں جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں، تو اسے جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔“

(سنن ابن ماجہ : 1573)

تبصرہ:

اس کی سند ”ضعیف“ ہے۔ زہری ”مدلس“ ہیں اور بصیغہ ”عن“ روایت کر رہے ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔ البتہ اسی معنی کی ایک روایت صحیح مسلم (203) میں بھی موجود

ہے، لیکن اس روایت میں دیہاتی کو ہر مشرک کی قبر سے گزرتے ہوئے اسے جہنم کی بشارت دینے کا حکم مذکور نہیں۔

شبہ نمبر ⑤:

مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بقیع غرقد کے پاس سے گزرے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ! أَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا أَنَّ نِسَائَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ، وَدُورَكُمْ قَدْ سُكِنَتْ، وَأَمْوَالَكُمْ قَدْ فُرِّقَتْ، فَأَجَابَهُ هَاتِفٌ : يَا عُمَرُ بْنَ الْخَطَّابِ! أَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا أَنَّ مَا قَدَّمْنَاهُ، فَقَدْ وَجَدْنَاهُ، وَمَا أَنْفَقْنَاهُ، فَقَدْ رَبِحْنَاهُ، وَمَا خَلَّفْنَاهُ، فَقَدْ خَسِرْنَاهُ .

”قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔ ہمارے پاس جو خبریں ہیں، وہ یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے آگے نکاح کر لیے ہیں، تمہارے گھروں میں غیروں نے سکونت اختیار کر لی ہے اور تمہارے مال تقسیم کر دیے گئے ہیں۔ ایک غیبی آواز نے جواب دیا: ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ جو مال ہم نے آگے بھیجا تھا، وہ ہمیں مل گیا، جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا، وہ ہمارے لیے نفع مند ثابت ہوا اور جو ہم پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں، وہ نقصان دہ ثابت ہوا۔“

(الهواتف لابن أبي الدُّنيا : 100)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے۔

① مطہر بن نعمان کی توثیق نہیں مل سکی۔

② محمد بن جبیر کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ سَمَاعُهٗ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَإِنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ (العلل : ١٧٤/١) نَصَّ عَلٰى أَنَّ حَدِيثَهٗ عَنْ عُثْمَانَ مُرْسَلٌ .

''اس کا سماع سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث مرسل ہوتی ہے۔''

(تہذیب التّہذیب : 92/9)

شبہ نمبر ⑥:

(۱) سیدنا ابوعبداللہ،سیدان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيبِ، فَقَالَ : يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ ! هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَهَلْ يَسْمَعُونَ؟ قَالَ : يَسْمَعُونَ كَمَا تَسْمَعُونَ، وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے مقتولین کفار کی طرف جھانکا اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے ربّ کے وعدے کو سچا پایا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بالکل آپ کی طرح سن رہے ہیں، لیکن جواب نہیں دے سکتے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 165/7، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 444/3)

تبصرہ:

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① عبدالوارث بن ابراہیم، ابوعبیدہ عسکری ''مجہول الحال'' ہے۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے نہیں پہچانتا۔''

(مَجمع الزّوائد : 212/5)

② یونس بن موسیٰ شامی کی توثیق نہیں مل سکی۔

③ حسین بن حماد کا تعین اور توثیق درکار ہے۔

④ عبیداللہ بن غسیل کون ہے؟ معلوم نہیں۔

(ب) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيبِ، فَقَالَ : يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ ! هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟، فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هَلْ يَسْمَعُونَ؟ قَالَ : مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ، مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمُ الْيَوْمَ لَا يُجِيبُونَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں میں پڑے مقتولینِ کفار کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے ربّ کے وعدے کو سچ پایا؟

میں نے اپنے ربّ کے وعدے کو بالکل سچا پایا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا یہ سن رہے ہیں؟ فرمایا: آپ میری باتوں کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔لیکن آج یہ جواب دینے سے قاصر ہیں۔‘‘

(السنّة لابن أبي عاصم: 884، المُعجم الكبير للطّبراني: 160/10، ح: 10320)

تبصرہ:

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔

① اشعث بن سوار جمہور کے نزدیک ’’ضعیف‘‘ ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب: 524)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ أَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ.

’’اسے امام احمد رحمہ اللہ اور ائمہ کرام کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔‘‘

(مَجمع الزّوائد: 240/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى أَنَّهٗ غَيْرُ مَرْضِيٍّ وَّلَا مُخْتَارٍ.

’’اکثر محدثین کرام اسے ناقابل اعتبار اور ناپسندیدہ ہی سمجھتے ہیں۔‘‘

(البدر المنير: 731/5)

② ابواسحاق سبیعی کا عنعنہ اور اختلاط ہے۔

❁ (مجموع فیہ مصنفات ابی العباس الاصم: ۸۴) والی سند بھی سخت ضعیف

ہے۔اس میں ابان بن ابی عیاش ''متروک'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقٍ .

''یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔''

(فتح الباري : 239/9)

❁ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لٰكِنْ لَّيْسَ فِيهَا أَنَّ الْمَوْتٰى عَامَّةً يَّسْمَعُونَ، وَإِنَّمَا فِيهَا أَنَّ أَهْلَ الْقَلِيبِ سَمِعُوا قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمْ، فَهِيَ قَضِيَّةٌ خَاصَّةٌ، لَا عُمُومَ لَهَا ...... وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُ قَتَادَةَ الْمُتَقَدِّمُ : أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ لَهٗ، فَالْقَضِيَّةُ خَاصَّةٌ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُّلْحَقَ بِهَا غَيْرُهَا، فَيُقَالَ : إِنَّ الْمَوْتٰى كُلَّهُمْ يَسْمَعُونَ، كَمَا يَقُولُ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ الْيَوْمَ !

''لیکن اس حدیث سے تمام مُردوں کا (ہر بات کو) سننا ثابت نہیں ہوتا۔اس میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ کنویں والے مقتولین نے وہ بات سنی تھی جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمائی تھی۔یہ ایک خاص واقعہ ہے، جو عموم کا متحمل نہیں ......۔اس بات کی تائید امام قتادہ تابعی رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سننے کے لیے زندہ کر دیا تھا......۔یوں یہ ایک خاص واقعہ ہے۔اسے عمومی رنگ

دے کر یہ کہنا جائز نہیں کہ تمام مُردے سنتے ہیں، جیسا کہ موجودہ دور میں اکثر لوگوں کا عقیدہ ہے۔‘‘(ظلال الجنّة في تخريج السنّة : 428/2)

شبہ نمبر ⑦:

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

دَخَلْنَا مَقَابِرَ الْمَدِينَةِ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَنَادٰى يَا أَهْلَ الْقُبُورِ ! السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، تُخْبِرُونَّا بِأَخْبَارِكُمْ، أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ نُّخْبِرَكُمْ؟ قَالَ : فَسَمِعْتُ صَوْتًا ؛ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! خَبِّرْنَا عَمَّا كَانَ بَعْدَنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَمَّا أَزْوَاجُكُمْ، فَقَدْ تَزَوَّجْنَ، وَأَمَّا أَمْوَالُكُمْ، فَقَدِ اقْتُسِمَتْ، وَالْأَوْلَادُ قَدْ حُشِرُوا فِي زُمْرَةِ الْيَتَامٰى، وَالْبِنَاءُ الَّذِي شَيَّدْتُّمْ، فَقَدْ سَكَنَهَا أَعْدَائُكُمْ، فَهٰذِهِ أَخْبَارُكُمْ عِنْدَنَا، فَمَا أَخْبَارُنَا عِنْدَكُمْ؟ فَمَا عِنْدَكُمْ؟ فَأَجَابَهٗ مَيِّتٌ : قَدْ تَخَرَّقَتِ الْأَكْفَانُ، وَانْتَثَرَتِ الشُّعُورُ، وَتَقَطَّعَتِ الْجُلُودُ، وَسَالَتِ الْأَحْدَاقُ عَلَى الْخُدُودِ، وَسَالَتِ الْمَنَاخِرُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ، وَمَا قَدَّمْنَاهُ وَجَدْنَاهُ، وَمَا خَلَّفْنَاهُ خَسِرْنَاهُ، وَنَحْنُ مُرْتَهَنُونَ بِالْأَعْمَالِ .

’’ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ہمیں

اپنے احوال سنائیں گے یا ہم سے سننا چاہتے ہو۔ میں (سعید بن مسیّب) نے یہ آواز سنی: امیر المومنین! وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ ہمارے بعد ہونے والے واقعات ہمیں بتائیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی بیویوں نے آگے شادیاں کر لی ہیں، آپ کا مال تقسیم کر دیے گئے ہیں، آپ کی اولادیں یتیموں میں شمار ہونے لگی ہیں اور جو مکان آپ نے بنائے تھے، ان میں آپ کے دشمنوں نے رہائش اختیار کر لی ہے۔ ہمارے پاس آپ کی یہی خبریں تھیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کے پاس کیا خبریں ہیں؟ ایک میت نے جواب دیا: ہمارے کفن بوسیدہ ہو گئے ہیں، بال بکھر گئے ہیں، جلدیں پھٹ گئی ہیں، رونے کی وجہ سے آنکھوں کی سیاہی رخساروں پر بہہ چکی ہے، ناک سے کچ لہو اور پیپ کے فوارے نکل رہے ہیں۔ جو چیزیں ہم نے آگے (اللہ کی راہ میں) بھیج دی تھیں، وہ ہمارے لیے نفع مند ثابت ہوئیں اور جن کو ہم (وارثوں کے لیے) پیچھے چھوڑ آئے تھے، وہ ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی ہیں۔ ہم اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھے ہوئے ہیں۔''

(تاریخ ابن عَساکِر: 395/27)

تبصرہ:

سند باطل ہے۔

① عبد اللہ بن حسن بن عبد الرحمٰن، ابو القاسم بزاز کی توثیق نہیں مل سکی۔

② کئی اور بھی ''مجہول'' راوی ہیں۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ قَبْلَ أَبِي زَيْدٍ النَّحْوِيِّ مَنْ يُّجْهَلُ .

''اس روایت کی سند میں ابوزید نحوی سے پہلے مجہول راوی موجود ہیں۔''

(تاریخ ابن عساکر : 395/27)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے فرماتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَنْ يُّجْهَلُ .

''یہ ایسی سند کے ساتھ مروی ہے، جس میں مجہول راوی ہیں۔''

(الخصائص الکبریٰ : 113/2)

③ سفیان بن عیینہ ''مدلس'' ہیں اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

شبہ نمبر ⑧:

❀ عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس چلا جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اس پر عاشق ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، مگر جوان نہیں دیکھتا تھا۔ ایک رات قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالی یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیتِ کریمہ زبان سے نکلی:

﴿اِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (الأعراف : ٢٠١)

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے

ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا: خیریت ہے۔ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جانِ پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، مُردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔

قَالَ عُمَرُ : يَا فُلَانُ! ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾، فَأَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ : يَا عُمَرُ ! قَدْ أَعْطَانِيهُمَا رَبِّي .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! جو شخص اپنے ربّ کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے وہ دونوں جنتیں مجھے عنایت فرما دی ہیں۔''

(ذمّ الهوٰى لابن الجوزي : 252-253، تاريخ ابن عساكر : 45/450)

تبصرہ:

سند باطل ہے۔

❀ یحییٰ بن ایوب غافقی مصری رحمہ اللہ (168ھ) فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مَنْ يَّذْكُرُ أَنَّهٗ كَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ .....

''میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہدِ فاروقی میں۔۔۔''

لہٰذا یہ سند ''معضل'' ہے۔

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے کہا:

سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنِ الْمُبَارَكِ).

”میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔“

(مقدمة صحيح مسلم : 19)

✿ **حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) فرماتے ہیں:**

هٰذَا مَجْهُولٌ، وَلَا يَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ.

”یہ مجہول ہے اور اس سے حجت پکڑنا درست نہیں۔“

(شرح صحيح مسلم : 19)

مبہم اور نامعلوم لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

شبہ نمبر ⑨:

حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ أَنَسُ بْنُ سَلْمٍ الْخَوْلَانِيُّ : ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْعَلَاءِ الْحِمْصِيُّ : ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ : ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَوْدِيِّ، قَالَ : شَهِدْتُّ أَبَا أُمَامَةَ، وَهُوَ فِي النَّزْعِ، فَقَالَ : إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاصْنَعُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّصْنَعَ بِمَوْتَانَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلٰى قَبْرِهٖ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلٰى رَأْسِ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لِيَقُلْ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ ! فَإِنَّهٗ يَسْمَعُهٗ، وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ

يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ ! فَإِنَّهُ يَقُولُ : أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ، وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلِ : اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا ؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمْا بِيَدِ صَاحِبِهٖ، وَيَقُولُ : انْطَلِقْ بِنَا، مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ، فَيَكُونُ اللّٰهُ حَجِيجَهُ دُونَهُمَا»، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَإِنْ لَّمْ يَعْرِفْ أُمَّهُ؟ قَالَ : «فَيَنْسُبُهُ إِلٰى حَوَّاءَ؛ يَا فُلَانَ بْنَ حَوَّاءَ» .

’’سعید بن عبداللہ اودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ جان کنی کی حالت میں تھے۔ وہ فرمانے لگے: جب میں فوت ہو جاؤں، تو میرے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنا، جس طرح ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ جب آپ میں سے کوئی فوت ہو جائے اور آپ اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو، تو آپ میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کی جانب کھڑا ہو کر کہے: اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! جب وہ یہ کہے گا، تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، مُردہ یہ بات سنے گا، لیکن جواب نہیں دے گا۔ پھر وہ کہے: اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! وہ کہے گا: اللہ تجھ پر رحم

کرے! ہماری رہنمائی کر، لیکن آپ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ پھر کہے کہ تُو اس بات کو یاد کر، جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تُو اللہ کے رب ہونے، محمد ﷺ کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ منکر اور نکیر میں سے ایک، دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے: چلو، جس آدمی کو اس کا جواب بتا دیا گیا ہو، اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے۔ چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا۔ ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر وہ (تلقین کرنے والا) اس (مرنے والے) کی ماں کو نہ جانتا ہو، تو (کیا کرے)؟ فرمایا: وہ اسے حواء علیہا السلام کی طرف منسوب کر کے کہے: اے حواء کے فلاں بیٹے!''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 7979، الدعاء للطّبراني : 298/3، ح : 1214، وَصايا العُلماء لابن زَبر، ص 46-47، الشّافي لعبد العزيز، نقلًا عن التّلخيص الحبير لابن حَجر : 136/2، اتّباع الأموات لإبراهيم الحربي، نقلًا عن المَقاصد الحَسَنة للسّخاوي : 265، الأحكام للضّياء المقدسي، نقلًا عن المَقاصد الحَسَنة : 265)

تبصرہ:

یہ سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے بیان کردہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے، مذکورہ روایت بھی اہل حجاز سے ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ (عِنْدَهُمْ) أَيْضًا غَيْرُ مَقْبُولِ الْحَدِيثِ، إِذَا حَدَّثَ عَنْ غَيْرِ أَهْلِ بَلَدِهٖ، فَإِذَا حَدَّثَ عَنِ الشَّامِيِّينَ، فَحَدِيثُهٗ مُسْتَقِيمٌ، وَإِذَا حَدَّثَ عَنِ الْمَدَنِيِّينَ وَغَيْرِهِمْ، مَا عَدَا الشَّامِيِّينَ، فَفِي حَدِيثِهٖ خَطَأٌ كَثِيرٌ وَّاضْطِرَابٌ، وَلَا أَعْلَمُ بَيْنَهُمْ خِلَافًا أَنَّهٗ لَيْسَ بِشَيْءٍ فِيمَا رَوٰى عَنْ غَيْرِ أَهْلِ بَلَدِهٖ.

''اسماعیل بن عیاش جب اپنے علاقے والوں کے علاوہ کسی اور سے بیان کرے، تو محدثین کے ہاں اس کی حدیث بھی قبول نہیں ہوتی۔ جب وہ شامی لوگوں سے بیان کرے، تو اس کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔ جب شامیوں کے علاوہ مدنیوں اور دیگر علاقے والوں سے بیان کرے، تو اس کی روایت میں بہت زیادہ غلطی اور اضطراب ہوتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق محدثین کرام کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب اسماعیل بن عیاش اپنے علاقے والوں کے علاوہ کسی سے بیان کرے، تو اس کی حدیث قابل التفات نہیں ہوتی۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المَعاني والأسانيد : 429/6)

امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَكَلَّمَ قَوْمٌ فِي إِسْمَاعِيلَ، وَإِسْمَاعِيلُ ثِقَةٌ، عَدْلٌ، أَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِيثِ الشَّامِ، وَلَا يَدْفَعُهٗ دَافِعٌ، وَأَكْثَرُ مَا تَكَلَّمُوا، قَالُوا: يُغْرِبُ عَنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّينَ وَالْمَكِّيِّينَ.

”کچھ اہل علم نے اسماعیل بن عیاش پر جرح کی ہے۔اسماعیل ثقہ اور عادل ہیں،شام کی حدیث کو سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں۔کوئی بھی ان کو ردّ نہیں کرتا۔زیادہ سے زیادہ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ مدینہ اور مکہ کے رہنے والے ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتے ہیں۔“

(المَعرِفة والتاريخ : 424/2)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهلِ بَلَدِهٖ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

”جب اپنے اہل علاقہ سے بیان کرے،تو صدوق ہوتا ہے اور جب کسی اور سے بیان کرے،تو حافظہ کی خرابی کا شکار ہوتا ہے۔“

(تقريب التّهذيب : 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے۔لہٰذا ضعیف ہے۔یہ جرح مفسر ہے۔

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ، لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ .

”یہ عبداللہ نامی راوی معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے؟“

(ميزان الاعتدال : 244/3)

③ یحییٰ بن ابی کثیر ”مدلس“ ہیں۔سماع کی تصریح نہیں ملی۔

④ سعید بن عبداللہ اودی کی توثیق نہیں مل سکی۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

''اس (طبرانی) کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں سکا۔''

(مَجمع الزّوائد: 45/3)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح نہیں:

إِسْنَادُهُ صَالِحٌ، وَقَدْ قَوَّاهُ الضِّيَاءُ فِي أَحْكَامِهِ.

''اس کی سند صالح (حسن) ہے۔ امام ضیاء مقدسی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں قوی قرار دیا ہے۔''

(التّلخيص الحبير: 2/135-136، ح: 796)

جبکہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک مقام پر اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَسَنَدُ الْحَدِيثِ مِنَ الطَّرِيقَيْنِ ضَعِيفٌ جِدًّا.

''یہ حدیث غریب ہے اور اس کی دونوں سندیں ضعیف ہیں۔''

(الفُتُوحات الربّانيّة: 196/4)

اسی لیے حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی بعض تصانیف میں ''ضعیف'' کہا ہے۔ (المقاصد الحسنہ، ص 265)

اس حدیث کے بارے میں دیگر اہل علم کی آراء بھی ملاحظہ فرمائیں:

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلطَّبْرَانِيُّ هٰكَذَا بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

''اس روایت کو طبرانی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔''

(تخريج أحاديث الإحياء: 420/4)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المَجموع : 257/5)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَائِمِ .

''اس کی سند قابل حجت نہیں۔''

(فتاوی ابن الصّلاح : 261/1، الأذكار للنّووي، ص 138)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تُحفة المَودود، ص 149)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ . ''اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔''

(تهذيب السّنن : 250/7)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ .

''اس کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں پایا۔''

(مَجمع الزّوائد : 45/3)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلتَّلْقِينُ لَمْ يَثْبُتْ فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ وَّلَا حَسَنٍ، بَلْ حَدِيثُهٗ

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

’’(قبر پر) تلقین کرنا کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ اس بارے میں مروی حدیث باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔‘‘

(الحَاوي للفتاوِي : 191/2)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

فِي مُعْجَمِ الطَّبَرَانِيِّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ .

’’یہ راویت ضعیف سند کے ساتھ معجم طبرانی میں موجود ہے۔‘‘

(الدُّرَر المنتثرة : 469)

ثابت ہوا کہ ائمہ حدیث اور علمائے سنت کے نزدیک یہ روایت ’’ضعیف‘‘ ہے۔

❁ **علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

’’محققین ائمہ کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔‘‘

(سُبُل السّلام : 157/2)

تنبیہ:

❁ **اس روایت کو ’’ضعیف‘‘ قرار دینے کے بعد حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَدِ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرُهُمْ عَلَى السَّمَاحَةِ فِي أَحَادِيثِ الْفَضَائِلِ، وَ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ .

’’محدثین کرام اور دیگر اہل علم کا فضائل اور ترغیب وترہیب پر مبنی احادیث کے بارے میں نرمی برتنے پر اتفاق ہے۔‘‘

(المَجموع شرح المُهذّب : 5/257-258)

حافظ نووی رحمہ اللہ کے جواب میں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَرِدُ هُنَا مَا اشْتَهَرَ مِنَ الْقَوْلِ بِالْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ هٰذَا مَحَلُّهٗ فِيمَا ثَبَتَتْ مَشْرُوعِيَّتُهٗ بِالْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ، وَأَمَّا مَا لَيْسَ كَذَالِكَ، فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهٖ بِالْحَدِيثِ الضَعِيفِ لِأَنَّهٗ تَشْرِيعٌ، وَلَا يَجُوزُ ذٰلِكَ بِالْحَدِيثِ الضَعِيفِ، لِأَنَّهٗ يُفِيدُ إِلَّا الظَّنَّ الْمَرْجُوحَ اتِّفَاقًا، فَكَيْفَ يَجُوزُ الْعَمَلُ بِمِثْلِهٖ.

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں جو بات مشہور ہے، اس کا اطلاق یہاں نہیں ہوسکتا۔ اس کا اطلاق تو ان اعمال پر ہوتا ہے جن کی مشروعیت قرآنِ کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جو عمل کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، اس بارے میں ضعیف حدیث پر عمل جائز نہیں، کیونکہ یہ (ثواب کے لیے عمل کرنا) شریعت ہے اور شریعت ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔ ضعیف حدیث بالاتفاق مرجوح ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ ایسی کمزور دلیل پر عمل کرنا کیونکر جائز ہوا؟''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 2/65)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ : إِنَّهٗ يَجُوزُ أَنْ يُّجْعَلَ الشَّرْعُ وَاجِبًا أَوْ

مُسْتَحَبًّا بِحَدِيثٍ ضَعِيفٍ، وَمَنْ قَالَ هٰذَا فَقَدْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ.

”ائمہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کی بنیاد پر کسی عمل کو واجب یا مستحب کہنا جائز ہے۔ جو شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے، وہ اجماعِ امت کا مخالف ہے۔“

(مَجموع الفتاوی: 251/1)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس ”ضعیف“ حدیث کے کئی شواہد بھی ہیں۔ ہم وہ شواہد بھی قارئین کرام کی نظر کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(ا) أَخْرَجَ ابْنُ مَنْدَةَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: إِذَا مُتُّ فَدَفَنْتُمُونِي، فَلْيَقُمْ إِنْسَانٌ عِنْدَ رَأْسِي، فَلْيَقُلْ: يَا صُدَيَّ بْنَ عَجْلَانَ! اذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ.

”سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں اور تم مجھے دفن کر چکو، تو ایک انسان میرے سر کے پاس کھڑے ہو کر کہے: اے صدی بن عجلان (سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا نام)! اس عقیدے کو یاد کر جس پر تُو زندگی میں قائم تھا، یعنی توحیدِ الٰہی و رسالتِ محمدی کا اقرار۔“

(الدرّ المنثور للسّيوطي: 39/5)

تبصرہ:

یہ اثر بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

(ب) مذکورہ بالا مرفوع روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ : ....

(المُنتقٰى من مسموعات مَرو للضّياء المقدسي : 21، ذِكر المَوت لابن شاهين، نقلًا عن المَقاصد الحَسنة للسّخاوي : 265)

تبصرہ:

جھوٹ ہے۔اس سند کو گھڑنے والا حماد بن عمرو نصیبی ہے۔

❁ امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِمَّنْ يَكْذِبُ، يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ کذاب اور حدیث گھڑنے والا راوی ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 10/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بِثِقَةٍ، قَدْ رَأَيْتُهٗ .

''یہ ثقہ نہیں تھا۔میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔''

(تاريخ أسماء الضُّعفاء والكذّابين : 129)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ وَضْعًا عَلَى الثِّقَاتِ .

''یہ روایات خود گھڑ کر ثقہ راویوں کے ذمے تھوپ دیتا تھا۔''

(كتاب المَجروحين :1/252)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ .

”یہ منکر الحدیث ہے۔اسے علی بن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(التّاريخ الأوسط : 291/2، الرقم : 2646، التّاريخ الكبير : 28/3)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الثِّقَاتِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً سَاقِطَةً .

”یہ کئی ثقہ راویوں سے منسوب من گھڑت اور سخت ضعیف روایات بیان کرتا ہے۔“

(المَدخل إلى الصّحيح، ص 129، الرقم : 39)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ عَدَّهُ السَّلَفُ فِيمَنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

”اسے سلف صالحین نے حدیث گھڑنے والوں میں شمار کیا ہے۔“

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 240/4)

معلوم ہوا کہ یہ باتفاق محدثین کذاب اور وضاع ہے۔لہٰذا یہ سند جھوٹی ہے۔

❁ امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ، هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ، أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ، فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ .

”جن راویوں پر تمام محدثین کے ہاں یا اکثر کے ہاں حدیث گھڑنے کا الزام ہو، ہم ان کی حدیث بیان کرنے میں مشغول نہیں ہوتے۔“

(مقدمة صحيح مسلم)

اس روایت میں عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف راوی ہے، نیز یحییٰ بن ابی کثیر ”مدلس“

ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔ پھر سعید ازدی یا سعید اودی بھی ''مجہول'' ہے۔

اس کا ایک شاہد قاضی خلعی کی کتاب [الفوائد] (41) میں مذکور ہے۔ اس کی سند بھی موضوع (من گھڑت) ہے۔ محدث البانی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ جِدًّا، لَمْ أَعْرِفْ أَحَدًا مِّنْهُمْ غَيْرَ عُتْبَةَ بْنِ السَّكَنِ، قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ (السّنن : 2/184، 3/250) : مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ : وَاهٍ، مَنْسُوبٌ إِلَى الْوَضْعِ.

''یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں عتبہ بن سکن کے علاوہ اس کے راویوں میں سے کسی کو بھی نہیں پہچان پایا اور عتبہ کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ضعیف راوی ہے اور اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 599)

عتبہ بن سکن سخت مجروح ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُخْطِئُ وَيُخَالِفُ.

''یہ غلطیاں کرتا ہے اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔''

(الثّقات : 8/508)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الدَّارَقُطَنِيُّ : مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ.

''امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے منکر الحدیث اور متروک قرار دیا ہے۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 2255)

❁ **حافظ بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَدْ رَوٰی عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَحَایِثَ لَمْ یُتَابَعْ عَلَیْھَا.

''اس نے اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے منکر روایات بیان کی ہیں۔''

(مسند البزّار : 4166)

❁ **حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔''**

(مَجمع الزّوائد : 202/3، ح : 5230)

اس سند کے دیگر راویوں کی توثیق بھی نہیں ملی۔لہٰذا یہ سند بالکل باطل ہے۔

(ج) عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِیبٍ أَحَدِ التَّابِعِینَ، قَالَ : کَانُوا یَسْتَحِبُّونَ إِذَا سُوِّيَ عَلَی الْمَیِّتِ قَبْرُہٗ، وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْہُ، أَنْ یُّقَالَ عِنْدَ قَبْرِہٖ : یَا فُلَانُ! قُلْ : لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، یَا فُلَانُ ! قُلْ : رَبِّيَ اللّٰہُ، وَدِینِيَ الْإِسْلَامُ، وَنَبِیِّي مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

''ایک تابعی ضمرہ بن حبیب کہتے ہیں کہ جب میت پر قبر کو برابر کر دیا جاتا اور لوگ واپس چلے جاتے، تو وہ اس کی قبر کے پاس یہ کہنا مستحب سمجھتے تھے: اے فلاں! تو لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ کہہ (تین مرتبہ)، اے فلاں! تو کہہ کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(سنن سعید بن مَنصور، نقلًا عن بلوغ المرام لابن حَجر : 471)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں ''اشیاخ من اہل حمص'' مبہم و نامعلوم ہیں، لہٰذا یہ ناقابل حجت اور ناقابل عمل ہے۔

(د) حکم بن حارث سلمی نے کہا:

إِذَا دَفَنْتُمُونِي وَرَشَشْتُمْ عَلٰى قَبْرِي، فَقُومُوا عَلٰى قَبْرِي، وَاسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَادْعُوا لِي .

''جب تم مجھے دفن کر دو اور میری قبر پر پانی چھڑک دو تو میری قبر پر کھڑے ہو کر قبلے کی طرف رُخ کرو اور میرے لیے دُعا کرو۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 3/215، ح : 3171)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَطِيَّةُ الدُّعَاءِ، وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

''عطیہ الدعا کو میں نہیں پہچانتا۔''

(مَجمع الزّوائد : 3/44)

(ھ) سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَضَرْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي جَنَازَةٍ، فَلَمَّا وَضَعَهَا إِلَى اللَّحْدِ، قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ .

''میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا۔ جب انہوں نے میت کو لحد میں رکھا، تو فرمایا: اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر۔''

(سنن ابن ماجه : 1553، المُعجم الكبير للطّبراني : 212/12، ح : 13094، السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 55/4)

تبصرہ:

روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

① حماد بن عبد الرحمٰن کلبی ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التّهذيب : 1502)

✿ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

''اس سند میں حماد بن عبد الرحمٰن موجود ہے، جس کو ضعیف قرار دینے پر تمام محدثین متفق ہیں۔''

(مِصباح الزُّجاجة :1/505)

② ادریس بن صبیح اودی ''مجہول'' ہے۔

✿ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 2/264)

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

يُغْرِبُ وَ يُخْطِيءُ عَلٰى قِلَّتِهٖ.

''بہت کم روایات بیان کرنے کے باوجود اس کی روایات میں نکارت اور

غلطیاں موجود ہیں۔'' (الثّقات : 78/6)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ادریس بن یزید اودی قرار دیا ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُ ابْنِ عَدِيٍّ أَصْوَبُ .

''امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہی زیادہ صائب ہے۔''

(تهذيب التّهذيب : 171/1، وفي نسخة :195/1)

یہ بات بے دلیل ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

فائدہ نمبر ①:

✿ علامہ حلبی رحمہ اللہ، علامہ سبکی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

حَدِيثُ تَلْقِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِهٖ، لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ، أَيْ صَحِيحٌ أَوْ حَسَنٌ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بیٹے کو تلقین کرنے والی روایت کی کوئی صحیح یا حسن سند موجود نہیں۔'' (السّيرة الحلبيّة : 437/3)

فائدہ نمبر ②:

✿ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ، وَإِنْ لَّمْ يَثْبُتْ، فَاتِّصَالُ الْعَمَلِ بِهٖ فِي سَائِرِ الْأَمْصَارِ وَالْأَعْصَارِ مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ، كَافٍ فِي الْعَمَلِ بِهٖ .

''یہ حدیث اگرچہ صحیح ثابت نہیں، لیکن تمام علاقوں میں ہر زمانے میں اس پر

بغیر انکار کے عمل ہوتا رہا ہے۔یہی بات اس پر عمل کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے۔“

(کتاب الرّوح، ص 16)

❀ کتاب الروح کے متعلق محدث العصر، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنِّي فِي شَكٍّ كَبِيرٍ مِّنْ صِحَّةِ نِسْبَةِ [الرَّوْحِ] إِلَيْهِ، أَوْ لَعَلَّهٗ أَلَّفَهٗ فِي أَوَّلِ طَلَبِهٖ لِلْعِلْمِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”میں کتاب الروح کی علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی طرف نسبت کے حوالے سے کافی شک وشبہ میں مبتلا ہوں۔(یا تو یہ ان کی تصنیف ہی نہیں) یا پھر انہوں نے اپنے طلب ِعلم کے اوائل میں اسے تالیف کیا تھا۔واللہ اعلم!“

(تحقيق الآيات البيّنات في عدم سماع الأموت، ص 39)

ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہو، یعنی کسی ناسخ کی غلطی سے درج ہوگئی ہو، کیونکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خود سیرت ِنبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ يَّجْلِسُ يَقْرَأُ عِنْدَ الْقَبرِ، وَلَا يُلَقِّنُ الْمَيِّتَ، كَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ الْيَوْمَ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس قراءت کرنے نہیں بیٹھتے تھے، نہ ہی (قبر پر) میت کو تلقین کرتے تھے، جیسا کہ موجودہ زمانے میں لوگ کرتے ہیں۔“

(زاد المعاد :522/1)

اگر کسی ضعیف روایت کے حکم پر بعض لوگ عمل کریں، تو وہ صحیح نہیں ہو جاتی ہے۔ لوگوں کے عمل سے سند کا صحیح ہونا محدثین کرام کا مذہب نہیں۔اگر کسی روایت کے حکم پر، یعنی

اس سے ماخوذ مسئلہ پر اجماعِ امت ثابت ہو جائے، تب بھی وہ سند ''ضعیف'' ہی رہے گی، البتہ وہ مسئلہ اجماعِ امت کی وجہ سے شرعی درجہ حاصل کر لے گا۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ پر اگر بعض نے عمل کیا ہے تو ان کے عمل سے اسے کچھ تقویت نہیں ملے گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ کئی اہل علم نے اسے ''ضعیف و غیر ثابت'' قرار دیا ہے اور تلقین کو بدعت قرار دیا ہے۔

قبر پر تلقین اور علمائے دین:

① علامہ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ (660ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِي التَّلْقِينِ شَيْءٌ وَّهُوَ بِدْعَةٌ، وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ دَنَا مَوْتُهٗ وَيَئِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ .

''مردے کو تلقین کرنے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اپنے مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کریں، اس شخص کے بارے میں ہے جس کی موت کا وقت قریب ہو اور اس کی زندگی کی امید نہ رہے۔''

(فتاوی العزّ بن عبد السّلام، ص 427)

② علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (620ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّلْقِينُ بَعْدَ الدَّفْنِ، فَلَمْ أَجِدْ فِيهِ عَنْ أَحْمَدَ شَيْئًا، وَلَا أَعْلَمُ فِيهِ لِلْأَئِمَّةِ قَوْلًا، سِوٰى مَا رَوَاهُ الْأَثْرَمُ، قَالَ : قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ : فَهٰذَا الَّذِي يَصْنَعُونَ إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ، يَقِفُ الرَّجُلُ،

وَيَقُولُ : يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانَةَ ! اذْكُرْ مَا فَارَقْتَ عَلَيْهِ، شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا فَعَلَ هٰذَا إِلَّا أَهْلَ الشَّامِ، حِينَ مَاتَ أَبُو الْمُغِيرَةِ جَاءَ إِنْسَانٌ، فَقَالَ ذَاكَ، قَالَ : وَكَانَ أَبُو الْمُغِيرَةِ يَرْوِي فِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَشْيَاخِهِمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَهٗ .

''میت کو دفن کرنے کے بعد اسے تلقین کرنے کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مجھے کوئی بات معلوم نہیں ہوسکی۔ اس بارے میں ائمہ دین میں سے کسی اورامام کا بھی کوئی قول مجھے نہیں ملا۔ البتہ علامہ اثرم کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمد رحمہ اللہ) سے پوچھا: یہ جو لوگ میت کو دفن کرنے کے بعد کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبر پر کھڑا ہوجاتا ہے اور کہتا ہے: اے فلاں عورت کے فلاں بیٹے! جس عقیدۂ توحید پر تو نے دنیا کو چھوڑا تھا، اس کو یاد کر۔ امام صاحب نے فرمایا: میں نے شام والوں کے علاوہ کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ جب ابومغیرہ فوت ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے ایسا کیا۔ ابومغیرہ اس بارے میں ابوبکر بن ابومریم سے ایک روایت بیان کرتے تھے، ابوبکر بن ابومریم اپنے (نامعلوم) شیوخ کا یہ عمل نقل کرتے تھے۔''

(المُغني : 377/2)

③ شیخ مرداوی رحمہ اللہ (885ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّفْسُ تَمِيلُ إِلٰى عَدَمِهٖ .

''میرا قلبی میلان تلقین کے جائز نہ ہونے کی طرف ہے۔''

(الإنصاف في معرفة الرّاجح من الخِلاف : 549/2)

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ يَّجْلِسُ يَقْرَأُ عَنْدَ الْقَبْرِ، وَلَا يُلَقِّنُ الْمَيِّتَ، كَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ الْيَوْمَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس قراءت کرنے نہیں بیٹھتے تھے، نہ ہی (قبر پر) میت کو تلقین کرتے تھے، جیسا کہ موجودہ زمانے میں لوگ کرتے ہیں۔''

(زاد المَعاد : 522/1)

⑤ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ إِلٰى أَنَّ التَّلْقِينَ بِدْعَةٌ.

''جمہور ائمہ کا مذہب ہے کہ (قبر پر) تلقین بدعت ہے۔''

(الحاوي للفتاوي : 191/2)

⑥ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

أَمَّا التَّلْقِينُ بَعْدَ الْمَوْتِ، فَلَا يُلَقَّنُ عِنْدَنَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، كَذَا فِي الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْهِدَايَةِ، وَمِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ.

''ظاہر روایت کے مطابق بعد المرگ تلقین درست نہیں، جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری : 157/1)

⑦ شیخ زادہ حنفی رحمہ اللہ (1078ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَكْثَرُ الْأَئِمَّةِ وَالْمَشَايِخِ : لَا يَجُوزُ.

''اکثر ائمہ اور مشائخ اسے ناجائز کہتے ہیں۔''

(مَجمع الأنہر: 179/1، وفي نسخۃ: 264/1)

⑧ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (1182ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، وَالْعَمَلُ بِهٖ بِدْعَةٌ، وَلَا يُغْتَرُّ بِكَثْرَةِ مَنْ يَّفْعَلُهٗ.

''ائمہ محققین کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس پر عمل بدعت ہے۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کی کثرت سے دھوکا مت کھائیے۔''

(سُبُل السّلام: 161/2)

⑨ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُلَقَّنُ بَعْدَ تَلْحِيدِهٖ.

''تدفینِ میت کے بعد تلقین نہ کی جائے۔''

(تنویر الأبصار، ص 619)

⑩ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (1329ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّلْقِينُ بَعْدَ الدَّفْنِ، قَدْ جَزَمَ كَثِيرٌ أَنَّهٗ حَادِثٌ.

''بہت سے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنا بدعت ہے۔''(عون المعبود: 269/8)

لطیفہ:

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (1252ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا لَا يُنْهٰى عَنِ التَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ، لِأَنَّهٗ لَا ضَرَرَ فِيهِ، بَلْ فِيهِ نَفْعٌ.

”دفن کے بعد تلقین سے منع اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ فائدہ ہے۔“(رد المُحتار :797/1)

قارئین کرام! آپ نے اہل علم کے اقوال ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ جو عمل شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو اور علمائے دین اسے بدعت قرار دیتے ہوں، کیا اسے جائز قرار دینے کے لیے یہ دلیل کافی ہو جائے گی کہ اس سے منع نہیں کیا گیا؟ کیا نماز جنازہ کی ایک سے زائد رکعات سے منع کیا گیا ہے؟

پھر اس پر بھی کیا دلیل ہے کہ بدعی تلقین میت کو نفع دیتی ہے؟ دفن کے بعد میت کے حق میں ثابت قدمی کی دُعا سنت ہے، لیکن تلقین بالکل بھی سنت نہیں ہے۔

✿ مفتیٔ دارالعلوم دیوبند، عزیز الرحمٰن صاحب (1347ھ) سے سوال ہوا:

”بعد دفن کے تلقین کرنا جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو کس طرح؟“

جواب: ”تلقین بعد الدفن کو فقہا نے جائز رکھا ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:392/5)

نہیں معلوم مفتی صاحب مرحوم نے کن فقہا کی طرف اشارہ کیا ہے؟ اسلاف امت تو ایسا کرتے نظر نہیں آئے۔

✿ علامہ سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے:

”البتہ دفن کے بعد تلقین کرنا عند القبر (قبر کے پاس) ہے۔ مگر وہ تو «وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا» (قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنے) کی مد میں ہے، جو سنت سے ثابت ہے۔“

(راہِ سنت، ص228)

شریعتِ اسلامیہ میں نہ قبر پر اذان ثابت ہے، نہ ہی دفن کے بعد قبر پر تلقین ثابت ہے، لہٰذا ایک بے اصل چیز کو دوسری بے اصل چیز پر قیاس کرنا خود باطل ہے۔

الحاصل:

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ مُردے سن نہیں سکتے۔ البتہ دیگر کئی کلّی قواعد وقوانین کی طرح اس قاعدے میں بھی کچھ استثناءات موجود ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہوتی ہیں، مثلاً مردے دفن کے بعد واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں، نیز بدر میں جہنم واصل ہونے والے کفار نے نبی اکرم ﷺ کا خطبہ سنا تھا۔

کچھ لوگوں کو انہی استثناءات نے اس شبہے میں مبتلا کر دیا ہے کہ مُردے سنتے ہیں، حالانکہ دلائلِ شرعیہ کی وجہ سے صرف یہی استثناءات اس کُلّی قاعدے سے خارج ہوں گے، عدمِ سماعِ موتی والا پورا قانونِ شریعت تبدیل نہیں ہوگا۔ جو لوگ ان استثناءات کی بنا پر اس کُلّی قاعدے کا انکار کر جاتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ اگر ان کے طرزِ عمل کو اپنا کر کوئی شخص دیگر کُلّی قواعد کا انکار کر دے، مثلاً آدم علیہ السلام کی بن ماں اور بن باپ پیدائش اور عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ کے پیدائش والی آیات کو لے کر انسانوں کے ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونے کے کُلّی قانون کا انکار کر دے، تو کیا یہ طرزِ عمل درست ہوگا؟

قرآن وسنت اور فہم سلف کی روشنی میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مُردے نہیں سنتے، البتہ وہ حالات وواقعات اس سے خارج ہیں، جن کی شریعت نے خود وضاحت کر دی ہے۔ یا مُردے سنتے ہیں، لیکن خاص ان حالات وواقعات میں جن کی نصوصِ شرعیہ میں تعیین وتخصیص ہو چکی ہے۔ جو شخص کسی حال میں کسی مُردے کے کسی بات کو سننے کا دعویٰ کرے، اس کے پاس اس بارے میں ضرور کوئی خاص نصِ شرعی ہونی چاہیے، ورنہ اس کا دعویٰ باطل

ہونے کے ساتھ ساتھ شریعتِ اسلامیہ سے کھلواڑ اور مذاق متصور ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنے دعوے پر کوئی خاص نصِ شرعی پیش کردے، تو کسی مسلمان کو اس خاص صورت میں مُردے یا مردوں کے سننے کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی، البتہ اس خاص صورت کے علاوہ عام حالات میں مردوں کا نہ سن سکنا، پھر بھی اپنی جگہ پر مسلمہ شرعی قانون رہے گا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

کیا مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں؟

قبر والے نہ زندوں کا سلام سنتے ہیں، نہ انہیں دیکھتے پہچانتے ہیں۔بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں اور زائرین کو دیکھتے و پہچانتے ہیں، کسی صحیح دلیل پر مبنی نہیں۔اس قسم کے دلائل اور ان پر تحقیقی تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّمُرُّ بِقَبْرٍ، كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا، فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ.

”قبر والا دنیا میں جس شخص کا واقف تھا، وہ اگر اس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔“

(مصنّفات أبي العبّاس الأصمّ : 419 (11)، فوائد أبي القاسم تمّام : 139، مُعجم الشّيوخ لابن جُمَيع الصّيداوي : 333، تاريخ بغداد : 139/7، تاريخ ابن عساكر : 38/10، 65/27، سير أعلام النبلاء للذهبي : 590/13)

تبصرہ:

سند من گھڑت ہے، عبدالرحمن بن زید بن اسلم جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ اور ”متروک“ ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

''اکثر محدثین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 20/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى تَضْعِيفِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ .

''عبدالرحمٰن بن زید کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا اتفاق ہے۔''

(العِلَل المُتناهية : 1523)

اس نے اپنے والد سے جھوٹا نسخہ روایت کیا ہے۔ مذکورہ روایت بھی یہ اپنے باپ سے کر رہا ہے۔

② اس روایت کا ایک موقوف شاہد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یوں مروی ہے:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ الْجَوْهَرِيُّ : نَا مَعْنُ ابْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ : أَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ : نَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَعَرَفَهُ، وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَّا يَعْرِفُهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ .

''جب کوئی شخص کسی جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے، تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان بھی لیتا ہے، لیکن جب وہ ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس سے اس کی جان پہچان نہیں تھی اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔''

(شُعَب الإيمان للبَيهقي : 8857، الصّارم المُنكي لابن عبد الهادي : 224)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔

۱۔ محمد بن قدامہ جوہری ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 275/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ لِينٌ .

''اس میں کمزوری ہے۔''

(تقریب التّهذیب : 6234)

۲۔ زید بن اسلم کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْنَا زَيْدًا سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ .

''ہمارے علم میں (کوئی دلیل نہیں) کہ زید نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہو۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 590/12)

③ اس کا ایک اور موقوف شاہد یہ ہے:

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، قَالَ : مَرَّ أَبُو هُرَيْرَةَ وَصَاحِبٌ لَّهٗ عَلٰى قَبْرٍ، فَقَالَ

أَبُو هُرَيْرَةَ : سَلِّمْ! فَقَالَ الرَّجُلُ : أُسَلِّمُ عَلٰى قَبْرٍ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : إِذَا كَانَ رَآكَ فِي الدُّنْيَا يَوْمًا قَطُّ، إِنَّهٗ لَيَعْرِفُكَ الْآنَ .

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے فرمایا: سلام کہیں۔ اس نے عرض کیا: کیا میں قبر پر سلام کہوں؟ فرمایا: اگر اس قبر والے نے دنیا میں ایک دن بھی تمہیں دیکھا ہوگا تو وہ اب تمہیں ضرور پہچان لے گا۔''

(الصّارم المُنكي لابن عبد الهادي، ص 224)

تبصرہ:

یہ بھی موضوع (من گھڑت) سند ہے۔

۱۔ یحییٰ بن علاء ''کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

۲۔ محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔

۳۔ زید بن اسلم کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت یوں ہے:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا : حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّزُورُ قَبْرَ أَخِيهِ، وَيَجْلِسُ عِنْدَهٗ، إِلَّا اسْتَأْنَسَ، وَرَدَّ عَلَيْهِ، حَتّٰى يَقُومَ .

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور وہاں بیٹھ جاتا ہے تو قبر والا اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے، اس کی باتوں کا جواب بھی دیتا رہتا ہے۔“

(الصّارم المُنكي لابن عبد الهادي، ص 224)

تبصرہ:

من گھڑت روایت ہے، عبداللہ بن زیاد بن سمعان بالاتفاق ”کذاب ومتروک“ ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْمَتْرُوكِينَ فِي الْحَدِيثِ .

”یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث چھوڑ دی گئی ہے۔“

(الكاشف: 78/2)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ مَّرَّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ، كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، إِلَّا عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ .

”جو اپنے کسی ایسے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے، جو دنیا میں اسے جانتا تھا اور اسے سلام کہے، تو وہ ضرور اسے پہچان لے گا اور سلام کا جواب دے گا۔“

(الاستذكار لابن عبد البرّ: 234/1)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

① فاطمہ بنت ریان مستملی کے حالات نہیں مل سکے۔

② ابوعبداللہ عبید بن محمد کی توثیق نہیں ملی۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(أهوال القُبور، ص 86)

لہٰذا متاخرین اہل علم کا اس روایت کی تصحیح کرنا محل نظر ہے۔

⑥ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَلِّمُوا عَلٰی إِخْوَانِکُمْ هٰؤُلَاءِ الشُّهَدَاءِ، فَإِنَّهُمْ يَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ.

''اپنے ان شہید بھائیوں کو سلام کہا کریں، کیونکہ یہ آپ کا جواب دیتے ہیں۔''

(الكامل لابن عدي : 1582/4، وفي نُسخة : 270/4)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔

① یحییٰ بن عبدالحمید حمانی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البدر المُنير : 224/3)

② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے اور اس نے اپنے باپ سے ایک جھوٹا نسخہ بھی روایت کیا ہے، یہ روایت بھی وہ اپنے باپ سے بیان کر رہا ہے۔

⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح بھی مروی ہے:

قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتٰى، فَهَلْ مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهٖ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ ؟ قَالَ : قُلْ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! يَسْمَعُونَ ؟ قَالَ : يَسْمَعُونَ، وَلَكِنْ لَّا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُّجِيبُوا، قَالَ : يَا أَبَا رَزِينُ! أَلَا تَرْضٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بِعَدَدِهِمْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ؟

’’سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے راستے میں قبریں آتی ہیں۔کیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے کوئی بات کرسکتا ہوں؟ فرمایا: یہ کہا کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ .

(اہل قبرستان میں سے مسلمانو اور مومنو! تم پر سلامتی ہو۔تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں،اللہ نے چاہا،تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں)۔سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے تو ہیں،لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہیں۔پھر فرمایا: اے ابورزین! کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ان کے بدلے میں اتنے ہی فرشتے

آپ کو سلام کا جواب دیں؟‘‘

(الضُّعَفاء الكبير للعُقَيلي : 4/19، ت : 1573)

تبصرہ:

روایت سخت ’’ضعیف‘‘ ہے۔

① محمد بن عمار بن عطیہ رازی ’’مجہول‘‘ ہے، اس کی توثیق نہیں۔

② نجم بن بشیر بھی ’’مجہول‘‘ ہے۔

③ محمد بن اشعث کے بارے میں خود امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولُ النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ، وَحَدِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

’’اس کا نسب اور روایت مجہول ہے۔ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔‘‘

(الضُّعَفاء الكبير : 4/18)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ. ’’یہ مجہول ہے۔‘‘

(ميزان الاعتدال : 3/486، ت : 7248)

⑧ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایک روایت یوں ہے:

آنَسُ مَا يَكُونُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهٖ، إِذَا زَارَهُ مَنْ كَانَ يُحِبُّهُ فِي دَارِ الدُّنْيَا.

’’قبر میں میت کو سب سے زیادہ مانوسیت اس وقت ہوتی ہے، جب قبر پر وہ شخص آتا ہے، جس سے وہ اپنی زندگی میں محبت کرتا تھا۔‘‘

(الأربعين الطائيّة لأبي الفتوح الطّائي، ص 129)

تبصرہ:

من گھڑت روایت ہے، دنیا میں اس کی کوئی سند موجود نہیں۔

⑨ عبداللہ بن ابی فروہ مدنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کے قبرستان میں تشریف لے گئے اور یوں دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ! إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ، وَأَنَّهٗ مَنْ زَارَهُمْ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، رَدُّوا عَلَيْهِ.

''اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ قیامت تک جو بھی ان کی قبروں پر آئے گا اور ان کو سلام کہے گا، یہ اس کو جواب دیں گے۔''

(المُستدرك للحاكم : 29/3، ح : 4320، دلائل النّبوّة للبَيْهقي : 307/3)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔

① عبداللہ بن ابی فروہ کی توثیق نہیں مل سکی۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَشْهُورٍ. ''یہ معروف نہیں ہے۔''

(تَعجيل المَنفعة، ص : 269، ت : 576)

② عبداللہ بن ابی فروہ براہ راست نبی اکرم ﷺ سے روایت کر رہا ہے، اس لیے یہ سند ''مرسل'' ہونے کی بنا پر بھی ''ضعیف'' ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''مرسل'' قرار دیا ہے، لہٰذا امام حاکم رحمہ اللہ کا اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دینا درست نہیں۔

⑩ مذکورہ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

قَالَ الْعَطَّافُ : وَحَدَّثَتْنِي خَالَتِي أَنَّهَا زَارَتْ قُبُورَ الشُّهَدَاءِ، قَالَتْ : وَلَيْسَ مَعِي إِلَّا غُلَامَانِ، يَحْفَظَانِ عَلَيَّ الدَّابَّةَ، قَالَتْ : فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ، فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ، قَالُوا : وَاللّٰهِ! إِنَّا نَعْرِفُكُمْ كَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا بَعْضًا، قَالَتْ : فَاقْشَعْرَرْتُ، فَقُلْتُ : يَا غُلَامُ! اُدْنُ بَغْلَتِي، فَرَكِبْتُ .

''عطاف بن خالد کہتے ہیں: مجھے میری خالہ نے بیان کیا کہ وہ شہداء کی قبروں کی زیارت کے لیے گئیں۔ وہ بیان کرتی ہیں: میرے ساتھ صرف دو غلام تھے، جو میری سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے شہداء کو سلام کہا، تو مجھے سلام کا جواب سنائی دیا اور شہداء کی طرف سے یہ آواز آئی: اللہ کی قسم! ہم تمہیں اس طرح پہچان لیتے ہیں، جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے آواز دی: اے غلام! سواری میرے قریب کرو۔ پھر میں سوار ہو (کر وہاں سے چلی) گئی۔''

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ عطاف بن خالد کی خالہ ایک نامعلوم خاتون ہے۔

(۱۱) عطاف بن خالد کی خالہ کی بیان کردہ حکایت اس طرح بھی مروی ہے:

رَكِبْتُ يَوْمًا إِلٰى قُبُورِ الشُّهَدَاءِ، وَكَانَتْ لَا تَزَالُ تَأْتِيهِمْ، قَالَتْ : فَنَزَلْتُ عِنْدَ قَبْرِ حَمْزَةَ، فَصَلَّيْتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أُصَلِّيَ، وَمَا فِي الْوَادِي دَاعٍ وَّلَا مُجِيبٌ، إِلَّا غُلَامٌ قَائِمٌ آخِذٌ بِرَأْسِ دَابَّتِي،

فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ صَلَاتِي، قُلْتُ هٰكَذَا بِيَدِي : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ عَلَيَّ، يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ، أَعْرِفُهُ كَمَا أَعْرِفُ أَنَّ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَنِي، وَكَمَا أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَاقْشَعَرَّتْ كُلُّ شَعْرَةٍ مِنِّي .

''ایک دن میں شہداء کی قبروں پر گئی اور یہ میرا ہمیشہ کا معمول تھا۔ میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس گئی اور جتنی مقدر میں تھی، نماز پڑھی، وہاں قریب قریب کوئی پکارنے والا اور کوئی جواب دینے والا نہ تھا، صرف ایک لڑکا تھا جو میری سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ جب میں اپنی نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کہا۔ پھر زمین کے نیچے سے میں نے سلام کا جواب سنا اور میں اس جواب کو یوں پہچان رہی تھی، جیسے یہ جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسے دن رات کو پہچانتی ہوں۔ اس کے بعد میرے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔''

(مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ لابن أبي الدّنيا : 41، دلائل النُّبوة للبَيْهقي : 308/3، والسّياق لهٗ، البَداية والنّهاية لابن كثير : 45/4)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ عطاف بن خالد کی خالہ نامعلوم ہے۔

⑫ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

أَشْهَدُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأْتُوهُمْ وَزُورُوهُمْ،

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ روزِ قیامت اللہ کے ہاں شہید شمار ہوں گے۔ آپ ان کے پاس آیا کریں اور ان کی قبروں کی زیارت کیا کریں۔اس ذات کی قسم،جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے دن تک جو بھی ان کو سلام کہے گا، یہ اس کا جواب دیں گے۔''

(المُستدرك للحاكم : 271/2، الرّقم : 2977)

تبصرہ:

سند''ضعیف'' ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ کے استاذ ابوالحسین،عبیداللہ/عبداللہ بن محمد قطیعی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

معجم کبیر طبرانی (364/20) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت بھی سخت ''ضعیف'' ہے۔

۱۔ یحییٰ بن علاء''متروک'' ہے۔

۲۔ ابو بلال اشعری کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے''ضعیف'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني :220/1)

اس روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر وہم یا تصحیف ہے، کیونکہ طبرانی کی سند سے یہی روایت حلیۃ الاولیاء (108/1) میں موجود ہے، جسے عبید بن عمیر''مرسل'' بیان کرتے ہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر نہیں کرتے۔اسی طرح طبقات ابن سعد (121/3) میں بھی عبید بن عمیر یہ روایت''مرسل'' ہی بیان کرتے ہیں۔

⑬ ہاشم بن محمد عمری کا بیان ہے: مجھے میرے والد مدینہ منورہ سے شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لیے لے گئے، یہ جمعہ کا دن تھا، ابھی سورج نہیں نکلا تھا، میں اپنے والد کے پیچھے پیچھے تھا، جب ہم قبرستان کے پاس پہنچے، تو میرے والد نے بآواز بلند کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ، فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.

''تم نے جو صبر کیا، اس کے بدلے تم پر سلامتی ہے، آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔''

اس پر جواب آیا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ!

''ابو عبداللہ! آپ پر بھی سلامتی ہو۔''

میرے والد نے میری طرف دیکھا اور پوچھا: بیٹا! آپ نے جواب دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر لیا اور دوبارہ اسی طرح سلام کہا، تو دوبارہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسری مرتبہ بھی اسی طرح مکالمہ ہوا۔ اس پر میرے والد اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر میں پڑ گئے۔ (دلائل النُّبُوة للبَيْهقي: 3/125، 308)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے، ہاشم بن محمد عمری اور اس کا باپ کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

⑭ محمد بن واسع رحمہ اللہ (123ھ) سے منقول ہے:

بَلَغَنِي أَنَّ الْمَوْتٰى يَعْلَمُونَ بِزُوَّارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمًا قَبْلَهٗ، وَيَوْمًا بَعْدَهٗ.

''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مردے ان لوگوں کو جانتے ہیں، جو جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو ان کی قبروں پر آتے ہیں۔''

(شُعب الإيمان للبَيهقي : 375/11، ح : 8862)

تبصرہ:

قول باطل ہے۔

① جبیر قصاب ''مجہول'' ہے۔

② محمد بن واسع کو یہ بات کس نے پہنچائی؟ معلوم نہیں۔

⑮ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَيِّتُ يَعْرِفُ مَنْ يَّغْسِلُهٗ، وَيَحْمِلُهٗ، وَيُكَفِّنُهٗ، وَمَنْ يُّدَلِّيهِ فِي حُفْرَتِهٖ.

''میت اپنے غسل دینے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچان رہی ہوتی ہے۔''

(مسند أحمد : 3/3، المَنامات لابن أبي الدنيا : 6، تاريخ بغداد : 212/12)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں ایک ''مبہم'' و ''مجہول'' راوی ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ رَجُلٌ لَّمْ أَجِدْ مَنْ تَرَجَّمَهٗ.

''اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے، جس کے حالات درج کرنے والا کوئی بھی میرے علم میں نہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 21/3)

❀ یہی روایت معجم اوسط للطبرانی (257/7، ح:7438) اور تاریخ اصبہان لابی نعیم الاصبہانی (208/1) میں بھی مذکور ہے، لیکن اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے۔

① عطیہ عوفی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، نیز ''مدلس'' بھی ہے۔

② اسماعیل بن عمرو بَجلی ''ضعیف'' ہے۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد: 248/1، ح: 1782)

⑯ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) نقل کرتے ہیں:

خَرَّجَ ابْنُ الْبَرَاءِ، فِي كِتَابِ الرَّوْضَةِ، مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ جِدًّا، عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ حَذْلَكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوتُ، إِلَّا وَهُوَ يَعْرِفُ غَاسِلَهٗ، وَيُنَاشِدُ حَامِلَهٗ، إِنْ بُشِّرَ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّجَنَّةِ نَعِيمٍ، أَنْ يُّعَجِّلَهٗ، وَإِنْ بُشِّرَ بِنُزُلٍ مِّنْ حَمِيمٍ وَّتَصْلِيَةِ جَحِيمٍ، أَنْ يَّحْبِسَهٗ.

''ابن البراء نے ''کتاب الروضہ'' میں سخت ضعیف راوی عمرو بن شمر عن جابر جعفی عن تمیم بن حذلک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرنے والا انسان اپنے غسل دینے والے کو پہچان رہا ہوتا ہے اور کندھوں پر اٹھانے والے کو پکار رہا ہوتا ہے۔ اگر اسے رحمت، پاکیزہ رزق اور نعمتوں والی جنت کی خوشخبری سنا دی گئی ہو، تو کہتا ہے کہ کندھا دینے

والے اسے جلدی لے جائیں اور اگر اسے گرم پانی کی مہمانی اور جہنم میں ڈالنے کی بشارت دی گئی ہو، تو وہ کہتا ہے کہ اسے نہ لے کر جائیں۔‘‘

(أهوال القُبور وأحوال أهلها إلى النّشور، ص 44-45)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔

① عمرو بن شمر ’’متروک‘‘ اور ’’کذاب‘‘ ہے۔

② جابر جعفی ’’متروک وکذاب‘‘ ہے۔ یہ دونوں رافضی ہیں۔

③ تمیم بن حذلک راوی کون ہے؟ اس کا تعارف نہیں ہو سکا۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (شرح الصدور: 100) اور ان کے استاذ سفیری رحمہ اللہ (شرح صحیح البخاری: 75/2) نے اس سند کو ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے، مگر یہ سند جھوٹی اور باطل ہے۔

⑰ حبان بن ابی جبلہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الشُّهَدَاءَ إِذَا اسْتُشْهِدُوا، أَنْزَلَ اللّٰهُ جَسَدًا، كَأَحْسَنِ جَسَدٍ، ثُمَّ يُقَالُ لِرُوحِهِ : ادْخُلِي فِيهِ، فَيَنْظُرُ إِلٰى جَسَدِهِ الْأَوَّلِ مَا يُفْعَلُ بِهٖ، وَيَتَكَلَّمُ فَيظُنُّ أَنَّهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَهٗ، وَيَنْظُرُ فَيظُنُّ أَنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ، حَتّٰى تَأْتِيَهٗ أَزْوَاجُهٗ، يَعْنِي الْحُورَ الْعِينَ، فَيَذْهَبْنَ بِهٖ .

’’مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ جب شہداء کو شہید کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایک خوبصورت ترین جسم نازل کرتا ہے، پھر اس کی روح

کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ روح اپنے پہلے جسم کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، وہ باتیں بھی کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور وہ دیکھ بھی رہی ہوتی ہے اور سمجھ رہی ہوتی ہے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں۔ اسی اثنا میں اس کی بیویاں، یعنی موٹی آنکھوں والی حوریں آجاتی ہیں اور اسے لے جاتی ہیں۔''

(أهوال القبور لابن رَجَب: 98، نقلًا عن ابن مَندة، الجهاد لابن المبارك: 63)

تبصرہ:

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① عبد الرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ.

''یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام: 449/1)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخريج أحاديث الإحياء: 1901)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

”جمہور محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں۔“

(مَجمع الزّوائد :1/250)

❀ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

”اکثر محدثین اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔“

(تنقیح التّحقیق : 2/381، ح : 1008)

② حبان بن ابی جبلہ رحمہ اللہ کو یہ روایت پہنچانے والا نامعلوم ومجہول ہے۔

⑱ عاصم جحدری رحمہ اللہ (129ھ) کی اولاد میں سے ایک شخص کا بیان ہے:

رَأَيْتُ عَاصِمًا الْجَحْدَرِيَّ فِي مَنَامِي، بَعْدَ مَوْتِهٖ بِسَنَتَيْنِ، فَقُلْتُ : أَلَسْتَ قَدْ مُتَّ ؟ قَالَ : بَلٰى، قُلْتُ : فَأَيْنَ أَنْتَ ؟ قَالَ : أَنَا، وَاللّٰهِ! فِي رَوْضَةٍ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، أَنَا وَنَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِي نَجْتَمِعُ كُلَّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ وَّصَبِيحَتِهَا إِلٰى بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ، فَنَتَلَقّٰى أَخْبَارَكُمْ، قَالَ : قُلْتُ : أَجْسَادُكُمْ أَمْ أَرْوَاحُكُمْ؟ قَالَ : هَيْهَاتَ، بَلِيَتِ الْأَجْسَادُ، وَإِنَّمَا تَتَلَاقَى الْأَرْوَاحُ .

”میں نے عاصم جحدری رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے دو سال بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: تو اب آپ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں جنت کے ایک باغ میں ہوں۔ میں اور میرے ساتھی ہر جمعہ کی رات اور صبح کو بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تمہاری خبریں سنتے ہیں۔ میں نے کہا

: تمہارے جسم یا تمہاری روحیں؟ انہوں نے کہا: جسم تو بوسیدہ ہو چکے ہیں، صرف روحیں ملاقات کرتی ہیں۔‘‘

(المَنامات لابن أبي الدنيا : 58، المُنتظم لابن الجوزي : 74/7، تفسير ابن كثير : 95/5، أهوال القبور لابن رجب : 130)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔

① یحییٰ بن بسطام غیر معتبر اور غیر ثقہ ہے۔

② مسمع بن عاصم کو اگرچہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’الثقات:198/9‘‘ میں ذکر کیا ہے، مگر امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلٰى حَدِيثِهٖ، وَلَيْسَ بِمَشْهُورٍ بِالنَّقْلِ .

’’اس کی حدیث منکر ہوتی ہے اور یہ روایت کرنے میں معروف بھی نہیں۔‘‘

(الضّعفاء الكبير : 264/4)

لہٰذا یہ ’’مجہول الحال‘‘ ہے۔

③ عاصم جحدری کی اولاد میں سے جو شخص یہ قصہ بیان کر رہا ہے، وہ مبہم و نامعلوم ہے۔

اولاً تو یہ روایت ضعیف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ کسی نامعلوم و مجہول شخص کا خواب دین میں دلیل نہیں بن سکتا۔

⑲ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (161ھ) سے منقول ہے:

بَلَغَنِي عَنِ الضَّحَّاكِ، أَنَّهٗ قَالَ : مَنْ زَارَ قَبْرًا يَوْمَ السَّبْتِ، قَبْلَ

طُلُوعِ الشَّمْسِ، عَلِمَ الْمَيِّتُ بِزِيَارَتِهٖ، قِيلَ لَهٗ : وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ : لِمَكَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ .

''مجھے ضحاک رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر کوئی ہفتہ والے دن طلوعِ آفتاب سے پہلے کسی قبر پر جائے، تو میت کو اس کے آنے کا علم ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: جمعہ کے دن کی برکت سے۔''

(شُعَب الإيمان للبيهقي : 476/11، ح : 8863)

تبصرہ:

جھوٹا قول ہے۔ عبدالعزیز بن ابان ''کذاب'' ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَضَعَ أَحَادِيثَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، لَمْ تَكُنْ .

''اس نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منسوب کر کے ایسی احادیث گھڑ لی ہیں، جن کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 377/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ حَدَّثَ بِهٖ عَنْ سُفْيَانَ، فَهُوَ كِذْبٌ .

''جس نے بھی اس کے واسطہ سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت بیان کی ہیں، تو وہ جھوٹ ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 377/5)

دوسری بات یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے، ایسی

بات کا کیا اعتبار؟

⑳ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (104ھ) سے منقول ہے:

إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ، فَمَلَكٌ قَابِضٌ نَفْسَهٗ، فَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَهُوَ يَرَاهُ عِنْدَ غُسْلِهٖ، وَعِنْدَ حَمْلِهٖ، حَتّٰی يَصِيرَ إِلٰی قَبْرِهٖ.

''جب مرنے والا مرتا ہے اور فرشتہ اس کی جان قبض کر لیتا ہے، تو وہ غسل اور اٹھا کر قبر تک لے جائے جانے تک ہر چیز کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔''

(المَنامات لابن أبي الدنيا : 9)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے۔ محمد بن عثمان بن صفوان جُمَحِی ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ.

''اس کی بیان کردہ حدیث منکر اور ضعیف ہوتی ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 24/8)

❁ امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

''یہ قوی نہیں ہے۔''

(سؤالات البَرقاني : 473)

لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے ''الثقات (424/7)'' میں ذکر کرنا درست نہیں۔

㉑ بکر بن عبد اللہ بن عمرو مزنی رحمہ اللہ (106ھ) کا بیان ہے:

بَلَغَنِي أَنَّهُ مَا مِنْ مَيِّتٍ إِلَّا وَرُوحُهُ بِيَدِ مَلَكِ الْمَوْتِ، فَهُمْ يُغَسِّلُونَهُ، وَيُكَفِّنُونَهُ، وَهُوَ يَرٰى مَا يَصْنَعُ أَهْلُهُ، فَلَوْ أَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى الْكَلَامِ، لَنَهَاهُمْ عَنِ الرَّنَّةِ، وَالْعَوِيلِ.

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو بھی مرنے والا مرتا ہے، تو اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ گھر والے اسے نہلا رہے ہوتے ہیں اور کفن دے رہے ہوتے ہیں، تو وہ انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ بولنے پر قادر ہو، تو ضرور انہیں شور اور چیخ و پکار سے منع کرے۔''

(المنامات لابن أبي الدنيا : 10)

تبصرہ:

بکر بن عبد اللہ مزنی کو یہ بات کس نے پہنچائی اور کس کی طرف سے پہنچائی، کچھ بھی معلوم نہیں، لہٰذا یہ حکایت قبول نہیں۔

(۲۲) سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے:

إِنَّهُ لَيَعْرِفُ كُلَّ شَيْءٍ يَعْنِي الْمَيِّتَ حَتّٰى إِنَّهُ لَيُنَاشِدُ غَاسِلَهُ بِاللّٰهِ أَلَا خَفَّفْتَ غَسْلِي.

''بے شک میت ہر چیز کو جانتی ہے، یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہے کہ مجھے غسل دینے میں نرمی برتنا۔''

(المَنامات لابن أبي الدّنيا : 11)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن عبد الحمید حمانی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البدر المُنير : 224/3)

❀ حلیۃ الاولیاء (54/7) میں سفیان ثوری سے ہی منقول ہے:

يُقَالُ لَهٗ، وَهُوَ عَلٰى سَرِيرِهٖ، : اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ .

''میت ابھی چارپائی پر ہوتی ہے، تو اسے کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے متعلق لوگوں کی تعریف سنیں۔''

یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے۔

① سہل بن مغیرہ، ابوعلی، بزار کی توثیق نہیں مل سکی۔

② امام ابونعیم اصبہانی کے استاذ محمد بن علی کا تعین اور توثیق بھی مطلوب ہے۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ أَحَدًا أَنْ يَّأْخُذَ عَمَّنْ لَّا يُعْرَفُ .

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجہول راویوں کی روایات لینے کا مکلّف نہیں بنایا۔''

(الكامل لابن عدي : 116/1، وسندهٗ صحيحٌ)

㉓ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ (83ھ) سے منسوب ہے:

اَلرُّوحُ بِيَدِ مَلَكٍ، يَمْشِي مَعَ الْجَنَازَةِ، يَقُولُ : اسْمَعْ مَا يُقَالُ لَكَ، فَإِذَا بَلَغَ حُفْرَتَهٗ، دَفَنَهٗ مَعَهٗ .

''روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ جنازے کے ساتھ چل رہا ہوتا

ہے اور روح سے کہہ رہا ہوتا ہے: جو کچھ تیرے بارے میں کہا جا رہا ہے، اسے سن! جب قبر تک پہنچتا ہے، تو اسے جسم کے ساتھ ہی دفن کر دیتا ہے۔‘‘

(المنامات لابن أبي الدنيا : 8)

تبصرہ:

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔ سفیان ثوری اور اعمش دونوں ’’مدلس‘‘ ہیں اور بصیغۂ عن روایت بیان کر رہے ہیں، لہٰذا اصولِ حدیث کے مطابق یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔

(۲۴) ابن ابی نجیح رحمہ اللہ (131ھ) سے منقول ہے:

مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوتُ، إِلَّا وَرُوحُهٗ فِي يَدِ مَلَكٍ، يَنْظُرُ إِلٰى جَسَدِهٖ، كَيْفَ يُغْسَلُ، وَكَيْفَ يُكَفَّنُ، وَكَيْفَ يُمْشٰى بِهٖ إِلٰى قَبْرِهٖ.

’’جو بھی مرنے والا مرتا ہے، اس کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنے جسم کو نہلائے جانے، کفن دیئے جانے اور قبر کی طرف لے جانے کے مناظر دیکھ رہا ہوتا ہے۔‘‘

(أهوال القُبور لابن رَجَب، ص 149، شرح الصّدور للسيوطي، ص 104)

تبصرہ:

اس کی سند نہیں مل سکی۔

(۲۵) ابو عبد اللہ، بکر، مزنی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

حُدِّثْتُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْتَبْشِرُ بِتَعْجِيلِهٖ إِلَى الْمَقَابِرِ.

’’مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ میت جلد قبرستان کی طرف لے جانے پر خوش

ہوتی ہے۔‘‘

تبصرہ:

اس کی بھی کوئی سند نہیں مل سکی، لہٰذا باطل ہے۔

(۲۶) سعید بن مسیّب رحمہ اللہ (م بعد:90ھ) سے منقول ہے:

إِنَّ سَلْمَانَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ، الْتَقَيَا، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ : إِنْ لَّقِيتَ رَبَّكَ قَبْلِي، فَأَخْبِرْنِي مَاذَا لَقِيتَ مِنْهُ ؟ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ : أَيَلْقَى الْأَحْيَاءَ الْأَمْوَاتُ، قَالَ : نَعَمْ، أَمَّا الْمُؤْمِنُونَ، فَإِنَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَ تْ، قَالَ : فَتُوُفِّيَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ صَاحِبِهٖ، فَلَقِيَهُ الْحَيُّ فِي الْمَنَامِ، فَكَأَنَّهُ سَأَلَهُ، فَقَالَ الْمَيِّتُ : تَوَكَّلْ وَأَبْشِرْ، فَإِنِّي لَمْ أَرَ مِثْلَ التَّوَكُّلِ قَطُّ .

’’سلمان فارسی اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی، تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اگر آپ مجھ سے پہلے اپنے رب سے جا ملیں، تو مجھے بتانا کہ ملاقات کیسی رہی؟ اس پر دوسرے نے کہا: کیا مردے زندہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ پہلے نے کہا: جی ہاں، مؤمنوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک پہلے فوت ہو گیا اور زندہ خواب میں اس کو ملا اور پوچھا تو مرنے والے نے کہا: توکل کریں اور مطمئن رہیں، کیونکہ میں نے توکل جیسی کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 120/7، الزّهد لابن المبارك : 428، الزّهد لأبي داوٗد :

258، التاريخ الأوسط للبخاري : 276، المنامات لابن أبي الدنيا : 21، شُعب الإيمان للبَيْهقي : 489/2، ح : 1293، والسياق لهٗ، تاريخ ابن عساكر : 460/21)

تبصرہ:

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ سعید بن مسیّب کا سلمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

❀ حلیۃ الاولیاء (205/1) میں اس کی ایک اور سند مذکور ہے، اس میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن ''ضعیف'' اور ''مختلط'' ہے۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو مَعْشَرٍ هٰذَا، مَنْ ضَعَّفَهٗ أَكْثَرُ مِمَّنْ وَّثَّقَهٗ.

''ابو معشر کو ضعیف کہنے والے اس کی توثیق کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔''

(بيان الوَهم والإيهام : 234/3، الرقم : 964)

❀ حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''یہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(طرح التّثريب : 4/3)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(اتّحاف المهرة : 511/6)

تنبیہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتَدِ يُوتَدُ، وَالْمِسْمَارِ يُضْرَبُ، فِي بَعْضِ الدُّورِ الْمُطِيفَةِ بِمَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ، فَتُرْسِلُ إِلَيْهِمْ: لَا تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''وہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق گھروں میں کیل یا میخ ٹھونکنے کی آواز سنتیں، تو ان اہل خانہ کے پاس پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دو۔''

(الدرّة الثمينة في أخبار المدينة لابن النجّار: 197)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے، محمد بن حسن بن زبالہ مخزومی ''کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، كَانَ كَذَّابًا، وَلَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ.

''یہ قابل اعتماد نہیں تھا، حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا، جھوٹا اور فضول شخص تھا۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري: 510/2)

② امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاهِي الْحَدِيثِ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، عِنْدَهٗ مَنَاكِيرُ، وَلَيْسَ بِمَتْرُوكِ الْحَدِيثِ.

''اس کی بیان کردہ حدیث کمزور، ضعیف اور منکر ہوتی ہے۔ اس کی عجیب

وغریب روایات ہیں، البتہ یہ متروک الحدیث نہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 228/7)

③ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

(كتاب الضّعفاء والمتروكين : 535)

④ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ وَاهِي الْحَدِيثِ .

''اس کی بیان کردہ حدیث کمزور ہوتی ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 228/7)

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البَرقاني : 427)

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، وَيَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمْ، مِنْ غَيْرِ تَدْلِيسٍ مِّنْهُمْ .

''یہ حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا اور ثقہ راویوں سے بغیر تدلیس کے وہ روایات بیان کرتا تھا، جو اس نے ان سے نہیں سنی ہوتی تھیں۔''

(كتاب المَجروحين : 275/2)

⑦ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّبُوهُ .

’’محدثین نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔‘‘

(تقريب التّهذيب : 8515)

نیز فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی ضَعْفِهٖ .

’’اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔‘‘

(فتح الباري : 298/11)

اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

اس روایت میں ’’انقطاع‘‘ بھی ہے، عبدالعزیز بن ابو حازم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے لقاء وسماع نہیں ہے۔ اس کی متابعت نوفل بن عمارہ ’’مجہول و نامعلوم‘‘ نے کی ہے۔

❁ **سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے:**

لَمَّا مَرِضَ أَبِي أَوْصٰی أَنْ يُّؤْتٰی بِهٖ إِلٰی قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُسْتَأْذَنَ لَهٗ، وَيُقَالَ : هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يُّدْفَنُ عِنْدَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَإِنْ أَذِنَ لَكُمْ فَادْفَعُونِي، وَإِنْ لَّم يُؤْذَنْ لَّكُمْ فَاذْهَبُوا بِي إِلَی الْبَقِيعِ، فَأُتِيَ بِهٖ إِلَی الْبَابِ، فَقِيلَ : هٰذَا أَبُو بَكْرٍ قَدِ اشْتَهٰی أَنْ يُّدْفَنَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَوْصَانَا، فَإِنْ أُذِنَ لَنَا دَخَلْنَا، وَإِنْ لَّمْ يُؤْذَنْ لَّنَا انْصَرَفْنَا، فَنُودِينَا أَنِ ادْخُلُوا وَكَرَامَةً، وَسَمِعْنَا كَلَامًا وَّلَمْ نَرَ أَحَدًا .

’’جب میرے والد بیمار ہوئے، تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں (وفات

کے بعد) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر لے جایا جائے اور آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا جائے: اللہ کے رسول! یہ ابوبکر ہیں اور انہیں آپ کے قریب دفن کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر تمہیں اجازت نہ ملے تو مجھے بقیع میں لے جانا۔ (جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو) انہیں دروازے پر لایا گیا اور کہا گیا: یہ ابوبکر ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور اس حوالے سے ہمیں وصیت کر چکے ہیں۔ اگر ہمیں اجازت ملے گی تو ہم داخل ہوں گے، ورنہ لوٹ جائیں گے۔ ہمیں آواز آئی کہ عزت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ ہمیں آواز دینے والا دکھائی نہیں دیا۔''

(الخصائص الكبرٰى للسّيوطي : 492/2)

تبصرہ:

بے سند اور باطل روایت ہے۔ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب [رُوَاۃ مالک] کے حوالے سے ذکر کیا ہے، جو کہ مفقود ہو چکی ہے، نیز سیوطی رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ سے اس روایت کو ''غریب جدا'' کہنا بھی نقل کیا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (تاریخ دمشق:436/30) نے اس سے ملتی جلتی ایک روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ يُّؤْذَنُ إِلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ مُّسْتَأْذِنٌ، فَرَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ تُفْتَحُ، وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَّقُولُ : أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلٰى حَبِيبِهٖ، فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاقٌ .

’’میں سب سے پہلا شخص تھا، جسے دروازے سے اندر جانے کی اجازت ملی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابوبکر ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھلا اور میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ، کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے ملاقات کا مشتاق ہے۔‘‘

لیکن یہ روایت بھی باطل ہے۔

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْكَرٌ، وَرَاوِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ مُوسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَقْدِسِيُّ [كَذَّابٌ]، وَعَبْدُ الْجَلِيلِ مَجْهُولٌ .

’’یہ منکر روایت ہے۔اس کا راوی ابو طاہر موسیٰ بن محمد بن عطاء مقدسی کذاب ہے اور عبدالجلیل مجہول ہے۔‘‘

① ابو طاہر موسیٰ بن محمد مقدسی کے بارے میں امام ابوحاتم رازی، موسیٰ بن سہل رملی اور امام ابوزرعہ رازی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ .

’’یہ (حدیث میں) جھوٹ بولتا تھا۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 161/8)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَيَسْرِقُ الْحَدِيثَ .

’’یہ منکر الحدیث ہے اور یہ حدیث کا سرقہ کرتا تھا۔‘‘

(الكامل في ضُعَفاء الرِّجال : 347/6)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثِّقَاتِ.

''یہ ثقہ راویوں سے منسوب کر کے حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(كتاب المَجروحين : 243/2)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ.

''یہ متروک الحدیث ہے۔''(العلل :179/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' اور ''متہم'' قرار دیا ہے۔

(المُغني في الضّعفاء : 686/2)

② حبہ عرنی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

(لسان الميزان : 391/3)

تنبیہات:

تنبیہ نمبر ①:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْهَدُوا لِهٰؤُلَاءِ الشُّهَدَاءِ، عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأْتُوهُمْ، وَزُورُوهُمْ، وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَا

يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا رَجَوْتُ لَهٗ، أَوْ قَالَ: إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ.

''آپ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان شہداء کے لیے گواہ بن جانا۔ان (کی قبروں) کے پاس آیا کریں، ان کی زیارت کیا کریں اور ان کو سلام کیا کریں۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کہے گا، میں اس کے لیے (مغفرت کی) اُمید رکھتا ہوں۔ یا فرمایا: وہ سلام کا جواب دیں گے۔''

(مسند عليّ بن الجعد، ص 433، ح: 2945، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث میں شہداء کی طرف سے سلام کا جواب دیئے جانے کی بات راوی نے بطورِ شک بیان کی ہے۔ جن سندوں میں بطورِ جزم جواب دینے کا ذکر ہے، وہ ساری کی ساری ''ضعیف'' ہیں۔ شک کے طور پر بیان کی گئی بات قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مردوں کے سننے اور دیکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ ان الفاظ کو صحیح مان لیا جائے، تو بھی اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو باخبر کر دیتا ہوگا۔

تنبیہ نمبر ②:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي، وَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ، فَوَاللّٰهِ! مَا دَخَلْتُهٗ، إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ

عَلَيَّ ثِيَابِي، حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ .

”میں اپنے اس حجرے میں، جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدفون تھے، داخل ہوتی تو (سر کا) کپڑا اتار دیا کرتی تھی اور (دل میں) یہ کہتی کہ یہاں میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں۔ لیکن جب ان کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم! میں اس حجرے میں صرف اسی حالت میں داخل ہوئی کہ میں اپنا (سر کا) کپڑا سختی سے باندھ لیتی تھی۔ میں یہ کام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے ہوئے کرتی تھی۔“

(مسند الإمام أحمد : 202/6، المُستدرك على الصحيحين للحاكم : 62/3، ح : 4402، 8/4، ح :6721، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا زِلْتُ أَضَعُ خِمَارِي، وَأَتَفَضَّلُ فِي ثِيَابِي فِي بَيْتِي، حَتّٰى دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ، فَلَمْ أَزَلْ مُتَحَفِّظَةً فِي ثِيَابِي، حَتّٰى بَنَيْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُبُورِ جِدَارًا، فَتَفَضَّلْتُ بَعْدُ .

”میں ہمیشہ اپنے حجرے میں اپنا دوپٹہ اتار دیتی اور کام کاج کے معمولی کپڑے پہن لیتی تھی، حتی کہ اس میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفن کر دیئے گئے۔ اس وقت سے میں اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی رہتی تھی، یہاں تک کہ میں نے قبروں کے سامنے ایک دیوار بنا دی، اس کے بعد میں نے گھر میں کام کاج کے معمولی کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔“

(طَبقات ابن سعد : 277/3، تاريخ المدينة لابن شبة : 945/3، وسندہٗ حسنٌ)

کچھ کام انسان طبعی طور پر بے ساختہ کرتا ہے اور ان کے پیچھے کوئی عقیدہ ونظریہ کارفرما نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے سنت کی محبت میں بے ساختہ اسے مخاطب کیا اور فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ .

''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، تُو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا، تو تجھے نہ چومتا۔''

(صحيح البخاري : 1605، صحيح مسلم : 1270)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی بھی صحابی سے فوت شدگان کا زندوں کو دیکھنے یا ان کی باتیں سننے کا عقیدہ ونظریہ ثابت نہیں، نہ خیر القرون یا بعد کے ائمہ اہل سنت نے اس روایت سے یہ مسئلہ اخذ کیا۔ فوت شدگان سے پردہ کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

تنبیہ نمبر ③:

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:

ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّي .

''میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یوں میں آپ کی (دُعاؤں کی) بدولت وحشت سے بچ

جاؤں گا اور مجھے اپنے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔‘‘

(صحیح مسلم :121)

اس روایت میں مردے کے سننے یا دیکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ قبر پر کھڑے ہو کر دُعا کرنے سے مُردہ وحشت اور سوال و جواب میں پریشانی سے بچ جاتا ہے۔

ویسے بھی یہ بات تو مسلّم ہے کہ مردہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے (صحیح بخاری:1378، صحیح مسلم:2870) اور اس سے مردے کو وحشت ہوتی ہے، لہٰذا جب تک لوگ واپس نہیں لوٹتے مردے کو ایک قسم کی مانوسیت رہتی ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارادہ غالباً یہی تھا کہ لوگ زیادہ دیر تک کھڑے دُعا و استغفار کرتے رہیں اور سوال و جواب کا مرحلہ طے ہو جائے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ سَبَقَ فِي مُسْنَدِ أَنَسٍ وَّغَيْرِهٖ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ إِذَا وَلَّوْا، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ، حَسَنٌ أَنْ يَّقُولَ : حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ .

’’سیدنا انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مسند میں یہ بات گزر چکی ہے کہ دفن کر کے واپس جاتے وقت مردہ لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ جب ایسا ہے، تو یہ کہنا درست ہے کہ (میری قبر پر ٹھہرے رہنا) تا کہ میں آپ کی وجہ سے مانوس رہوں۔‘‘

(کشف المُشکل : 4/111)

تنبیہ نمبر ④:

عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوتُ، إِلَّا وَرُوحُهٗ فِي يَدِ مَلَكٍ، يَّنْظُرُ إِلٰى جَسَدِهٖ، كَيْفَ يُغَسَّلُ، وَكَيْفَ يُكَفَّنُ، وَكَيْفَ يُمْشٰى بِهٖ، فَيُجْلَسُ فِي قَبْرِهٖ، يُقَالُ لَهٗ، وَهُوَ عَلٰى سَرِيرِهٖ: اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ.

''جو بھی بندہ مرتا ہے، اس کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ اپنے جسم کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اسے کیسے غسل و کفن دیا جا رہا ہے اور کیسے قبرستان کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پھر اسے قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ جب وہ چارپائی پر ہوتا ہے، تو اسے کہا جاتا ہے: اپنے بارے میں لوگوں کی تعریف سنو۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني: 349/3، وسندهٗ صحيحٌ)

عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی اس رائے کا تعلق عالمِ برزخ سے ہے، اس پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

غنیۃ الطالبین اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ

غنیۃ الطالبین، عبد القادر جیلانی بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن جنکی دُوست رحمہ اللہ (488-561ھ) کی تصنیف ہے۔اس کی سند شیخ جیلانی رحمہ اللہ تک ''صحیح'' ہے۔

① محدثِ عراق عمر بن علی بن عمر قزوینی رحمہ اللہ (750ھ) فرماتے ہیں:

جَمِيعُ مُؤَلَّفَاتِ الْإِمَامِ الْعَارِفِ مُحْيِي الدِّينِ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْقَادِرِ ابْنِ أَبِي صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجِيلِيِّ، رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، كَكِتَابِ (الْغُنْيَةِ)، وَغَيْرِهٖ، مَعَ جَمِيعِ مَرْوِيَّاتِهٖ، أَرْوِيهَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي السَّعَادَاتِ بْنِ مَنْصُورٍ الْأَنْبَارِيِّ الْخَطِيبِ، وَالْقَاضِي سُلَيْمَانَ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَحْمَدَ الْمَقْدِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ إِجَازَةً، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ أَحْمَدَ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَارَسْتَانِيِّ كَذٰلِكَ، عَنِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيِّ كَذٰلِكَ، ح، وَبِرِوَايَةِ الْأَوَّلِ أَيْضًا، عَنْ نَقِيبِ النُّقَبَاءِ مَتِينِ الدِّينِ أَبِي الْقَاسِمِ هِبَةِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ ابْنِ الْمَنْصُورِ بِاللّٰهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَغَيْرِهٖ، إِجَازَةً أَيْضًا، عَنِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ كَذٰلِكَ.

''امام، عارف، محی الدین، ابومحمد، عبدالقادر بن ابو صالح بن عبداللہ جیلی رحمہ اللہ کی تمام تصانیف، مثلاً غنیۃ الطالبین وغیرہ اور ان کی تمام روایات میں درج ذیل سند سے بیان کرتا ہوں: میں اپنے اساتذہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عمر بن ابوالقاسم، ابوبکر بن ابوالسعادات بن منصور انباری خطیب، قاضی سلیمان بن حمزہ بن احمد مقدسی وغیرہ سے اجازتاً بیان کرتا ہوں۔ وہ سب ابوالعباس احمد بن یعقوب بن عبداللہ مارستانی سے اسی طرح اجازتاً بیان کرتے ہیں اور وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے اسی طرح۔ دوسری سند یوں ہے کہ میرے وہی تینوں اساتذہ امیر المومنین، نقیب النقباء، متین الدین، ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد بن عبدالقادر بن منصور باللہ وغیرہ سے اجازتاً روایت کرتے ہیں اور وہ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔''

(مَشيخة القَزويني، ص 535)

اب اس سند کے تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

(ا) علی بن عمر قزوینی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَافِظُ الْكَبِيرُ، مُحَدِّثُ الْعِرَاقِ، سِرَاجُ الدِّينِ .

''آپ بہت بڑے حافظ اور عراق کے محدث تھے۔ آپ کا لقب سراج الدین تھا۔''

(الدُّرر الكامِنة في أعيان المائة الثّامنة : 211/4)

(ب) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عمر بن ابی القاسم بغدادی کے بارے میں خود قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشَّيْخُ، الْعَالِمُ، رَشِيدُ الدِّينِ، الْمُقْرِئُ .

(مَشيخة القزويني، ص 294)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، الْعَالِمُ، الْمُحَدِّثُ، الصَّادِقُ، الْخَيِّرُ، بَقِيَّةُ السَّلَفِ، رَشِيدُ الدِّينِ، أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ، الْبَغْدَادِيُّ، الْمُقْرِئُ، الْمُحَدِّثُ، شَيْخُ الْمُسْتَنْصِرِيَّةِ .

(مُعجم الشّيوخ الكبير : 204/2)

(ج) خطیب ابوبکر انباری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، نَجْمُ الدِّينِ .

(العِبَر : 26/4)

حافظ صفدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، الْفَاضِلُ، نَجْمُ الدِّينِ .

(الوافي بالوفيّات : 99/17)

(د) سلیمان بن حمزہ بن احمد بن عمر کے متعلق حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كَيِّسًا، مُتَوَاضِعًا، حَسَنَ الْأَخْلَاقِ، وَافِرَ الجَلَالَةِ، ذَا تَعَبُّدٍ، وَتَهَجُّدٍ، وَإِيثَارٍ .

''وہ دانا، متواضع، خوش اخلاق، جلیل القدر، عابد، تہجد گزار اور ایثار والے تھے۔''

(المُعجَم المختصّ بالمحدّثين، ص 105، مُعجم الشّيوخ الكبير : 268/1)

حافظ صفدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشَّيْخُ، الْإِمَامُ، الْمُفْتِي الْمَذْهَبِ، مُسْنِدُ الشَّامِ .

”وہ شیخ، امام، اپنے مذہب کے مفتی اور شام کے محدث تھے۔“

(الوافي بالوفيّات : 228/15)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقَاضِي، الْمُسْنِدُ، الْمُعَمَّرُ، الرُّحْلَةُ.

”وہ قاضی تھے اور بڑی عمر کے محدث تھے۔انہوں نے طلبِ علم میں بہت زیادہ سفر کیے۔“

(البِداية والنِّهاية : 85/14)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُسْنِدُ الْمِصْرِ، وَكَانَ جَيِّدَ الْإِيرَادِ لِدُرُوسِهٖ.

”مصر کے محدث تھے اور اپنے اسباق بخوبی پڑھاتے تھے۔“

(الدرر الكامنة : 241/2، وفي نسخة : 285/2، الرقم : 1837)

(ھ) ابوالعباس احمد بن یعقوب بن عبد اللہ مارستانی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشَّيْخُ، الْمُسْنِدُ، وَكَانَ صَالِحًا، خَيِّرًا، مُعَمَّرًا، وَسَمَاعُهٗ صَحِيحٌ، وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا.

”وہ شیخ اور محدث تھے۔بڑی عمر کے نیک اور دین دار شخص تھے۔ان کا سماع صحیح تھا اور وہ پرہیز گار آدمی تھے۔“

(سير أعلام النُّبلاء : 23/77-78)

❁ حافظ ابن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مِنْهُ، وَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ، وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا .

''میں نے اس سے احادیث سنی ہیں۔اس کا سماع صحیح ہے اور یہ نیک شخص تھا۔''

(تاريخ الإسلام للذّهبي : 285/14)

(و) ہبۃ اللہ بن احمد بن عبد القادر بن منصور کے متعلق قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نَقِيبُ النُّقَبَاءِ، مَتِينُ الدِّينِ .

(مَشيخة القزويني، ص : 535)

یوں یہ ساری سند بالکل صحیح ہے، لہٰذا غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ سے ثابت ہے، والحمد للہ!

② احمد بن مطیع ابو العباس باجسرائی کے متعلق حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِبَ الشَّيْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ، وَقَرَأَ عَلَيْهِ كِتَابَ [الْغُنْيَةِ] تَصْنِيفَهُ .

''وہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے پاس رہے اور ان پر ان کی تصنیف غنیۃ الطالبین پڑھی۔''(تاريخ الإسلام : 662/13)

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ بھی غنیۃ الطالبین کو شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف سمجھتے تھے۔

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی غنیۃ الطالبین کو عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔

(الفتاوى الحمويّة : 477، بيان تلبيس الجهميّة : 214/1)

④ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صَنَّفَ كِتَابَ [الْغُنْيَةِ]، وَ [فُتُوحَ الْغَيْبِ] .

''شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب نامی کتابیں تصنیف کیں۔''

(البِداية والنّهاية : 313/12)

⑤ **حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) فرماتے ہیں:**

لَهٗ كِتَابُ [الْغُنْيَةِ لِطَالِبِي طَرِيقِ الْحَقِّ]، وَهُوَ مَعْرُوفٌ .

’’آپ رحمہ اللہ کی کتاب الغنیۃ لطالبی طریق الحق معروف ہے۔‘‘

(ذیل طبقات الحنابلة : 2/198-199)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

لِلشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی كَلَامٌ حَسَنٌ فِي التَّوْحِيدِ، وَالصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَفِي عُلُومِ الْمَعْرِفَةِ مُوَافِقٌ لِّلسُّنَّةِ ...... وَكَانَ مُتَمَسِّكًا فِي مَسَائِلِ الصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَنَحْوِهِمَا بِالسُّنَّةِ، بَالِغًا فِي الرَّدِّ عَلٰی مَنْ خَالَفَهَا، قَالَ فِي كِتَابِهِ [الْغُنْيَةِ] الْمَشْهُورِ : وَهُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ، مُحْتَوٍ عَلَى الْمُلْكِ مُحِيطٌ عِلْمُهٗ بِالْاَشْيَاءِ : ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر: ١٠)، ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾(السّجدة : ٥)، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُهٗ بِأَنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ يُقَالُ : إِنَّهٗ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، كَمَا قَالَ : ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥)، وَذَكَرَ آيَاتٍ وَّاَحَادِيثَ، إِلٰی أَنْ قَالَ : وَيَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الِاسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَاْوِيلٍ، وَأَنَّهٗ اسْتِوَاءُ

الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ، قَالَ: وَكَوْنُهُ عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ، بِلَا كَيْفٍ، وَذَكَرَ كَلَامًا طَوِيلًا، وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا فِي سَائِرِ الصِّفَاتِ.

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے توحید، صفاتِ باری تعالیٰ، قضاء وقدر اور علومِ معرفت کے بارے میں سنت کے موافق گفتگو فرمائی ہے۔ آپ رحمہ اللہ صفاتِ باری تعالیٰ اور تقدیر وغیرہ کے مسائل میں سنت کو لازم پکڑتے تھے اور مخالفینِ سنت کا سختی سے ردّ فرماتے تھے۔ ...... آپ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ تمام کائنات پر حاوی ہے اور اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر: 10)، نیز فرمایا: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾(السجدة: 5)۔ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ رکھنا حرام ہے، عقیدہ یہ رکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ: 5) شیخ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اور بھی کئی آیات واحادیث ذکر کی ہیں۔ پھر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صفتِ استواء کو بغیر تاویل کے تسلیم کیا جائے گا۔ یہ عرش پر ذاتِ باری تعالیٰ کا استوا ہے۔ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا ہر مرسل نبی پر نازل شدہ کتاب میں درج ہے۔اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ پھر شیخ نے لمبی بحث کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے باقی صفات کے بارے میں بھی کتاب وسنت کے مطابق بات کی ہے۔''

(ذیل طبقات الحنابلۃ : 2/199-200)

⑥،⑦ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (اجتماع الجیوش : 2/227) اور علامہ مرداوی رحمہ اللہ (الانصاف:3/73) نے بھی غنیۃ الطالبین کو شیخ رحمہ اللہ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

⑧ علامہ ابن مفلح مقدسی رحمہ اللہ (763ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ فِي الْغُنْيَةِ .

''شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔''

(الآداب الشرعيّة :1/107)

⑨ علامہ سفیری رحمہ اللہ (956ھ) کہتے ہیں:

قَدْ قَالَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ الرَّبَّانِيُّ، سَيِّدِي عَبْدُ الْقَادِرِ الْكَيْلَانِيُّ فِي كِتَابِهٖ [الْغُنْيَةِ] .

''عارف باللہ ربانی، سیدی عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔''(شرح البخاري : 2/100)

⑩ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (942ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْكِيلَانِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَنَفَعَ بِهٖ، فِي كِتَابِ [الْغُنْيَةِ] .

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔''

(سُبل الهدٰی والرّشاد : 282/7)

⑪ علامہ ابن عماد رحمہ اللہ (1089ھ) فرماتے ہیں:

اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ الزَّاهِدُ، صَاحِبُ [الْغُنْيَةِ].

''شیخ زاہد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جنھوں نے غنیۃ الطالبین کتاب تصنیف کی ہے۔''

(شَذرات الذّہب : 45/6)

⑫ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (974ھ) نے بھی غنیۃ الطالبین کو شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔(الفتاوی الحدیثیّۃ : 145)

⑬ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (1014ھ) فرماتے ہیں:

وَقَعَ فِي [الْغُنْيَةِ] لِلْقُطْبِ الرَّبَّانِيِّ السَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيِّ أَنَّهُ لَمَّا ذَكَرَ الْفِرَقَ الضَّالَّةَ، قَالَ: وَأَمَّا الْحَنَفِيَّةُ، فَفِرْقَةٌ مِّنَ الْمُرْجِئَةِ، وَهُمْ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ نُعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ.

''قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ احناف جو کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں، وہ (گمراہ فرقے) مرجیہ کا ایک گروہ ہیں۔''

(شرح مسند أبي حنيفة : 454، مِرقاة المَفاتيح : 1501/4، ح : 2199)

اس کتاب کے اور نام بھی مذکور ہیں، جیسا کہ یوسف بن حسن بن احمد بن عبدالہادی دمشقی صالحی رحمہ اللہ (معجم الکتب : 91)، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (کشف الظنون : 1211/2)، زرکلی رحمہ اللہ (الاعلام : 47/4) اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (ذیل طبقات الحنابلۃ : 198/2) نے اسے شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی کتابوں میں ذکر کرتے ہوئے اس کا نام «اَلْغُنْيَةُ لِطَالِبِي

طَرِيقِ الْحَقِّ» یا «اَلْغُنْيَةُ لِطَالِبِ طَرِيقِ الْحَقِّ» ذکر کیا ہے۔ بعض اہل علم نے حافظ سخاوی رحمہ اللہ کی کتب میں «اَلْبُغْيَةُ فِي تَخْرِيجِ أَحَادِيثِ الْغُنْيَةِ» بھی ذکر کی ہے۔

ہم انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

ہمارے ناقص علم کے مطابق دنیا میں سب سے پہلے عبدالحق بن سیف الدین دہلوی (1052ھ) نے اس کتاب کے شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف ہونے کا انکار کیا۔ اس کے ردّ وجواب میں علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (1304ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَوَّلًا، فَلِأَنَّ نِسْبَتَهَا إِلَيْهِ مَذْكُورَةٌ فِي كُتُبِ ابْنِ حَجَرٍ وَّغَيْرِهٖ، مِنَ الْأَكَابِرِ، فَإِنْكَارُ كَوْنِهَا مِنْ تَصَانِيفِهَا غَيْرُ مَقْبُولٍ عِنْدَ الْأَوَاخِرِ .

''یہ دعویٰ کئی وجہ سے مردود ہے، پہلی یہ کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی طرف غنیۃ الطالبین کی نسبت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ جیسے اکابر اہل علم کی کتب میں مذکور ہے، لہٰذا متاخرین کی طرف سے اس کا انکار قابل قبول نہیں۔''

(الرّفع والتّکمیل، ص 380)

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب (1921ء) نے لکھا ہے:

''محدث دہلوی کا تو خیال ہے کہ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف ہی نہیں، مگر یہ نفی مجرد ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: 222/29)

مفتی احمد یار خان بریلوی صاحب (1971ء) لکھتے ہیں:

''حضور غوثِ پاک غنیۃ الطالبین جلد دوم، ص 48 میں فرماتے ہیں......۔''

(تفسیر نعیمی، پارہ سوم، آل عمران: 55، ص 617)

عقیدہ حیات النبی ﷺ

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (الأنبياء : ٣٤-٣٥)

''(اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو بقائے دوام نہیں بخشا، تو کیا اگر آپ فوت ہو جائیں، تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔''

❀ سنی مفسر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَمَا خَلَّدْنَا أَحَدًا مِّنْ بَنِي آدَمَ -يَا مُحَمَّدُ- قَبْلَكَ فِي الدُّنْيَا، فَنُخَلِّدَكَ فِيهَا، وَلَا بُدَّ لَكَ مِنْ أَنْ تَمُوتَ كَمَا مَاتَ مِنْ قَبْلِكَ رُسُلُنَا .

''اللہ رب العزت اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتا ہے: اے محمد (ﷺ)! آپ سے پہلے ہم نے اس دنیا میں کسی آدم کے بیٹے کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی کہ آپ کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔ ضرور آپ بھی فوت ہوں گے، جس طرح آپ سے

پہلے ہمارے رسول فوت ہوئے۔‘‘

(تفسير الطّبري : 24/17)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ﴾ (الزّمر : ٣٠)

’’(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یقیناً یہ (کفار) بھی مرجائیں گے۔‘‘

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ مِنَ الْآيَاتِ الَّتِي اسْتَشْهَدَ بِهَا الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَحَقَّقَ النَّاسُ مَوْتَهٗ، مَعَ قَوْلِهٖ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ﴾ (آل عمرٰن : ١٤٤)، وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْآيَةِ : سَتُنْقَلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ لَا مَحَالَةَ، وَسَتَجْتَمِعُونَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَتَخْتَصِمُونَ فِيمَا أَنْتُمْ فِيهِ فِي الدُّنْيَا مِنَ التَّوْحِيدِ وَالشِّرْكِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَفْصِلُ بَيْنَكُمْ.

’’یہ آیت ان آیات میں سے ہے، جنہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔ اس آیت سے لوگوں نے

نبی کریم ﷺ کی وفات کا یقین کرلیا۔ مذکورہ آیت کے ساتھ یہ آیت بھی ان کی دلیل تھی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمرٰن : ١٤٤) ''محمد (ﷺ) رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے، تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے، وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔''

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سب لوگ دنیا سے ضرور بالضرور جانے والے ہیں اور آخرت میں اللہ رب العزت کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔ وہاں اللہ کے سامنے تم توحید وشرک میں اپنا دنیوی اختلاف ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔''

(تفسیر ابن کثیر : 488/6)

مذکورہ آیاتِ کریمہ میں دنیوی زندگی کے بعد موت کا ذکر ہے۔

موت کے بعد اخروی زندگی شروع ہوتی ہے، جو دراصل جزا وسزا کا جہان ہے۔ جو شخص اس جہان میں چلا جاتا ہے، اس کا دنیا والوں سے کوئی دنیوی تعلق قائم نہیں رہتا، کیونکہ اخروی زندگی ایک الگ زندگی ہے۔ قبر کی زندگی اخروی حیات کا آغاز ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اُخروی حیات، دنیوی حیات سے بہت بہتر ہے، جیسا کہ سورت ضحیٰ (۴) سے ثابت ہے۔

بہت سے لوگ اس اخروی زندگی کے سلسلہ میں افراط وتفریط کا شکار ہو کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے ہیں۔ بعض نے تو تفریط میں مبتلا ہو کر سرے سے اس زندگی کا انکار کر دیا ہے، جبکہ بعض نے افراط میں پڑ کر اس زندگی کا اس طرح اقرار کیا کہ اسے دنیوی زندگی کی مثل سمجھ لیا، لیکن یہ عام زندگی جو سب کو ملتی ہے، ایک مخصوص نعرہ لگا کر انہوں نے اُسے بلا دلیل خاص کر دیا۔

اس سلسلہ میں اعتدال کی بات وہی ہے، جو ہمیں قرآن وسنت نے بتائی ہے۔ شرعی دلائل کے مطابق قبر کی زندگی نیک و بد سب کو ملتی ہے، البتہ درجات کے اعتبار سے اس زندگی کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ انبیا وشہدا کی زندگی افضل ترین اور کفار کی بدترین ہوتی ہے، بہرحال یہ زندگی اخروی ہوتی ہے، دنیوی نہیں۔

❀ ہانی مولیٰ عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُثْمَانُ، إِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ، بَكٰى حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ، فَقِيلَ لَهٗ: تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي، وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَّجَا مِنْهُ؛ فَمَا بَعْدَهٗ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ؛ فَمَا بَعْدَهٗ أَشَدُّ مِنْهُ.

”سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے، تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا ہے، لیکن آپ نہیں روتے، مگر قبر کا ذکر سنتے ہی رو پڑتے ہیں؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قبر آخرت کی

منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر کوئی شخص اس منزل کو کامیابی سے عبور کر گیا، تو اس کے بعد جو بھی منزل آئے گی، اس سے آسان ہو گی، لیکن اگر کوئی اسی منزل میں کامیاب نہ ہو سکا، تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔''

(مسند أحمد : 63/1، سنن التّرمذي : 2308، سنن ابن ماجه : 4267، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ (330/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد دنیوی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ قبر آخرت کی ایک منزل ہے اور قبر کی زندگی اُخروی زندگی ہے، نہ کہ دنیوی زندگی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهٖ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں نماز پڑھائی۔''

(صحيح البخاري : 116، صحيح مسلم : 2537)

اس حدیث کے الفاظ پتا دیتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی ختم ہو چکی ہے، اسی لیے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے آخری حصہ کی بات کرتے ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

سَقَطَتْ مِنْ يَّدِهٖ، فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهٖ فِي آخِرِ يَوْمٍ

مِّنَ الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْآخِرَةِ.

''نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے مسواک چھوٹ گئی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے میرے اور نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن کو ایک ساتھ جمع کر دیا، یہ آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری اور اخروی زندگی کا پہلا دن تھا۔''

(صحيح البخاري :4451)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس فرمان سے واضح ہوا کہ موت کے بعد اخروی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

❀ سیدنا سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے مرض میں آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی، پھر افاقہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں! فرمایا، بلال کو حکم دیں کہ وہ اذان کہیں اور ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) تو نہایت نرم دل ہیں۔ جب وہ اس مصلیٰ امامت پر کھڑے ہوں گے، تو رونے لگیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، بہتر ہے کہ آپ کسی اور کو حکم فرما دیں۔ آپ ﷺ پر پھر غشی طاری ہوئی، افاقہ ہوا، تو فرمایا: بلال کو حکم دیں کہ وہ اذان کہیں اور ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف کی طرح ہو۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا، انہوں نے اذان کہی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا، انہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ سکون محسوس کیا، تو فرمایا: میرے سہارا لینے (اور مسجد جانے) کے لیے کسی کو دیکھیں۔ سیدہ

بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک آدمی آئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کا سہارا لیا (اور مسجد میں آ گئے)، جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا، تو (مصلیٰ امامت سے) پیچھے ہٹنے لگے، آپ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کر لی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کو یہ کہتے نہیں سنوں گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، مگر اپنی اس تلوار سے قتل کر دوں گا اور کہا: لوگ اَن پڑھ تھے، ان میں آپ ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں تھا (جہالت ابھی باقی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کیسے فوت ہو سکتے ہیں؟)۔ لوگ سہم گئے اور انہوں نے کہا: سالم! آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پاس جائیں اور انہیں بلا لائیں۔ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، آپ رضی اللہ عنہ اپنی مسجد میں تھے، میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس روتے ہوئے اور دہشت زدہ گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا، تو پوچھنے لگے، کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں؟ عرض کیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنوں گا، مگر اپنی اس تلوار سے اسے قتل کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: چلئے، میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا۔ آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو لوگ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! مجھے راستہ دیں! لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو راستہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ آئے کر رسول اللہ ﷺ پر جھک گئے اور آپ ﷺ کو بوسہ دیا، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

(الزمر: ۳۰)'' (نبی!) یقیناً آپ فوت ہونے والے ہیں اور وہ کافر بھی فوت ہونے والے ہیں۔'' پھر لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں! لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سچ کہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ فرمایا: جی! پوچھا: کیسے؟ فرمایا: کچھ لوگ (حجرۂ عائشہ میں) داخل ہوں گے اور تکبیرات کہیں گے، درود و سلام پڑھیں گے اور دعا کریں گے، پھر وہ نکل آئیں گے، پھر دوسرے لوگ داخل ہوں گے اور اللہ اکبر کہیں گے، درود و سلام پڑھیں گے اور دعا کر کے نکل آئیں گے، یہاں تک کہ (تمام) لوگ داخل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا: رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں! پوچھا: کہاں؟ فرمایا: اسی جگہ، جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح عمدہ جگہ میں ہی قبض فرمائی ہے۔ انہوں نے جان لیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ آپ ﷺ کو آپ کے خاندان والے غسل دیں۔ مہاجرین مشورہ کے لیے جمع ہوئے، انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کی طرف چلیں، تاکہ ہم ان کو بھی اس معاملہ میں اپنے ساتھ شامل کر لیں۔ انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک آپ (مہاجرین) میں سے ہوگا۔ اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس کے لیے ان تین فضائل جیسی کوئی فضیلت ہے؟ اس جیسی منقبت کس کے لیے ہے؟: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ، اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ : ۴۰) ''وہ (نبی ﷺ) دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' وہ دونوں کون ہیں؟ پھر آپ نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی اور سب لوگوں نے اچھی اور خوبصورت بیعت کی۔''

(الشّمائل للتّرمذي : 396، مسند عبد بن حُميد : 365، السّنن الكبرٰى (كتاب الوفاة) للنّسائي : 42، المُعجم الكبير للطّبراني : 65/7، دلائل النُّبوة للبَيْهقي : 299/7، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1514، 1624) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ.

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزُّجاجة : 146/1، ح : 1234)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ، لٰكِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ.

''اس کی سند صحیح ہے، البتہ یہ قول صحابی ہے۔'' (فتح الباري : 523/1)

لٰہذا قبر کی زندگی کے جو حالات قرآن و حدیث کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوئے ہیں، ان کا انکار کرنا جہالت و نادانی ہے۔ یہ بات بھی علمی دنیا میں بے وزن ہے کہ قبر کی زندگی کو دنیوی زندگی یا اس سے مشابہ مانا جائے۔ سب سے بڑی جسارت یہ ہے کہ موت کے بعد کسی خاص ہستی یا ہستیوں کی زندگی کا اقرار کرلیا جائے، وہ بھی اسے دنیوی زندگی کی طرح

تسلیم کر کے، جبکہ باقی لوگوں کی قبر کی زندگی کا سرے سے انکار کر دیا جائے۔

''حیات النبی'' کا عقیدہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس عقیدہ کے حاملین جن باتوں سے انبیا کے لیے خصوصی زندگی ثابت کرتے ہیں، وہی باتیں عام مؤمنوں مسلمانوں کے لیے بھی ثابت ہیں۔

اس کی ایک مثال انبیا کے قبروں میں نماز پڑھنے والی حدیث ہے۔ اسے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے، ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ نماز چونکہ دنیا میں پڑھی جاتی ہے، لہٰذا انبیا قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، تو انہیں قبروں میں دنیوی یا مثل دنیوی زندگی حاصل ہے۔

ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر قبر میں نماز پڑھنے سے دنیوی یا مثل دنیوی زندگی ثابت ہوتی ہے، تو پھر انہیں چاہیے کہ ''حیات النبی ﷺ'' کے بجائے ''حیات المومنین'' کا عقیدہ رکھیں، کیونکہ عام مؤمن کا بھی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قبر میں فرشتے جب مؤمن سے ہم کلام ہوں گے، تو وہ بیٹھ جائے گا۔ اسے سورج غروب ہوتا دکھائی دے گا۔ اسے کہا جائے گا: اس آدمی کے بارے میں بتائیے، جو آپ میں مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور کیا گواہی دیتے ہیں؟ اس پر؛

يَقُولُ : دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُولُونَ : إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، أَخْبِرْنِي عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ .

''مؤمن کہے گا: مجھے چھوڑو، میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔ فرشتے کہیں گے: آپ

نماز بھی پڑھ لیں گے، مگر پہلے ہمیں اس سوال کا جواب دیں، جو ہم آپ سے کر رہے ہیں۔''

(صحیح ابن حبّان : 3113، المُستدرك للحاكم :1/379-380، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مَجمع الزّوائد : 3/51-52)

قبر میں نماز پڑھنے کو دلیل بنا کر اگر انبیا کے لیے دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی کی جائے، تو مؤمنوں کے لیے بھی دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی ثابت کرنا پڑے گی، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

تنبیہ بلیغ:

روایت: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں) مسند ابی یعلی (۳۴۲۵) اور حیاۃ الانبیاء للبیہقی (۱) وغیرہما میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

① الحجاج بن الاسود مجہول ہے۔

② الحجاج بن الاسود اور الحجاج الاسود میں فرق ہے۔

الحجاج الاسود سے مراد الحجاج بن ابی زیاد الاسود قسملی ہے، جو کہ ثقہ ہے۔

جبکہ الحجاج بن الاسود مجہول ہے، اسے ابن ابی زیاد القسملی قرار دینا درست نہیں۔ اس حدیث میں الحجاج کے شاگرد مستلم بن سعید ہیں، جو کہ الحجاج بن الاسود کے شاگرد ہیں، کسی

نے الحجاج بن ابی زیاد کے تلامذہ میں مستلم بن سعید کو ذکر نہیں کیا۔

③ اس حدیث کی کسی سند میں الحجاج کو الحجاج بن ابی زیاد نہیں کہا گیا، بلکہ الحجاج بن الاسود ہی کہا گیا، واللہ اعلم!

اہل علم اور عقیدہ حیات النبی ﷺ:

اہل علم نے یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کر دی ہے کہ برزخی (قبر کی) زندگی ایک مستقل اور الگ زندگی ہے، یہ دنیوی یا مثلِ دنیوی ہرگز نہیں۔ آیئے ہم چند اہل علم کے اقتباسات پیش کرتے ہیں:

✿ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (744ھ) فرماتے ہیں:

لِيُعْلَمْ أَنَّ رَدَّ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ وَعَوْدُهَا إِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَقْتَضِي اسْتِمْرَارَهَا فِيهِ، وَلَا يَسْتَلْزِمُ حَيَاةً أُخْرٰى قَبْلَ يَوْمِ النُّشُورِ نَظِيرَ الْحَيَاةِ الْمَعْهُودَةِ، بَلْ إِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي الْبَرْزَخِ إِعَادَةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا تَزِيلُ عَنِ الْمَيِّتِ اسْمَ الْمَوْتِ، وَقَدْ ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ، فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهٖ، فِي شَأْنِ الْمَيِّتِ وَحَالِهٖ، أَنَّ رُوحَهٗ تُعَادُ إِلٰى جَسَدِهٖ، مَعَ الْعِلْمِ بِأَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَمِرَّةٍ فِيهِ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْإِعَادَةَ لَيْسَ مُسْتَلْزِمَةً لِّإِثْبَاتِ حَيَاةٍ مُّزِيلَةٍ لِّاسْمِ الْمَوْتِ، بَلْ هِيَ أَنْوَاعُ حَيَاةٍ بَرْزَخِيَّةٍ، اَلْمَوْتُ كَالْحَيَاةِ الْبَرْزَخِيَّةِ، وَإِثْبَاتُ بَعْضِ أَنْوَاعِ الْمَوْتِ لَا يُنَافِي الْحَيَاةَ، كَمَا

فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ»، وَتَعَلُّقُ الرُّوحِ بَالْبَدَنِ وَاتِّصَالُهَا بِهٖ بِنَوْعٍ أَنْوَاعًا، أَحَدُهَا: تَعَلُّقُهَا بِهٖ فِي هٰذَا الْعَالَمِ يَقَظَةً وَّمَنَامًا، وَالثَّانِي: تَعَلُّقُهَا بِهٖ فِي الْبَرْزَخِ، وَالْأَمْوَاتُ مُتَفَاوِتُونَ فِي ذٰلِكَ، فَالَّذِي لِلرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ أَكْمَلُ مِمَّا لِلشُّهَدَاءِ، وَلِهٰذَا لَا تَبْلٰى أَجْسَادُهُمْ، وَالَّذِي لِلشُّهَدَاءِ أَكْمَلُ مِمَّا لِغَيْرِهِمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ لَيْسُوا بِشُهَدَاءَ، وَالثَّالِثُ: تَعَلُّقُهَا بِهٖ يَوْمَ الْبَعْثِ الْآخِرِ، وَرَدُّ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ فِي الْبَرْزَخِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْحَيَاةَ الْمَعْهُودَةَ، وَمَنْ زَعَمَ اسْتِلْزَامَهٗ لَهَا لَزِمَهٗ ارْتِكَابُ أُمُورٍ بَاطِلَةٍ مُّخَالِفَةٍ لِّلْحِسِّ وَالشَّرْعِ وَالْعَقْلِ.

”معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے بعد روح کا جسم میں لوٹنا استمرارِ حیات کا متقاضی نہیں ہے، نہ اس سے قبل از قیامت ایسی زندگی لازم آتی ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو۔ برزخ میں روح کا جسم میں لوٹنا سراسر برزخی معاملہ ہے، جس کی وجہ سے مرنے والے سے موت کا نام زائل نہیں ہوسکتا۔ قبر میں جزا وسزا اور مرنے والے کے حالات کے بارے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو مشہور طویل حدیث (سنن ابی داود: ۴۷۵۳، المستدرک للحاکم: ۱/۹۵، وسندہ حسن) منقول ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردے کی روح اس کے

جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح اس جسم میں ہمیشہ نہیں رہتی، نہ ہی اس کے لوٹنے سے ایسی زندگی ثابت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے میت پر لفظ موت کا اطلاق ہی ختم ہو جائے، بلکہ یہ حیات برزخیہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ موت اور برزخی زندگی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، موت کی کچھ اقسام ایسی ہیں، جو زندگی کے منافی نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ» ''ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لئے ہے، جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی ہے، اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے۔'' روح کا تعلق بدن سے کئی قسم کا ہوتا ہے: ① اس دنیا میں حالتِ بیداری اور نیند میں روح کا جسم سے تعلق۔ ② برزخ میں روح کا جسم سے تعلق۔ یہ تعلق فوت شدگان کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ انبیائے کرام اور رسولوں کی زندگی شہدا کے مقابلہ میں زیادہ کامل ہوتی ہے، اسی لیے ان کے مبارک اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور شہدا کی زندگی ان مؤمنین سے کامل ہوتی ہے، جو شرفِ شہادت نہیں پاتے۔ ③ قیامت کے دن روح کا جسم سے تعلق ہونے اور برزخ میں روح کے جسم میں لوٹائے جانے سے دنیوی طرز کی زندگی لازم نہیں آتی۔ جو شخص اس سے دنیوی زندگی کے ثابت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ بہت سے مقامات پر حس، شریعت اور عقل کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔''

(الصّارم المُنكي في الردّ على السبكي، ص 223)

❁ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ مُخَالِفَةٌ لِّحَيَاتِهِ قَبْلَ الْوَفَاةِ، ذٰلِكَ أَنَّ الْحَيَاةَ الْبَرْزَخِيَّةَ غَيْبٌ مِّنَ الْغُيُوبِ، وَلَا يَدْرِي كُنْهَهَا إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى، وَلٰكِنْ مِّنَ الثَّابِتِ وَالْمَعْلُومِ أَنَّهَا تَخْتَلِفُ عَنِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَوِيَّةِ، وَلَا تَخْضَعُ لِقَوَانِينِهَا، فَالْإِنْسَانُ فِي الدُّنْيَا يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ، وَيَتَنَفَّسُ وَيَتَزَوَّجُ، وَيَتَحَرَّكُ وَيَتَبَرَّزُ، وَيَمْرَضُ وَيَتَكَلَّمُ، وَلَا أَحَدٌ يَّسْتَطِيعُ أَنْ يُّثْبِتَ أَنَّ أَحَدًا بَعْدَ الْمَوْتِ، حَتَّى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِي مُقَدَّمَتِهِمْ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْرِضُ لَهُ هٰذِهِ الْأُمُورُ بَعْدَ مَوْتِهِ.

”نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کی زندگی، وفات سے قبل کی زندگی سے مختلف ہے، اس لیے کہ برزخی حیات ایک غیبی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اس کی کیفیات کا علم نہیں۔ البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ وہ دنیوی زندگی سے مختلف ہے اور دنیوی قوانین کے تابع نہیں۔ دنیا میں تو انسان کھاتا پیتا، سانس لیتا اور شادی کرتا ہے، نقل وحرکت اور بول و براز کرتا ہے، بیمار ہوتا اور گفتگو کرتا ہے، لیکن کوئی انسان یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ موت کے بعد کسی کو، یہاں تک کہ انبیائے کرام، جن میں سرفہرست ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں، یہ امور پیش آتے ہوں۔“

(التّوسل؛ أنواعه وأحكامه، ص 65)

❀ نیز فرماتے ہیں:

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْحيَاةَ الَّتِي أَثْبَتَهَا هٰذَا الْحَدِيثُ لِلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؛ إِنَّمَا هِيَ حَيَاةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَيْسَتْ مِنْ حَيَاةِ الدُّنْيَا فِي شَيْءٍ، وَلِذٰلِكَ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهَا دُونَ ضَرْبِ الْأَمْثَالِ لَهَا، وَمُحَاوَلَةِ تَكْيِيفِهَا، وَتَشْبِيهِهَا بِمَا هُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَنَا فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا، هٰذَا هُوَ الْمَوقِفُ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يَتَّخِذَهُ الْمُؤْمِنُ فِي هٰذَا الصَّدَدِ؛ الْإِيمَانُ بِمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ دُونَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ بِالْأَقْيِسَةِ وَالْآرَاءِ، كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ الْبِدَعِ الَّذِينَ وَصَلَ الْأَمْرُ بِبَعْضِهِمْ إِلَى ادِّعَاءِ أَنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِهِ حَيَاةً حَقِيقِيَّةً، قَالَ: يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيُجَامِعُ نِسَائَهُ، وَإِنَّمَا هِيَ حَيَاةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا يَعْلَمُ حَقِيقَتَهَا إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى.

’’جان لیجئے! اس حدیث سے انبیائے کرام کی جو حیات ثابت ہوتی ہے، وہ صرف برزخی حیات ہے، دنیوی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس زندگی پر یوں ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کے بارے میں مثالیں نہ دی جائیں، اس کی کیفیت بیان نہ کی جائے اور اسے ہماری دنیوی زندگی سے تشبیہ نہ دی جائے۔ یہی موقف ہر مومن کے لئے اختیار کرنا لازم ہے کہ اس بارے میں احادیث میں جتنی بات مذکور ہے، صرف اسی پر ایمان لائے، اس سلسلہ میں قیاس اور رائے کو دخل نہ دے، جیسا کہ اہل بدعت نے کیا ہے۔ بعض نے

یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ قبر میں نبی کریم ﷺ کی حیات، حقیقی (یعنی دنیوی) ہے، وہ کہتے ہیں: قبر میں نبی کریم ﷺ کھاتے پیتے اور اپنی ازواج سے مجامعت کرتے ہیں (العیاذ باللہ)، حالانکہ یہ صرف برزخی حیات ہے، جس کی حقیقت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة : 190/2، ح :621)

شہیدوں کی زندگی:

یہ سوال کہ اگر تمام لوگوں کو قبر کی زندگی حاصل ہے اور اس کا دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، تو پھر اسلامی تعلیمات میں شہدا کی زندگی کو خصوصیت سے بیان کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسا صرف شہدا کی زندگی کو اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے، نہ کہ اس لیے کہ شہدا کو قبر میں زندگی ملتی ہے، باقی لوگوں کو نہیں، نہ ہی اس لیے کہ شہدا کی زندگی دنیوی یا مثل دنیوی ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے وہ شہدا جنہیں شرفِ صحابیت حاصل نہیں ہے، ان کی قبر کی زندگی ہرگز صحابہ کرام کی برزخی زندگی سے بہتر اور افضل نہیں۔

تنبیہ:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ موت کے بعد برزخی زندگی ملنے کے حوالہ سے نیک و بد تمام لوگ برابر ہیں، کسی کو اس سے استثنا نہیں، البتہ مختلف لوگوں کے لیے اس زندگی کے حالات مختلف ہوں گے۔ نیک لوگوں کی زندگی اچھی اور بدکردار لوگوں کی بُری ہوگی۔ نیک لوگوں میں سے انبیا کرام کی برزخی زندگی سب سے بہترین ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انبیا کرام کے اجسادِ مبارکہ کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی۔ وہ اپنی اصلی

حالت میں سلامت رہتے ہیں۔

❁ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُمْ لَمَّا فَتَحُوا تُسْتَرَ، قَالَ: فَوَجَدَ رَجُلًا أَنْفُهُ ذِرَاعٌ فِي التَّابُوتِ، كَانُوا يَسْتَظْهِرُونَ وَيَسْتَمْطِرُونَ بِهِ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، وَالْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ، يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسٰى، فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَّا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا، قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسٰى، فَدَفَنَّاهُ.

''جب صحابہ کرام نے تستر کو فتح کیا، تو وہاں تابوت میں ایک شخص کا جسم دیکھا، ان کی ناک ہمارے ایک ہاتھ کے برابر تھی۔ وہاں کے لوگ اس تابوت کے وسیلے سے غلبہ و بارش طلب کیا کرتے تھے۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ نہ آگ نبی کو کھاتی ہے نہ زمین۔ پھر فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما گئے اور انہیں (ایک گم نام جگہ میں) دفن کر دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 27/13، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(البِداية والنّهاية : 377/2)

❁ ابو عالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ، وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ.

''بلاشبہ انبیائے کرام کے اجسام کو نہ زمین بوسیدہ کرتی ہے، نہ درندے اسے کھاتے ہیں۔''

(السّيرة لابن إسحاق : 66-67، دلائل النُّبوّة للبَيْهقي :382/1، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کے اجسادِ مقدسہ کو مٹی نہیں کھاتی، لیکن ان سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ انبیائے کرام قبروں میں دنیوی زندگی یا اس کی مثل زندہ ہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيًّا، فَأَكْرَمَهٗ، فَقَالَ لَهٗ : ائْتِنَا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَلْ حَاجَتَكَ، فَقَالَ : نَاقَةً نَّرْكَبُهَا، وَأَعْنُزًا يَّحْلُبُهَا أَهْلِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَجَزْتُمْ أَنْ تَكُونُوا مِثْلَ عَجُوزِ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ : إِنَّ مُوسٰى لَمَّا سَارَ بِبَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ مِّصْرَ؛ ضَلُّوا الطَّرِيقَ، فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ عُلَمَاؤُهُمْ : إِنَّ يُوسُفَ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ؛ أَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ أَنْ لَّا نَخْرُجَ مِنْ مِّصْرَ حَتّٰى نَنْقُلَ عِظَامَهٗ مَعَنَا، قَالَ : فَمَنْ يَّعْلَمُ

مَوْضِعَ قَبْرِهِ، قَالَ : عَجُوزٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَبعَثَ إِلَيْهَا، فَأَتَتْهُ، فَقَالَ : دُلِّينِي عَلٰى قَبْرِ يُوسُفَ، قَالَتْ : حَتّٰى تُعْطِيَنِي حُكْمِي، قَالَ : مَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ : أَكُونُ مَعكَ فِي الْجَنَّةِ، فَكَرِهَ أَنْ يُّعْطِيَهَا ذٰلِكَ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ أَعْطِهَا حُكْمَهَا، فَانْطَلَقَتْ بِهِمْ إِلٰى بُحَيْرَةٍ؛ مَوْضِعِ مُسْتَنْقَعِ مَاءٍ، فَقَالَتْ : أَنْضِبُوا هٰذَا الْمَاءَ، فَأَنْضَبُوا، قَالَتِ : احْتَفِرُوا وَاسْتَخْرِجُوا عِظَامَ يُوسُفَ، فَلَمَّا أَقَلُّوهَا إِلَى الْأَرْضِ؛ إِذَا الطَّرِيقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ .

’’نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کے پاس تشریف لائے۔اس نے آپ ﷺ کی بہت مہمان نوازی کی۔نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: اسے ہمارے پاس لے کر آؤ۔وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنی ضرورت کا مطالبہ کرو۔اس نے عرض کیا: ایک اونٹنی چاہیے جس پر ہم سوار ہوسکیں اور کچھ بکریوں کی ضرورت ہے جن کا دودھ میرے گھر والے دوہ لیا کریں۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس قدر عاجز ہو گئے ہو کہ تم بنی سرائیل کی بوڑھیوں کی مانند بھی نہیں ہو سکتے؟ جب موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہوئے،تو وہ لوگ راستہ بھول گئے،موسیٰ (علیہ السلام) نے دریافت کیا: اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کے علما نے بتایا: یوسف (علیہ السلام) کی وفات کا وقت جب قریب آیا تھا،تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ جب ہم لوگ مصر سے نکلیں گے،تو اپنے

ساتھ ان کی میت کو بھی لے کر جائیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: ان کی قبر کی جگہ کس کو معلوم ہے؟ ایک شخص نے بتایا: ایک بوڑھی عورت جس کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اس عورت کو بلوایا، وہ خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے کہا: تم ہمیں یوسف (علیہ السلام) کی قبر بتاؤ۔ اس نے کہا: جب تک آپ مجھے میرا معاوضہ نہیں دیں گے (میں یہ کام نہیں کروں گی)۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے دریافت کیا: تمہارا معاوضہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں جنت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی فرمائی کہ وہ جو مانگ رہی ہے، اسے دے دو۔ پھر وہ عورت ان لوگوں کو لے کر ایک چشمے پر آئی۔ عورت نے کہا: اس پانی کو خشک کرواور یوسف علیہ السلام کا جسم نکالو۔ جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے جسم کو اٹھا کر مصر کی طرف آئے، تو راستہ یوں دن کی روشنی کی طرح واضح تھا۔"

(مسند أبي يعلى : 7254، تفسير ابن أبي حاتم [تفسير ابن كثير : 183/5، 184، الشعراء : 52]، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (723) نے "صحیح" اور امام حاکم رحمہ اللہ (404/2، 405) نے "امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح" کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (252/2) نے اس کی سند کو "صحیح" بھی کہا ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُ أَبِي يَعْلٰى رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''مسند ابویعلیٰ کے رواۃ، صحیح بخاری کے راوی ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 170/10)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے جسمِ مبارک کو مٹی نے نقصان پہنچایا تھا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس حدیث میں عظامِ یوسف سے مراد سیدنا یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نہیں، بلکہ جسمِ مبارک ہے۔ مجازاً بدن کو عظام کہہ دیا گیا ہے۔ ایسا عربی زبان میں عموماً ہوجاتا ہے، جیسا کہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ؛ قَالَ لَهٗ تَمِيمُ الدَّارِيُّ : أَلَا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا ـيَا رَسُولَ اللّٰهِـ يَجْمَعُ، أَوْ يَحْمِلُ، عِظَامَكَ؟ قَالَ : بَلٰى، فَاتَّخَذَ لَهٗ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ .

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر بھاری ہوگیا، تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ تیار کروا دوں، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہڈیاں (یعنی جسم مبارک) رکھ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو سیڑھیوں والا منبر تیار کروادیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1081، السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 195/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث میں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے لئے مجازاً عظام کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۞ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

عَلِمْتُ مِنْهُ أَنَّهُمْ كَانُوا يُطْلِقُونَ الْعِظَامَ وَيُرِيدُونَ الْبَدَنَ كُلَّهٗ، مِنْ بَابِ إِطْلَاقِ الْجُزْءِ وَإِرَادَةِ الْكُلِّ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾(الإسراء : ٧٨)، أَيْ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَزَالَ الْإِشْكَالُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''مجھے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عرب لوگ لفظِ عظام بول کر پورا جسم مراد لیتے ہیں۔ یہ جز سے کل کو مراد لینے کے قبیل سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ (الاسراء : 78) یہاں فجر کے قرآن سے مراد نمازِ فجر ہے۔ الحمد للہ اشکال زائل ہو گیا ہے۔''

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة : 313)

الحاصل:

اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ زندگی انبیائے کرام اور شہدائے عظام کے ساتھ خاص نہیں، البتہ انبیا وشہدا کی زندگی پاکیزہ، طیب اور اعلیٰ ضرور ہے۔ مومنوں کو قبر میں نعمتیں عطا ہوتی ہیں، جبکہ کافر اور فاسق عذابِ قبر سے دوچار ہوتے ہیں۔

بعض لوگ حیاتِ برزخیہ کا انکار کرتے ہیں، جبکہ بعض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات کو دنیوی، یعنی مادی اور بدنی زندگی کی مثل قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات افراط وتفریط ہیں۔ یہ نظریات قرآن وحدیث سے بالکل ثابت نہیں، سبیل مؤمنین میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسلاف اُمت میں کوئی ان نظریات کا حامل نہیں رہا۔ چنانچہ حیات وممات کی بنیاد پر تفرقہ بازی نامناسب فعل اور اہل سنت کے متفقہ عقیدہ سے انحراف ہے۔

یہ اخروی زندگی کا معاملہ ہے، جو اسلامی عقائد سے متعلق ہے۔ایسے معاملات صرف اور صرف قرآن وحدیث اوراجماع امت پر موقوف ہیں، ان میں قیاس آرائی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

قرآن وسنت سے ماخوذ اعتدال پسندانہ نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص کو برزخی زندگی ملتی ہے۔اس میں کسی کی تخصیص نہیں، البتہ یہ زندگی اخروی ہوتی ہے۔انبیا وشہدا کی برزخی زندگی کو دنیوی یا مثلِ دنیوی قرار دینا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

برزخ کیا ہے؟:

وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ یہ آخرت کا حصہ ہے۔اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔حیات برزخیہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے،اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے، ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ﴾(البقرة : ١٥٤)

''اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو، وہ یقیناً زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران : ١٦٩)

''اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت خیال کریں، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔''

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار کے خلاف قتال کیا اور بعض نے جام شہادت نوش کیا، تو منافقین کہنے لگے کہ یہ تو مر مرا گئے ہیں، ان کا نام ونشان مٹ گیا ہے، لہولہان جسموں کے ساتھ دفن کر دیے گئے ہیں، کٹے اعضا کے ساتھ موت سے دوچار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی گنوادی، وغیرہ۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تردید میں فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ موت آنے سے وہ مٹ گئے ہیں، ہرگز نہیں، اگرچہ ان کی دنیوی زندگی ختم ہو چکی ہے، مگر انہیں موت کے بعد ایسی زندگی نصیب ہوئی ہے، جو دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے، وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، لہٰذا انہیں مردہ مت سمجھو، وہ تو تم سے بہتر زندگی جی رہے ہے اور وہ زندگی برزخی ہے۔

شہداء کا بطور خاص ذکر کا مقصد ایک تو شہداء کے اعزاز کو بیان کرنا ہے، دوسرا منافقین کی تردید کرنا ہے، تیسرا یہ کہ جہاد کا انجام زندگی ہے، نہ کہ موت۔

میت کا قبر میں راحت پانا یا عذاب کی مختلف صورتوں سے دوچار ہونا، نیک میت کا یہ کہنا کہ مجھے جلدی لے چلیں اور فاسق وفاجر کا یہ کہنا کہ ہائے وائے، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ جہاں جہاں قرآن وحدیث نے میت کے لیے سننے کا ثبوت دیا ہے، جیسے قلیب بدر کا واقعہ، مردے کا دفن کے بعد قدموں کی چاپ سننا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا سیدنا ابراہیم

اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات تمام انبیا علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت کروانا، اس کے بعد بعض انبیا سے آسمانوں پر ملاقات کرنا، میت کا قبر میں بٹھایا جانا، اس سے سوال و جواب ہونا، قبر کا تنگ ہو جانا، وغیرہ۔ یہ غیبی امور ہیں جو کہ قرآن و حدیث کی نصوص پر موقوف ہیں، فقط ان پر ایمان لانا ہے۔

❁ مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهُ: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾

”قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ”وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔“

(تفسير ابن كثير : 146/6)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاةَ الْبَرْزَخِ لَيْسَتْ حَيَاةً تَامَّةً مُسْتَقِلَّةً كَحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَالْحَيَاةِ الْآخِرَةِ بَعْدَ الْبَعْثِ، وَإِنَّمَا فِيهَا نَوْعُ اتِّصَالِ الرُّوحِ فِي الْبَدَنِ بِحَيْثُ يَحْصُلُ بِذٰلِكَ شُعُورُ الْبَدَنِ وَإِحْسَاسٌ بِالنَّعِيمِ وَالْعَذَابِ وَغَيْرِهِمَا، وَلَيْسَتْ هِيَ حَيَاةً تَامَّةً حَتّٰى يَكُونَ انْفِصَالُ الرُّوحِ بِهٖ مَوْتًا تَامًّا، وَإِنَّمَا هُوَ شَبِيهٌ بِانْفِصَالِ رُوحِ النَّائِمِ عَنْهُ، وَرُجُوعِهَا إِلَيْهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُسَمّٰى مَوْتًا وَّحَيَاةً.

''برزخ کی زندگی ایسی مکمل اور مستقل زندگی نہیں، جیسے دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں جی اٹھنے کی زندگی ہے، بلکہ یہ روح اور بدن کا ایسا تعلق ہے کہ جس سے بدن میں شعور آ جاتا ہے اور نعمتوں یا عذاب وغیرہ کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی مکمل زندگی نہیں کہ جس میں روح کے جدا ہونے کو مکمل موت کہا جائے، یہ تو اسی طرح ہے، جیسے سوئے ہوئے شخص سے روح جدا ہوتی ہے اور پھر واپس لوٹ آتی ہے، کیونکہ اس پر بھی موت اور زندگی کا لفظ بولا گیا ہے۔''

(تفسیر ابن رجب : 101/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ نظریہ کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوگا، درست نہیں۔ ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہوگا، روح کو نہیں۔ احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوگا، جزا و سزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہوگی تب بھی۔ یاد رکھئے! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پا لے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آیئے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات

نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لائیے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! الٹا فہم ہی ہر بدعت وضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصلِ اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہانِ برزخ اور جہانِ قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو اس کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن وروح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن وروح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن وروح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب وثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، اسی سے مومن وغیر مومن کی تمیز ہوتی ہے، لازما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء وسزاء دنیا کی جزاء وسزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں، تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نار جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ

تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے، تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے ، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے، تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 400-401)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ وَّإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْذِيبَهٗ نَالَهٗ مَا أَرَادَ بِهٖ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ .

''علما کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔اس کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔میت قبر میں ہو یا نہ ہو، غرق ہو جائے ، درندے کھا لیں ، جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے ، جب اللہ چاہے گا، اسے عذاب دے گا۔عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔اس پر اہل سنت کا اجماع ہے،یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔''

(شرح الصُّدور بشرح حال المَوتٰی، ص81)

فائدہ:

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

”یہ حدیث دلالت کناں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت بیداری میں موسیٰ علیہ السلام کو حقیقی طور پر دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ قبر میں وہی نماز پڑھ رہے تھے، جو اپنی (دنیاوی) زندگی میں پڑھتے تھے۔ یہ سب کچھ ممکن ہے، اس میں سے کچھ محال نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ شہدا زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ کئی شہدا تو قبروں میں کئی سالوں تک صحیح سلامت پائے گئے ہیں، ان کے بدن میں کوئی تغیر نہیں آیا، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جب شہدا کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے، تو انبیائے کرام کے حق میں تو بالاولیٰ ایسا ہے۔ اگر کوئی اعتراض اٹھائے کہ قبر میں نماز کیوں، اب تو وہ مکلّف نہیں رہے؟ تو جواب ہے کہ یہ نماز حکم تکلیف کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ تو ان کے اکرام اور شرف کی بدولت ہے کہ انہیں دنیاوی زندگی میں اللہ کی عبادت سے بڑا لگاؤ تھا، دنیا میں نماز کو لازم کیا، تو موت کے بعد بھی اسی حالت پر رہے اور اللہ نے ان کی عزت افزائی اس طرح کی کہ ان کے لیے وہ عمل باقی رکھا، جنہیں وہ (دنیا میں) پسند کرتے تھے اور جو ان کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ اس طرح ان کی عبادت فرشتوں کی طرح الہامی ہے، نہ کہ تکلیفی۔“

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 192/6)

دو زندگیاں:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾

”(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔“

❁ اس آیت کی تفسیر بالقرآن یہ ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (البقرة: 28)

”تم اللہ کے ساتھ کفر کیسے کر سکتے ہو، جبکہ (اس سے پہلے) تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

كَانُوا أَمْوَاتًا وَّهُمْ نُطُفٌ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَفِي أَرْحَامِ أُمَّهَاتِهِمْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَمَاتَهُمْ ثُمَّ يُحْيِيهِمْ يَوْمَ النُّشُورِ.

”وہ اپنے باپ کی پیٹھ اور ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں مردہ تھے، اس کے بعد اللہ نے انہیں زندہ کیا، پھر انہیں موت دی، پھر روز قیامت انہیں زندہ کرے گا۔“

(كتاب الرّوح، ص 35، شرح العقيدة الطّحاوية لابن أبي العز، ص 396)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا اسْتِدْلَالُهٗ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمِتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾، فَلَا يَنْفِي ثُبُوتُ هٰذِهِ الْإِعَادَةِ الْعَارِضَةِ لِلرُّوحِ فِي الْجَسَدِ كَمَا أَنَّ قَتِيلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي أَحْيَاهُ اللّٰهُ بَعْدَ قَتْلِهٖ ثُمَّ أَمَاتَهٗ، لَمْ تَكُنْ تِلْكَ الْحَيَاةُ الْعَارِضَةُ لَهٗ لِلْمَسْئَلَةِ مُعْتَدًّا

بِهَا فَإِنَّهٗ يَحْيٰى لَحْظَةً ...... قَوْلُهٗ : ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهٗ فِي جَسَدِهٖ، لَا يَدُلُّ عَلٰى حَيَاةٍ مُّسْتَقِرَّةٍ وَّإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى إِعَادَةٍ لَّهَا إِلَى الْبَدَنِ وَتَعَلُّقٍ بِهٖ وَالرُّوحُ لَمْ تَزَلْ مُتَعَلِّقَةٌ بِبَدَنِهَا وَإِنْ بَلٰى وَتَمَزَّقَ .

''رہا آیت مبارکہ: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ''(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔'' سے استدلال، تو اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ روح وقتی طور پر بدن میں نہیں لوٹ سکتی، جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، پھر اسے موت دے دی، اس شخص کو جو (قاتل کا نام) پوچھنے کے لیے وقتی طور پر زندگی دی گئی، اس کو (مستقل زندگی پر) دلیل نہیں بنایا جاتا، کیونکہ وہ شخص ایک لمحہ کے لیے زندہ ہوا تھا۔...... فرمان نبوی: ''پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔'' یہ مستقل زندگی پر دلیل نہیں، بلکہ یہ تو روح کا بدن میں لوٹنے اور اس سے تعلق قائم ہونے پر دلیل ہے، بدن چاہے کتنا بھی بوسیدہ ہو جائے اور گل سڑ جائے، روح کا اس کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔''

(کتاب الرّوح، ص 43)

✿ نیز فرماتے ہیں:

مِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهٗ نَصِيبَهٗ مِنْهُ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ فَلَوْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوْ أُحْرِقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا وَنُسِفَ فِي

الْهَوَاءِ أَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ وَصَلَ إِلٰى رُوحِهٖ وَبَدَنِهٖ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ إِلَى الْقُبُورِ.

’’یہ جاننا ضروری ہے کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مرنے والا، جو عذاب قبر کا مستحق ہے، اسے اپنے حصے کا عذاب مل جائے گا، خواہ اسے قبر ملے یا نہ ملے، اگر اسے درندیں کھا جائیں، یا وہ جل کر راکھ بن جائے اور ہوا میں اڑا دیا جائے، یا وہ سولی پر لٹکا رہ جائے، یا وہ سمندر میں ڈوب جائے، تو اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچ جائے گا، جو قبروں میں پہنچتا ہے۔‘‘

(کتاب الرّوح، ص 58)

❁❁❁❁❁❁❁

کیا رسول اللہ ﷺ درود سنتے ہیں؟

اس سلسلہ میں تین آراء پائی جاتی ہیں:

① نبی کریم ﷺ قبر میں درود و سلام سنتے ہیں۔

② آپ ﷺ سلام سنتے ہیں۔

③ قبر پر سلام کہا جائے، تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں، دور سے کہا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔

یہ تینوں آرا از روئے شریعت درست و صواب نہیں، قائلین کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُہٗ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَيَّ نَائِیًا أُبْلِغْتُہٗ.

''میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، میں اسے سنوں گا اور دور سے مجھ پر درود بھیجیں گے، تو مجھے پہنچا دیا جائے گا۔''

(شُعَب الإیمان للبَیْھقي : 1481، حیاۃ الأنبیاء في قبورھم للبَیْھقي : 19، الضُّعَفاء الکبیر للعُقَیلي : 136/4، تاریخ الخطیب : 292/3، التّرغیب والتّرھیب للأصبھاني : 1666)

من گھڑت روایت ہے:

① محمد بن مروان سدی ''کذاب'' اور ''متروک'' ہے، اس پر اجماع ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم رازی، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام نسائی، امام جوز جانی اور امام ابن عدی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

② اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

محدثین اعمش کی ابو صالح سے عن والی روایت کو ''ضعیف'' ہی سمجھتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) اعمش کی تدلیس کے متعلق فرماتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّ إِسْنَادَ الْحَدِيثِ الَّذِي صَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ مَعْلُولٌ، لِأَنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِهٖ ثِقَاتٍ أَنْ يَّكُونَ صَحِيحًا، لِأَنَّ الْأَعْمَشَ مُدَلِّسٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سَمَاعَهٗ مِنْ عَطَاءٍ، وَعَطَاءٌ يَّحْتَمِلُ أَنْ يَّكُونَ هُوَ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ، فَيَكُونُ فِيهِ تَدْلِيسُ التَّسْوِيَةِ بِإِسْقَاطِ نَافِعٍ بَيْنَ عَطَاءٍ وَّابْنِ عُمَرَ.

''میرے خیال میں جس حدیث کو ابن قطان نے ''صحیح'' کہا ہے، وہ معلول (ضعیف) ہے، کیونکہ راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ اس میں اعمش ''مدلس'' ہیں اور انہوں نے عطاء سے سماع کا ذکر نہیں کیا، یہ احتمال بھی ہے کہ اس سند میں مذکور عطاء، خراسانی ہوں، یوں اعمش کی تدلیس تسویہ بن جائے گی، کیونکہ اس صورت میں انہوں نے عطاء اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نافع کا واسطہ بھی گرا دیا ہے۔''

(التّلخيص الحَبير : 19/3)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ، وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، وَلَا يُتَابِعُهٗ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونَهٗ.

”یہ حدیث اعمش کی سند سے بے اصل ہے۔ محفوظ بھی نہیں۔ محمد بن مروان کی متابعت اس سے بھی کمزور راوی کر رہا ہے۔“(الضّعفاء الكبير : 137/4)

سنن بیہقی میں ابوعبدالرحمٰن، اعمش سے بیان کرتا ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ؛ فِيمَا أَرٰى، وَفِيهِ نَظَرٌ .

”میرے مطابق ابوعبدالرحمٰن، محمد بن مروان سدی ہے اور اس پر کلام ہے۔“

(حياة الأنبياء في قُبورهم، ص 103)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ .

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“(المَوضوعات :303/1)

۞ حافظ ابن دحیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ . ”یہ من گھڑت حدیث ہے۔“

(تخريج أحاديث الكشّاف للزّيلعي : 135/3)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ عَلَى الْأَعْمَشِ بِإِجْمَاعِهِمْ .

”محققین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث گھڑ کر اعمش سے منسوب کر دی گئی ہے۔“

(مَجموع الفتاوى : 241/27)

۞ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(الصّارم المُنكي في الرّدّ على السّبكي، ص 215)

✿ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

فِي إِسْنَادِهٖ نَظَرٌ، تَفَرَّدَ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيرُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ .

”اس کی سند میں کلام ہے، یہ صرف محمد بن مروان سدی صغیر نے بیان کی ہے اور وہ متروک ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 228/5)

② **روایت ہے:**

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهٗ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا؛ وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي، وَكُفِيَ بِهَا أَمْرُ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهٗ، وَكُنْتُ لَهٗ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا .

”میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، تو میں سنوں گا اور دور سے پڑھیں گے، تو اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا، جو درود مجھ تک پہنچائے گا۔ درود پڑھنے والے کے دنیا و آخرت کے معاملات سدھر جائیں گے اور میں اس کے لئے گواہ اور سفارشی بن جاؤں گا۔“

(شُعَب الإيمان للبيهقي : 1481، تاريخ بغداد للخطيب : 3/291-292، واللّفظ لهٗ، التّرغيب والتّرهيب لأبي القاسم الأصبهاني : 1698)

”موضوع“ ہے۔

① محمد بن مروان سدی صغیر اور محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی ”وضاع“ ہیں۔

② اعمش کا ”عنعنہ“ ہے۔

تنبیہ:

سدی صغیر کی متابعت ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر نے کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيدٍ أُعْلِمْتُهُ .

”میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، تو میں خود سنوں گا اور اگر درود بھجیں گے، مجھے بتا دیا جائے گا۔“

(الصّلاة على النّبي لأبي الشّيخ نقلًا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص 19، الثّواب لأبي الشّيخ نقلًا عن اللّآلي المَصنوعة للسّيوطي :283/1)

سند ضعیف ہے۔

ا۔ ابو صالح عبد الرحمٰن بن احمد بن ابی یحییٰ اعرج کی توثیق نہیں، اگرچہ امام ابو الشیخ رحمہ اللہ (الطبقات :451/3) اور امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (اخبار اصبھان :113/3) نے اس کے حالاتِ زندگی درج کیے ہیں۔

۲۔ اعمش کا عنعنہ بھی ہے۔

③ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّي عَلَيَّ؛ إِلَّا بَلَغَنِي صَوتُهُ حَيْثُ كَانَ .

”جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھنا، اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

جو مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ جہاں بھی ہو، مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔''

ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا کریں؟ فرمایا:

وَبَعْدَ وَفَاتِي، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ .

''ہاں! میری وفات کے بعد بھی۔ اللہ نے زمین پر انبیا کے اجساد کو حرام قرار دیا ہے۔''

(الطّبراني نقلًا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص 63)

سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ سعید بن ابو ہلال کا سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقہ سادسہ (چھٹے طبقہ) میں ذکر کیا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 2410)

اس طبقہ کے راویوں کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ إِسْنَادَهٗ لَا يَصِحُّ . ''سند ثابت نہیں۔''

(القول البديع للسّخاوي، ص 164)

④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگ آپ پر دور ونزدیک سے درود بھیجتے ہیں، آئندہ بھی بھیجیں گے، یہ سب درود آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور پیش کیے جائیں گے؟ فرمایا:

أَسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي، وَأَعْرِفُهُمْ .

''میں اہل محبت کا درود سنتا اور انہیں پہچانتا ہوں۔'' (دلائل الخيرات، ص 32)

بے سند جھوٹی روایت ہے۔

⑤ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَعَدَنِي إِذَا مِتُّ؛ أَنْ يُّسْمِعَنِي صَلَاةَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَأَنَا فِي الْمَدِينَةِ وَأُمَّتِي فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا ....

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب مجھے موت آ جائے گی، تو وہ جو مجھ پر درود پڑھے گا، اللہ مجھے اس کا درود سنا دے گا، حالانکہ میں مدینہ میں ہوں گا اور میری امت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوگی۔''

(آب کوثر از محمد امین بریلوی فیصل آبادی، ص:87)

❁ دوسری روایت میں ہے:

يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنِّي أَسْمَعُ صَلَاتِي مِمَّنْ يُّصَلِّي عَلَيَّ بِأُذُنِي .

''جمعہ کے دن میں اپنے کانوں سے اس شخص کا درود سنتا ہوں، جو مجھ پر درود پڑھتا ہے۔''(آب کوثر از محمد امین بریلوی فیصل آبادی، ص:88)

بے سند روایات ہیں، ایسی روایات سے حجت نہیں لی جا سکتی۔

⑥ سلیمان بن سحیم رحمہ اللہ سے منقول ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ، فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْكَ؛ أَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ؟ قَالَ : نَعَمْ، وَأَرُدُّ عَلَيْهِمْ .

''خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کچھ لوگ آپ کی قبر مبارک کے پاس آ کر سلام پیش کر رہے ہیں، آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں! میں جواب بھی دیتا ہوں۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 3868، حياة الأنبياء في قُبورهم للبَيْهقي : 19)

روایت ''ضعیف'' ہے:

① عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کا سلیمان بن سحیم رحمہ اللہ سے سماع نہیں۔

② سوید بن سعید حدثانی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهٖ؛ إِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ، فَصَارَ يَتَلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهٖ.

''صدوق ہے، نابینا ہوا، تو وہ ایسی باتوں کی تلقین قبول کرنے لگا، جو اس کی بیان کردہ نہیں تھیں۔'' (تقريب التّهذيب : 2690)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کا سوید سے قبل اختلاط روایت لینا ثابت نہیں ہو سکا۔

③ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؛ إِلَّا بَلَّغَنِي بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيهِ؛ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ.

''اللہ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا، جس میں تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی صلاحیت ہو گی۔ تا روزِ قیامت جو مجھ پر درود پڑھے گا، فرشتہ اس کا اور اس کے والد کا نام مجھ تک پہنچاتا رہے گا۔''

(مسند البزّار : 254/4، ح : 1425، التّاريخ الكبير للبخاري : 416/6، مُسند الحارث : 962/2، ح : 1063، التّرغيب لأبي القاسم التّيمي : 319/2، ح : 1671)

❀ امام ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ (العَظمة : 263/2) اور امام طبرانی رحمہ اللہ (المُعجم الكبير نقلًا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص 84، الغرائب المُلتَقطة لابن حَجَر : 321/1،

مَجمع الزّوائد للهيثمي : 162/10، الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 249/3) کے **الفاظ ہیں:**

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا، وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِي؛ إِذَا مِتُّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً؛ إِلَّا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيهِ، قَالَ : يَا مُحَمَّدُ، صَلّٰى عَلَيْكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا، فَيُصَلِّي الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرًا .

”ایک فرشتہ ہے، جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی صلاحیت دی گئی ہے۔ میری وفات کے بعد قیامت تک وہ میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ جو امتی مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا، وہ عرض کرے گا: محمد (ﷺ)! فلاں بن فلاں نے آپ پر اتنا اتنا درود بھیجا ہے۔ اللہ اس پر ایک درود کے عوض دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“

سخت ”ضعیف“ ہے:

① عمران بن حمیری جعفی کو صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثّقات : 223/5) میں ذکر کیا ہے، لہٰذا ”مجہول الحال“ ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ . ”اس کی متابعت نہیں۔“

(التّاريخ الكبير : 416/6)

❀ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کوئی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .   ”مجہول ہے۔“(ميزان الاعتدال : 236/3)

۞ حافظ منذری رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(القول البديع للسّخاوي، ص 119)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْمِيزَانِ : لَا يُعْرَفُ .

”صاحب میزان الاعتدال (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : 162/10)

۞ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ .   ”میں اسے پہچان نہیں پایا۔“(فيض القدير : 612/2)

② نعیم بن ضمضم ”ضعیف“ ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہے۔

(المُغني في الضّعفاء : 701/2)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نَعِيمُ بْنُ ضَمْضَمَ ضَعِيفٌ .

”نعیم بن ضمضم ضعیف ہے۔“(مَجمع الزّوائد : 162/10)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

۞ اس روایت کے بارے میں حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِثَابِتٍ .

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(الصّارم المُنكي في الرّد على السّبكي، ص 205)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غیر معروف'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 236/3)

فائدہ:

✿ حماد بن ابی سلیمان کوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ عُرِضَ عَلَيْهِ بِاسْمِهٖ .

''کوئی شخص جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے، تو وہ درود اس کے نام کے ساتھ آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

(الزّهد والرّقائق للإمام ابن المبارك : 1029، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِي مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِي، فَإِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي، قَالَ لِي ذٰلِكَ الْمَلَكُ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ صَلّٰى عَلَيْكَ السَّاعَةَ .

''مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری قبر کے پاس ایک فرشتہ مامور کرے گا۔ جب کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ میری جناب میں عرض کرے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! فلاں بن فلاں نے ابھی آپ پر درود بھیجا ہے۔''

(الغَرائب المُلتَقَطة لابن حَجَر :320/1)

سند ضعیف ہے۔

① بکر بن خداش (خراش) ''مجہول الحال'' ہے، صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثّقات : 148/8) میں ذکر کیا ہے، نیز فرمایا:

رُبَّمَا خَالَفَ . ''(ثقہ راویوں کی) مخالفت بھی کر لیتا تھا۔''

② محمد بن عبداللہ بن صالح مروزی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❁ اس روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي سَنَدِهٖ ضَعْفٌ . ''سند میں ضعف ہے۔''

(القول البَدیع، ص 161)

⑨ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ .

''زمین پر فرشتے گشت کریں گے، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچائیں گے۔ میری زندگی آپ کے لیے بہتر ہے کہ ہم آپس میں ہم کلام ہوتے رہتے ہیں اور میری وفات بھی بہتر ہو گی کہ آپ کے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ جو بھلائی دیکھوں گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو بُرائی دیکھوں گا، اس پر آپ کے لئے استغفار کروں گا۔''

(مسند البزّار : 308/5، ح : 1925)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عبدالمجید بن ابی رواد بھی ''مدلس'' ہے۔سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ عبدالمجید بن ابی رواد جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور مجروح ہے۔

اس پر امام حمیدی(الضّعفاء الكبير للبخاري :307)امام ابوحاتم رازی(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 65/6)، امام ابن حبان (كتاب المَجروحين : 160/2)، امام دارقطنی (سؤالات البُرقاني : 317)، امام محمد بن یحییٰ بن ابوعمر(الضّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 96/3، وسندهٗ صحيحٌ)، امام ابن سعد(الطّبقات الكبرٰى :500/5)، امام ابن عدی (الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 346/5)اور امام ابوزرعہ رحمہم اللہ(أسامي الضّعفاء : 637)وغیرہ کی سخت جروح ہیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهٗ كَثِيرُونَ .

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المُغني عن حَمَل الأسفار في تخريج الإحياء : 144/4)

⑩ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ مِائَةً مِّنَ الصَّلَاةِ؛ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، وَوَكَّلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُّدْخِلُهٗ عَلٰى قَبْرِي كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، إِنَّ عِلْمِي بَعْدَ مَوْتِي كَعِلْمِي فِي الْحَيَاةِ .

”جمعہ کے دن یا رات جو مجھ پر سو دفعہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دے گا، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ اللہ ایک فرشتہ مقرر کر دے گا، جو وہ درود اس طرح میری قبر میں پیش کرے گا، جس طرح آپ کو تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔ وفات کے بعد میرا علم ویسا ہی ہو گا، جیسے زندگی میں ہے۔“

(الفوائد لابن مَندة : 56، التّرغيب والتّرهيب للأصبهاني : 320/2، ح : 1674)

روایت باطل ہے۔

① حکامہ بنت عثمان مجہولہ ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس کی روایت بے وقعت ہے۔“ (الثّقات : 194/7)

❁ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَرْوِي عَنْهُ (عُثْمَانَ بْنِ دِينَارٍ) حَكَّامَةُ ابْنَتُهُ أَحَادِيثَ بَوَاطِيلَ، لَيْسَ لَهَا أَصْلٌ .

”عثمان بن دینار سے اس کی بیٹی حکامہ نے باطل روایتیں بیان کی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔“ (الضّعفاء الكبير : 200/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ حَكَّامَةَ تُشْبِهُ حَدِيثَ الْقُصَّاصِ، لَيْسَ لَهَا أُصُولٌ .

”حکامہ کی بیان کردہ احادیث قصے کہانیوں جیسی ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں۔“

(الضّعفاء الكبير : 200/3)

② عثمان بن دینار ”مجہول الحال“ ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے

”الثقات : 194/7“ میں ذکر کیا ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا شَيْءَ . ”کسی کام کا نہیں۔“

(میزان الاعتدال : 33/3)

⑪ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا، مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ؛ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، ثُمَّ يُوَكِّلُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُّدْخِلُهٗ فِي قَبْرِهٖ كَمَا يُدْخَلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، يُخْبِرُنِي مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ بِاسْمِهٖ وَنَسَبِهٖ إِلَى عَشِيرَتِهٖ، فَأُثْبِتُهٗ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيْضَاءَ .

”قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا، جو سب سے زیادہ درود پڑھے گا۔ جو شب جمعہ اور جمعہ کے دن درود پڑھے گا، اللہ اس کی سو حاجتیں پوری کر دے گا، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کر دے گا، جو وہ درود اس طرح میری قبر میں پیش کرے گا، جس طرح آپ کو تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اس شخص کا نام اور سلسلہ نسب بتائے گا، میں یہ ساری معلومات ایک روشن کتاب میں محفوظ کر لوں گا۔“

(شُعَب الإيمان : 2773، حياة الأنبياء في قُبورهم : 13، فَضائل الأوقات للبَيهقي : 276، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 301/54)

سخت ''ضعیف'' ہے۔

① حکامہ بنت عثمان مجہولہ ہے۔

② عثمان بن دینار ''مجہول الحال'' ہے۔

⑫ حاتم بن وردان سے منقول ہے:

كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُوَجِّهُ بِالْبَرِيدِ قَاصِدًا إِلَى الْمَدِينَةِ، لِيُقْرِئَ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ایک قاصد کو ڈاک دے کر مدینہ کی طرف روانہ کرتے کہ وہ ان کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرے۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 3869)

روایت ضعیف ہے۔ محمد بن صالح بن ولید رازی نرسی ''مجہول'' ہے۔

⑬ یزید بن ابو سعید مقبری رحمہ اللہ سے منقول ہے:

قَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ؛ إِذْ كَانَ خَلِيفَةً، بِالشَّامِ، فَلَمَّا وَدَّعْتُهُ، قَالَ : إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، إِذَا أَتَيْتَ الْمَدِينَةَ، فَتَرٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَاقْرَءْهُ مِنِّي السَّلَامَ.

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ خلافت میں ان کے پاس شام گیا، واپس ہونے لگا، تو انہوں نے فرمایا: آپ سے ایک کام ہے، وہ یہ کہ جب مدینہ منورہ جاؤ اور قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرو، تو میرا سلام پیش کرنا۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 3870، تاريخ ابن عساكر : 203/65)

سند ''ضعیف'' ہے۔ رباح بن بشیر مجہول الحال ہے۔

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 490/3)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (242/8) میں ذکر کیا ہے۔

⑭ نُبَیہ بن وہب رحمہ اللہ سے منسوب ہے کہ کعب احبار رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا، تو کعب رحمہ اللہ کہنے لگے:

''جب بھی دن طلوع ہوتا ہے، ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور قبر پر اپنے پَر لگاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔''

(الزُّهد للإمام عبد الله بن المبارك : 1600، مسند الدّارمي :47/1، ح : 94، فضل الصّلاة على النّبي للقاضي إسماعيل : 102، حلية الأولياء لأبي نُعَيم : 390/5)

سند منقطع ہے۔ نُبَیہ بن وہب کا کعب احبار سے سماع ولقا نہیں۔

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ ایک ''منقطع'' روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا يَحْتَجُّ أَهْلُ الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهَا .

''منقطع روایات کو محدثین حجت نہیں جانتے۔''

(شرح مشكل الآثار : 36/10، ح : 4140)

الحاصل:

دین قرآنِ کریم اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ تعلیمات کا نام ہے۔ سند امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا امتیازی وصف اور خاص شناخت ہے۔ مسلمانوں کا پورا دین صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اسلام کو ضعیف اور من گھڑت روایات کی حاجت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں درود سننا کسی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

بت پرستی اپنی اصل میں اولیا پرستی ہی تھی۔ مشرکین مکہ کے بت اولیاء اللہ کے نام اور ان کی صورتوں پر ہی متشکل کیئے گئے تھے۔ قرآنِ کریم نے صاف طور پر اس کا ردّ کیا اور رسولِ اکرم ﷺ بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے۔ اسلام کی اساس بت پرستی کے قلع قمع پر قائم ہوئی، لیکن بدقسمتی سے اسی کو بعد کے مسلمانوں نے عقیدت ومحبت اولیاء کا نام دے کر دین کا حصہ بنالیا۔ آج بعض مسلمانوں نے مشرکین مکہ سے بہت سے مشرکانہ افعال مستعار لے لیے ہیں۔

اولیاء اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس طرح مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کے ناموں اور مُورتیوں پر مبنی بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے، ان کی تقلید میں آج کے بعض مسلمان بھی بزرگوں سے منسوب کر کے جانور چھوڑتے ہیں۔ یہ نامزد جانور عام جانوروں کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ ان لوگوں کے نزدیک وہ بڑی ''حرمت'' والے ہوتے ہیں۔

وہ جس کھیت میں گھس جائیں، اس کے مالک کے خیال میں اس کے لئے اچھا شگون ثابت ہوتے ہیں، وہ جدھر چاہیں جائیں، کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ ان سے کوئی کام بھی نہیں لیا جاتا اور ان کی اپنی ایک پہچان ہوتی ہے۔ لوگ جانتے ہوتے ہیں کہ یہ فلاں درگاہ یا فلاں مزار کا جانور ہے۔

کبھی غور کیجیے کہ کسی جانور کو اساف، نائلہ، منات وغیرہ سے موسوم کر دیا جائے اور

اسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کا نام دے دیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ اونٹ اور گائے اجمیر کی ''چھٹی شریف'' کے لیے مختص ہے، یا کہہ دیا جائے کہ یہ گیارہویں کا بکرا ہے یا یہ فلاں کی منت اور نیاز ہے، تو ان دونوں میں بنیادی فرق کون سا باقی رہ جاتا ہے؟

قدیم زمانے میں بھی بزرگوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا تھا اور آج بھی یہ سب کچھ اولیاء کی تعظیم اور ان کے تقرب کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جانے انجانے میں ان اولیاء کو خدائی طاقتوں کا مظہر سمجھ لیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں مزار پر کالا بکرا ذبح کروں گا یا کالے مرغ کی منت اور چڑھاوا چڑھاؤں گا۔

غیر اللہ کے نام سے منسوب کرنا اور ان کے نام پر ذبح کرنا شرک و کفر ہے۔ ایسے جانور اور ایسی اشیا کھانا حرام ہے، یہ جانور اور یہ روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے کہ یہ چیزیں اسی کے نذرانے اور شکرانے میں صَرف ہوں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾

(الأنعام: 162-163)

''(نبی!) کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مطیع ہوں۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے اعلان کروایا کہ میں نماز، جو

کہ دین کا ستون اور رکن ہے، قلبی عبادات، جیسے خشوع اور توجہ الی اللہ، قولی عبادات، جیسے تکبیر وتحمید، قرآنِ کریم کی تلاوت، وغیرہ، عملی عبادات، جیسے قیام، رکوع، سجدہ، جلوس وغیرہ، خالص اللہ رب العالمین کے لیے ادا کرتا ہوں۔ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتا ہوں، مشرکین کی طرح انصاب واصنام کے لیے نہیں۔ میں ساری زندگی اپنے اللہ کی بندگی اور نیازمندی میں گزاروں گا اور اسی پر فوت ہوں گا۔ میں اقراری ہوں کہ عبادات کی تمام انواع واقسام میں اللہ رب العالمین کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنے والے مشرکوں کو بتا دیں کہ آپ ﷺ اِن کاموں میں اُن کے مخالف ہیں، کہ آپ ﷺ کی نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ذبح اسی کے نام پر کرتے ہیں، وہ (اللہ) اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر: 2) ''صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور اسی کے نام پر ذبح کریں۔'' یعنی اپنی نماز اور ذبح اللہ کے لیے خاص کر دیں، کیونکہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ ان کی مخالفت کریں، ان کی اس رَوِش سے الگ رہیں اور اپنی نیت وقصد اور عزم کے ساتھ اس بات پر قائم رہیں کہ ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 128/3)

عبادات کی تمام انواع جیسے دعا و پکار اور التجا، محبت، خوف، امید و رجا، توکل و بھروسہ، رغبت و رہبت، خشوع و خضوع، رجوع و انابت، استعانت و استغاثہ، ذبح اور نذر و نیاز خالص اللہ کے لیے بجالائیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے، جو ضروری ہے کہ اسی کے لیے پورا کیا جائے۔ تاحیات اس پر ڈٹے رہنا اور تازیست اس کی دعوت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

”غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔“

(صحیح مسلم: 1978)

مخلوق کے نام پر جانور ذبح کرنا غیر اسلامی عمل ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی تعظیم و تقرب کے لیے ذبح کرنا شرک ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: 173)

”جو چیز اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام (بہ نیت عبادت و تعظیم) منسوب ہو۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا؛

① جانور یا کسی اور چیز کو غیر اللہ کے لیے نامزد کیا جائے، خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ پکارا جائے، تب بھی حرام ہے۔

② ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے، تو حرام ہے۔

③ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا جائے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اے اللہ! فلاں ولی یا بزرگ کے تقرب کے لیے یہ جانور ذبح کیا گیا ہے، تب بھی یہ جانور حرام ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح نام غیر اللہ کا پکارا جائے، تو حرام ہے۔

⑤ ذبح اللہ کے لیے کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام شامل کر دیا جائے، تب بھی حرام ہے۔

❀ علمائے احناف فرماتے ہیں:

يَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ، أَوْ يَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ، أَوْ بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ، فَتَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ، لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

”اگر کوئی بندہ بوقتِ ذبح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ ”اللہ کے نام کے ساتھ اور فلاں کے نام کے ساتھ“ یا بِسْمِ اللّٰهِ، وَفُلَانٍ ”اللہ اور فلاں کے نام کے ساتھ“، یا بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ ”اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام کے ساتھ“، تو ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکار دیا گیا ہے۔“

(بدائع الصّنائع للكاساني : 48/5، الهداية للمَرغيناني : 435/2)

شبہات اور ان کا ازالہ:

اس مسئلہ میں ایک مخصوص مکتبہ فکر کا مؤقف یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اولیا سے منسوب کر دیا جائے اور وقتِ ذبح اللہ کا نام لے لیا جائے تو حلال ہو جاتا ہے۔اس لیے وہ آیت کریمہ:﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر و تاویل یہ کرتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے، حالانکہ اس آیتِ کریمہ کو وقتِ ذبح کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کے مطابق کسی جانور پر کسی بھی وقت غیر اللہ کا نام پکارنے سے وہ حرام ہو جاتا ہے، وقتِ ذبح بھی اسی حرمت کا ایک موقع اور محل ہے۔

① وقتِ ذبح کی قید نہیں:

[إِهْلَال] کے معنی [رَفْعُ الصَّوْتِ] ”آواز بلند کرنا“ ہے، یعنی ذبح کے وقت یا ذبح سے پہلے غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مفسرین نے ذبح کے وقت نام پکارنے کو [إِهْلَال] کہا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام اوقات میں جانور کو غیر اللہ کے نام منسوب کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ مشرکین کی عام عادت یہ تھی کہ جو جانور انہوں نے غیر اللہ، یعنی بزرگوں کے تقرب و تعظیم میں چھوڑے ہوتے تھے، ذبح کے وقت ان پر انہی کا نام پکارتے تھے۔ لہٰذا اگر کسی جانور پر بغرضِ تعظیم و تقرب کسی کا نام پکارا جائے اور وقتِ ذبح اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے تو بھی وہ حرام ہی ہوگا۔

❁ اس لیے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں:

”پکارنے سے مراد وقتِ ذبح پکارنا ہے۔“ (جاء الحق:1/359)

❁ ملا جیون حنفی (1130ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ أَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ، كَمَا هُوَ الرَّسْمُ

فِي زَمَانِنَا، حَلَالٌ طَيِّبٌ، لِأَنَّهُ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ، وَإِنْ كَانُوا يَنْذِرُونَهَا لَهُ

''اس سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جسے اولیا کے لیے نذر مانا گیا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، وہ حلال اور پاکیزہ ہے، کیونکہ بوقتِ ذبح اس پر غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اگرچہ اسے غیر اللہ کی نذر کیا گیا ہے۔''

(التّفسيرات الأحمديّة، ص 45)

۞ اس شبہ کے جواب میں عالَمِ اسلام کے عظیم سکالر، ممتاز اہل حدیث عالم، علامہ، ڈاکٹر شمس الدین، سلفی، افغانی رحمہ اللہ (1420ھ) فرماتے ہیں:

''علمائے احناف نے اس شبہے کا جواب یہ دیا ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننے میں اعتبار نیت کا ہوگا، نہ کہ نذر کیے گئے جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کرنے کا۔ جس شخص نے کسی میت کے لیے گائے نذر مانی تو وہ محض نذر کرنے ہی سے مشرک ہو جائے گا، خواہ اسے ذبح کرتے وقت اس میت کا نام لے یا نہ لے۔ اعتبار تو اس نذر ماننے والے کی نیت کا ہے جو اس میت کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس نذر کے ذریعے میت سے مشکلات دُور کرنے اور بھلائیاں قریب کرنے کا طالب ہے، کیونکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۱۷۳) (اور جسے غیر اللہ کے لیے پکارا جائے)، ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدۃ: ۳، والنحل: ۱۱۵) (اور جسے غیر اللہ کے لیے پکارا جائے)، ﴿أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (الانعام: ۱۴۵) (یا وہ فسق ہو کہ اس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو) ان سب فرامین باری تعالیٰ میں غیر اللہ

کے لیے پکارا جانا عام ہے، اسے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا نہ کیا جائے، جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، وہ بسا اوقات مشروبات، ملبوسات یا عطریات سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ بسا اوقات معدنیات، مثلاً سونا، چاندی، یاقوت و مرجان وغیرہ کی ہوتی ہے اور کبھی تو کھانے کی ایسی چیز ہوتی ہے، جسے ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ مچھلی، تیل، گھی اور شہد وغیرہ (تو کیا غیر اللہ کی ایسی نذر جائز ہو جائے گی؟)۔ اِہلال کا معنی آواز بلند کرنا ہے، ذبح کرنا نہیں۔ جس کا دعویٰ ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے، اس نے بڑی فحش غلطی کی ہے اور قرآنِ کریم کی ایک مطلق آیت کو بغیر کسی دلیل کے مقید اور ایک عام آیت کو بغیر دلیل کے خاص کر دیا ہے، اس نے عربی زبان میں ایسی بات شامل کرنے کی کوشش کی ہے، جسے عرب جانتے تک نہیں۔ اہل عرب کے ہاں اہلال ذبح کے معنیٰ میں نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ کہا ہے کہ ایسا جانور جو بتوں اور طاغوتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔۔۔، تو انھوں نے اس لفظ کا پورا لغوی معنیٰ نہیں کیا، بلکہ ان کا مقصود اس آیتِ کریمہ میں مراد لی گئی چیزوں میں سے ایک چیز بیان کرنا تھا، کیونکہ پہلی امتوں کے مشرکین جب کسی جانور کو اپنے معبودوں کے لیے نذر کرتے تھے تو عموماً اسے انھی معبودوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔ اس امت کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کے لیے حیلہ کرتے ہوئے اولیا کی نذر کیے گئے جانور کو ظاہری طور پر اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ جانور اسی مردہ

ولی کے نام پر ذبح ہوتا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ ظاہری طور پر زبان سے اس ولی کا نام نہیں لیتے، لیکن ان کے دلوں میں اس جانور کو ذبح کرنے سے پہلے، ذبح کرتے وقت اور ذبح کرنے کے بعد اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کا اس جانور کو میت کی نذر کرنا، دل میں جانور کو اس میت سے منسوب کرنا، جانور کا نذرانہ پیش کر کے اس ولی کے تقرب کے حصول کی کوشش اور اس سے مصائب دُور کرنے اور آسائشوں کو قریب لانے کی فریاد کرنا، یہ سب چیزیں اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب جانور کو غیر اللہ کی نذر کیا گیا ہو، اس وقت زبانی طور پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا تو قبر پرستی کا ایک حیلہ ہے، جو انہیں شرک کرنے اور حرام کھانے سے بری نہیں کرسکتا، کیونکہ اعتبار تو نیت کا ہے نہ کہ زبانی اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا۔ ایسی نذر ماننے والا مشرک ہے اور ایسا نذر کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا رہے۔''

(جُهود علماء الحنفيّة في إبطال عقائد القبوريّة : 3/1561-1562)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدۃ:۳) (اور جو غیر اللہ کے لیے پکارا جائے) سے واضح طور وہ جانور مراد ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے، مثلاً کہا جائے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔ جب مقصد یہ ہو تو زبان سے ادا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی حرمت اس جانور کی حرمت سے زیادہ واضح ہے جسے گوشت کھانے کی نیت

سے ذبح کیا جائے،لیکن ذبح کرتے وقت اس پر مسیح کا نام لیا جائے۔......جب مسیح یا کسی ستارے کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے،تو وہ جانور بالاولیٰ حرام ہے جس کے بارے میں کہہ دیا جائے کہ یہ مسیح یا کسی ستارے کے لیے ہے یا ایسی نیت کر لی جائے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بات کمزور ہے جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور تو حرام ہے،لیکن غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا جانور حرام نہیں۔......اس لیے جو جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے،وہ حرام ہے،اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ ہی کا نام لیا جائے۔جیسا کہ اس اُمت کے منافقوں کا ایک گروہ کرتا ہے،یہ لوگ اولیاء اللہ یا ستاروں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں اور عطریات وغیرہ کے ذریعے ان کی نذریں مانتے ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : 64/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾، أَيْ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِهٖ، وَأَصْلُهٗ رَفْعُ الذَّابِحِ صَوتَهٗ بِذِكْرِهٖ مَنْ ذُبِحَ لَهٗ .

''اس فرمانِ باری تعالیٰ سے مراد وہ جانور ہے،جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کیا جائے۔اہلال کا اصل معنی یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اس ہستی کا بلند آواز سے ذکر کرے،جس کے لیے جانور ذبح کیا جا رہا ہو۔''

(هُدى السّاري، ص 202)

❁ کتب احناف میں لکھا ہے:

ذَبْحٌ لِّقُدُومِ الْأَمِيرِ، وَنَحْوِهٖ، كَوَاحِدٍ مِّنَ الْعُظَمَاءِ، يَحْرُمُ، لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''امیر یا اس طرح کے کسی بڑے کی آمد پر جانور ذبح کرنا حرام ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے، اگر چہ اس پر (بوقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔''

(الدّر المُختار للحَصكفي : 320/2، ردّ المُحتار لابن عابدين : 195/6، مجموعة الفتاویٰ لعبد الحي اللكنوي الحنفي : 306/2، 223/3)

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو، تو ذبح کیا گیا جانور حرام ہوتا ہے، خواہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ پکارا جائے، بلکہ اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

ان عبارتوں سے اہلال کا معنی واضح ہو جاتا ہے، یعنی وہ جانور حرام ہے، جس پر تعظیم غیر اللہ کی نیت ہو، وقت ذبح کی کوئی قید نہیں۔

❁ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ أَهَلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَلَا كَلَامَ فِي حُرْمَتِهٖ، وَإِنْ ذَبَحَهٗ عَلَى الْقَبْرِ تَعْظِيمًا لِلْوَلِيِّ فَهُوَ إِهْلَالٌ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَإِنْ أَهَلَّ اللّٰهَ لِأَنَّ قَصْدَهٗ تَعْظِيمُ غَيْرِهٖ بِالذَّبْحِ .

''اگر کسی نے ذبح پر غیر اللہ کا نام پکارا، تو اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اگر قبر پر ولی کی تعظیم کے لیے ذبح کرے، تو یہ غیر اللہ کے لیے پکارنا قرار پائے گا، اگر چہ وہ اللہ کا نام پکارے، کیونکہ اس نے ذبح میں غیر اللہ کی

تعظیم کا قصد کیا ہے۔''

(التّنویر شرح الجامع الصّغیر : 569/9)

❁ شاہ عبدالعزیز دہلوی بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (1239ھ) فرماتے ہیں:

''اگر یہ نیت ہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو، تو اگر چہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں، تب بھی وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔''

(فتاویٰ عزیزیہ: 47/1)

❁ احمد سرہندی، الملقب بہ ''مجدد الف ثانی'' (1034ھ) فرماتے ہیں:

''بزرگوں کے لیے جو نذریں حیوانات کی مانتے ہیں اور ان کو قبروں پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں، فقہی روایات نے اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی، ص 73، مکتوب نمبر 41، دفتر 3)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1250ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ هُنَا مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ، كَاللَّاتِ، وَالْعُزّٰى، إِذَا كَانَ الذَّبَّاحُ وَثَنِيًّا، وَالنَّارِ، إِذَا كَانَ الذَّابِحُ مَجُوسِيًّا، وَلَا خِلَافَ فِي تَحْرِيمِ هٰذَا وَأَمْثَالِهٖ، وَمِثْلُهٗ مَا يَقَعُ مِنَ الْمُعْتَقِدِينَ لِلْأَمْوَاتِ، مِنَ الذَّبْحِ عَلٰى قُبُورِهِمْ، فَإِنَّهٗ مِمَّا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الذَّبْحِ لِلْوَثَنِ .

''اس آیت کریمہ میں وہ جانور مراد ہے، جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، جیسا کہ اگر ذبح کرنے والا بت پرست ہو تو وہ لات و عزی کا نام لے گا اور اگر مجوسی ہو تو آگ کا۔ اس طرح کے جانوروں کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ مردہ

پرستوں کی طرف سے قبروں پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں، وہ بھی اسی طرح حرام ہیں، کیونکہ ان پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہوتا ہے۔قبروں پر اور بتوں کے استھانوں پر جانور ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں۔''

(فتح القدير :196/1)

معلوم ہوا کہ جو جانور بتوں، دیویوں، دیوتاؤں، آستانوں، قبروں اور اولیاء اللہ کے لیے نامزد ہو گیا، اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تب بھی حرام ہی رہتا ہے، کیونکہ اسے غیر اللہ کے لیے مقرر کرنے والے کا مقصد گوشت نہ تھا، بلکہ غیر اللہ کا تقرب تھا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کسی نے جانور میت کے نام پر پالا، بعد میں اس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے، حالانکہ [أُهِلَّ] میں تو یہ بھی داخل ہو گیا۔اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اس پر بول دیا [مَا أُهِلَّ] کی حد میں آ گیا۔اب ماننا پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے، نہ کہ قبل کا۔''

(جاء الحق:1/363-364)

جس وجہ سے اس حلال جانور کا کھانا حرام ہوا تھا، جب وہ وجہ ہی ختم ہو گئی تو اس کا کھانا جائز ہو گیا۔جب ایک شخص نے اپنے دل سے غیر اللہ کی نذر و نیاز کی نیت ہی ختم کر دی تو وہ جانور غیر اللہ سے منسوب رہا ہی نہیں۔اس سے وقتِ ذبح کی قید ثابت نہیں ہو سکتی۔

۲ نذر و نیاز والی نسبت شرک ہے:

کسی چیز کو اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ نسبت نذر و نیاز کی ہو گی، جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک، حرام اور نا جائز ہے۔اس کے برعکس کوئی جانور

اپنے مالک کی طرف منسوب ہو تو یہ نسبت نذر و نیاز کی نہیں بلکہ ملکیتی ہے، اسی طرح اگر اسے کسی موقع کے ساتھ منسوب کر دیا جائے، مثلاً عید کا بکرا، تو یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے لیے نذر و نیاز کی ہے، جو کہ عین عبادت ہے اور ولیمے کی گائے، وغیرہ، یہ نسبت غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نہیں۔ اتنی سی بات بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔

❁ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''جب [أُهِلَّ] کے لغوی معنی مراد ہوئے، یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں، کیونکہ قرآن میں آتا ہے: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ''ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام پر پکاری جائے۔'' 'ما' میں جانور کی قید نہیں۔ پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہر حال حرمت آنی چاہیے، تو زید کا بکرا، عمرو کی بھینس، زید کے آم، بکر کے پھل، فلاں کی بیوی۔۔۔''

(جاء الحق: 363/1)

رسولِ اکرم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا باعثِ لعنت ہے، آخر اس کا کوئی مصداق بھی ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے جو جانور غیر اللہ کے لیے نذر نیاز کی نیت سے منسوب کر کے ذبح کیا جائے گا، وہی حرام ہو گا اور یہی نسبت شرک کی ہو گی، اس کے علاوہ باقی ساری نسبتیں جائز ہوں گی۔

صاف ظاہر ہے کہ جو جانور یا چیزیں اصحابِ قبور اور اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں، وہ ان کی نذر و نیاز پر منسوب ہوتی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ غوث پاک کی گائے ہے یا یہ

شیخ سدو کا بکرا ہے، تو یہ غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز ہی تو ہے۔

❁ مفتی نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''گیارہویں کا بکرا یا غوث پاک کی گائے وغیرہ، یہ شرعاً حلال ہے، جیسا کہ ولیمہ کا جانور۔'' (جاء الحق:1/358-359)

حلت و حرمت کا اختیار اللہ کے پاس ہے، کسی انسان کو اسے اپنے ہاتھ میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ ولیمہ کے جانور کی نسبت تو شریعت سے ثابت ہے، لہٰذا ولیمے کا جانور شرعاً حلال ہوا، لیکن گیارہویں کا بکرا یا غوث پاک کی گائے والی نسبت کس شریعت سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے یہ نسبت شریعتِ اسلامیہ سے ثابت ہوگی تو ہی ایسا جانور شرعاً حلال ہوگا۔ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کے نام کی گائے چھوڑی یا ذبح کی؟ یقیناً نہیں۔

کہاں غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ان سے جانور منسوب کرنے کا شرکیہ عمل اور کہاں ولیمہ جیسے مسنون عمل کے لیے منسوب جانور۔ ان میں تو بہت سارا بعد ہے بھیا!

③ گوشت کھانا یا نہ کھانا مؤثر نہیں:

غیر اللہ کے لیے ذبح کیے جانے والے جانور کا گوشت کھانے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، اسے کھایا جائے یا نہ کھایا جائے، وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

❁ مفتی نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''غیر خدا کو راضی کرنے کے لیے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود نہ ہو، جیسے کہ ہندو لوگ بتوں یا دیوی کی بھینٹ چڑھاتے ہیں کہ اس سے صرف خون دے کر بتوں کو راضی کرنا مقصود ہے۔ یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے، بشرطیکہ ذبح

کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو، نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ان فقہی عبارات سے یہ ہی مراد ہے۔''

(جاء الحق:1/364-365)

ہم اس عبارت پر کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے ،اسی عبارت کو حسبِ حال ''ہندو'' کی جگہ بعض مسلمان اور ''بتوں'' کی جگہ قبروں وغیرہ کے الفاظ لگا کر لکھ رہے ہیں اور فیصلہ اربابِ فکرونظر پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود ہی انصاف کردیں، ملاحظہ فرمائیں:

''غیر خدا کو راضی کرنے کے لیے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود نہ ہو، جیسے کہ بعض مسلمان قبروں، آستانوں اور اولیاء اللہ کی بھینٹ چڑھاتے ہیں کہ اس سے صرف خون دے کر اصحاب قبور کو راضی کرنا مقصود ہے۔یہ جانور اگر بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے۔''

❁ رہا مفتی صاحب کا یہ شرط ذکر کرنا:

''بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو، نہ کہ ذبح کروانے والے کی۔''

تو قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ وتابعین میں اس شرط کا ذکر نہیں۔سلف صالحین اور ائمہ ہُدیٰ میں سے کوئی بھی ان کا ہم خیال نہیں۔

بعضے مسلمان جب بزرگوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں تو کیا ان کا مقصود گوشت کھانا ہوتا ہے؟ کیا قبروں پر جانور اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں تا کہ گوشت کھایا جائے۔ان کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ رَجُلُ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ، وَدَخَلَ آخَرُ النَّارَ فِي ذُبَابٍ، قَالُوا: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: مَرَّ رَجُلَانِ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ مَّعَهُمْ صَنَمٌ لَّا يَمُرُّ بِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا قَرَّبَ لِصَنَمِهِمْ، فَقَالُوا لِأَحَدِهِمْ: قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ: مَا مَعِي شَيْءٌ، قَالُوا: قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا وَمَضٰى فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلْآخَرِ: قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ دُونَ اللّٰهِ فَقَتَلُوهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ.

''ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں، لوگوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ فرمایا: پچھلی امتوں میں دو آدمی سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں چند لوگوں کو دیکھا ایک بت کی پوجا کر رہے ہیں اور شرط لگا رکھی ہے کہ یہاں سے وہی گزر پائے گا، جو اس بت پر چڑھاوا دے گا، ایک شخص سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، کہنے لگے: چڑھاوا ضرور دو، بھلے ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو، اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا دے دیا اس کی جان خلاصی ہوگئی، اسی باعث جہنم میں چلا گیا، دوسرے سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا: میں غیر اللہ کے لئے چڑھاوا نہیں دے سکتا، بت پرستوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ نے اسے جنت کا وارث بنا دیا۔''

(حِلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني :203/1، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوتا ہے کہ شرک ہر دور میں ممنوع، حرام اور رب کریم کے نزدیک مبغوض رہا ہے، اسی لئے تو مجبوری کے عالم میں ایک مکھی چڑھاوا دینے والے کو جہنم میں جانا پڑا، آستانوں پر بکرے قربان کرنے سے پہلے اس حدیث کو بار بار پڑھ لینا چاہئے۔

بعض غیر سنجیدہ آرا:

① بعض فقہا نے لکھا ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوسِ لِبَيْتِ نَارِهِمْ، أَوِ الْكَافِرِ، لِآلِهَتِهِمْ، تُؤْكَلُ، لِأَنَّهٗ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى، وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ.

”مسلمان نے مجوسی کی آتش کدہ کے لئے خاص کردہ بکری یا کافر کی معبودوں کے لئے مخصوص بکری ذبح کی، وہ حلال ہے، کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے، مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:3/115)

شرعی نصوص کی حرام کردہ چیزیں حلال نہیں ہوسکتی، اس پر اللہ کا نام لینا سودخوروں کے مقولے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي کی قبیل سے ہے۔

② ایک اور مسئلہ ملاحظہ فرمائیں:

فِي فَتَاوٰى أَهْلِ سَمَرْقَنْدَ: إِذَا ذَبَحَ كَلْبَهٗ، وَبَاعَ لَحْمَهٗ جَازَ، وَكَذَا إِذَا ذَبَحَ حِمَارَهٗ، وَبَاعَ لَحْمَهٗ، وَهٰذَا فَصْلٌ اخْتَلَفَ فِيهِ الْمَشَايِخُ فِيهِ، بِنَاءً عَلَى اخْتِلَافِهِمْ فِي طَهَارَةِ هٰذَا اللَّحْمِ بَعْدَ الذَّبْحِ، وَاخْتِيَارُ الصَّدْرِ الشَّهِيدِ عَلٰى طَهَارَتِهٖ.

”فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ جب اپنا کتا ذبح کرے اور اس کا گوشت فروخت کرے، تو جائز ہے۔ اسی طرح جب اپنا گدھا ذبح کرے اور اس کا گوشت فروخت کرے، (تو جائز ہے)۔ اس مسئلے میں مشائخ کا اختلاف ہے

اور اس کی وجہ ذبح ہونے کے بعد اس گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف ہے۔ صدر شہید نے اس گوشت کے پاک ہونے کو اختیار کیا ہے۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری: 115/3)

یہ فتوی اسلامی شریعت کے مطابق ہرگز نہیں ہے، یہ صاحب فتوی کی خطا ہے۔

③ ایک کتاب میں لکھا ہے:

إِنْ أَوْصَى الذِّمِّيُّ لِلْبِيعَةِ أَوْ لِلْكَنِيسَةِ، أَنْ يُّنْفَقَ عَلَيْهَا فِي إِصْلَاحِهَا، أَوْ أَوْصٰى أَنْ يُّبْنٰى بِمَالِهٖ بِيعَةٌ، أَوْ كَنِيسَةٌ، أَوْ بَيْتُ نَارٍ، أَوْ أَوْصٰى بِأَنْ يُّذْبَحَ لِعِيدِهِمْ، أَوْ لِلْبِيعَةِ، أَوْ لِبَيْتِ نَارِهِمْ ذَبِيحَةٌ، جَازَ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَمْ يَجُزْ شَيْءٌ مِّنْهُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ.

’’اگر ذمی وصیت کرے کہ کلیسے یا گرجے کی مرمت کے لیے مال خرچ کیا جائے، یا وصیت کرے کہ اس کے مال سے کلیسہ، گرجہ یا آتش کدہ بنایا جائے، یا وصیت کرے کہ ذمیوں کی عید کے موقع پر یا ان کے کلیسہ کے لیے یا ان کے آتش کدے کے لیے جانور ذبح کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کے مطابق یہ کام جائز ہے، جبکہ قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے اس میں سے کسی کام کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔‘‘

(المَبسوط للسّرخسي: 94/28)

کلیسا، گرجا گھر اور آتش کدہ مرمت کرنا بالکل بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح آتش کدوں کے لئے جانور ذبح کرنا بھی شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

④ مفتی احمد یار نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

’’دیکھیے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کراتا ہے، بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے، گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرانا دونوں فاسد، مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے، لہٰذا جانور حلال ہے۔ کہیے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام؟ والحمد للہ! بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب۔‘‘

(جاء الحق: 361/1)

گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے گیا گزرا نہیں، بلکہ اسی کے جیسا ہے، وہ بھی حرام ہے، یہ بھی حرام ہے۔ بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نیت سے، دونوں حرام ہیں، خواہ انہیں مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، کیونکہ یہ دونوں جانور غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ذبح کیے گئے ہیں۔

نذر و نیاز عبادت ہے، جیسے نماز و روزہ عبادت ہے۔ کسی بت کے لیے نماز پڑھیں یا کسی نیک ولی کے لیے، دونوں صورتوں میں شرک اور حرام ہے۔ مجوسیوں کے آتش کدوں اور آگ کے لیے وقف بکرے کو اللہ کا نام لے حلال کرنے کا یہ طریقہ اسلاف امت نے بہرحال نہیں اپنایا، شریعت اور صاحب شریعت بھی اس سے ناواقف ہیں۔

⑤ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الْإِهْلَالَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِنْ كَانَ فِعْلًا حَرَامًا، لٰكِنَّ الْحَيَوَانَ الْمُهَلَّ حَلَالٌ، إِنْ ذَكَّاهُ بِشَرَائِطِهٖ، وَكَذَا الْحُلْوَانُ الَّتِي

يُتَقَرَّبُ بِهَا لِلْأَوْثَانِ أَيْضًا، جَائِزَةٌ عَلَى الْأَصْلِ .

”جان لو کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا اگرچہ حرام ہے، لیکن اگر اس جانور کو شرائط کے مطابق ذبح کیا جائے تو حلال ہوتا ہے۔اسی طرح وہ مٹھائی جو بتوں کے تقرب کے لیے رکھی جاتی ہے، وہ بھی اصل کی بنا پر جائز ہے۔“

(فيض الباري : 4/180)

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دوست حرام مانتے ہوئے بھی مزارات کی نذر و نیاز اور گیارہویں کے حلوے کھا لیتے ہیں، تو شاید ان کو اس قسم کے فتووں سے شہہ مل جاتی ہے۔

⑥ کشمیری صاحب ذکر کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْمُنْذِرِ : وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا يَوْمًا، فَقَالَ : لَقَدِ اهْتَدَيْتُ لِلْعُزّٰى شَاةً عَفْرَاءَ، وَأَنَا عَلٰى دِينِ قَوْمِي .

”ابو منذر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن بتوں کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نے عزی کے لیے ایک مٹیالے رنگ کی بکری کا چڑھاوا چڑھایا۔اس وقت میں اپنی قوم (قریش) کے دین پر تھا۔“

(فيض الباري : 4/238)

کیا نبی کریم ﷺ کسی دور میں شرک بھی کرتے رہے ہیں؟ یقیناً نہیں، تو ظاہر ہوا کہ یہ اور اس قبیل کی کوئی سی بھی دوسری روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

احناف اور غیر اللہ کی نذر و نیاز:

✿ فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

اَلنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِلْمَخْلُوقِ .

''مخلوق کے لیے نذر ونیاز دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوسکتی۔'' (فتاویٰ شامی:439/2)

جانوروں کی غیراللہ کی طرف نسبت اور قرآن:

❁ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾(المائدة : 3)

''اور جو جانور آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

یعنی قبروں اور مزاروں پر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پکار دیا جائے، اسے کھانے سے روک دیا گیا ہے۔

❁ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ﴾(النّحل : 56)

''وہ اللہ کے دیے گئے رزق سے ان (معبودانِ باطلہ) کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے تمہارے جھوٹوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى عَنْ قَبَائِحِ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ عَبَدُوا مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ مِنَ الْأَصْنَامِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالْأَنْدَادِ، وَجَعَلُوا لَهَا نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ، فَقَالُوا : ﴿هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا

كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ﴾، بِغَيْرِ عِلْمٍ، ﴿وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ﴾(الأنعام : 136)، أَيْ جَعلُوا لِآلِهَتِهِمْ نَصِيبًا مَّعَ اللّٰهِ، وَفَضَّلُوهُمْ أَيْضًا عَلٰى جَانِبِهٖ، فَأَقْسَمَ اللّٰهُ تَعالٰى بِنَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ، لَيسْأَلَنَّهُمْ عَنْ ذٰلِكَ الَّذِي افْتَرَوْهُ، وَائْتَفكُوهُ، وَلَيُقَابِلَنَّهُمْ عَلَيْهِ، وَلَيُجَازِيَنَّهُمْ أَوْفَرَ الْجَزَاءِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَقَالَ: ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النحل : 56).

’’اللہ تعالیٰ مشرکین کی بدکاریوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، جنہوں نے اس کے سوا اور معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے ان معبودوں کے لیے حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے خیال میں کہتے تھے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ وہ لاعلمی میں یہ کہتے تھے کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق پر حاوی بھی کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا کہ انہوں نے جو افترا پردازیاں کی ہیں اور جھوٹ باندھے ہیں، ان کے بارے میں وہ ضرور ان سے پوچھے گا اور انہیں ضرور اس جرم کی سزا اور جہنم میں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾ (النحل: ٥٦) (اللہ کی قسم! تم جو جھوٹ باندھتے تھے، اس

کے بارے میں تم سے ضرور سوال ہوگا)۔''

(تفسیر ابن کثیر : 45/4)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(المائدة : 103)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام منسوب جانوروں کی شرعی حیثیت کی نفی کی ہے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق منسوب کیے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا کفار کا طرزِ عمل تھا۔

یاد رہے کہ اس آیت میں صرف اس تاثر کی نفی کی گئی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا جائز ہے، یہاں ان جانوروں کی حلت وحرمت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

❀ مفتی نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ چار جانور، بحیرہ وغیرہ وہ تھے، جن کو کفارِ عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس کو حرام سمجھنے کی تردید فرما دی، حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا: ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ (الأنعام : 142) (کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی

پیروی نہ کرو)۔“ (جاءالحق:362/1)

بحیرہ والی آیت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نہیں، بلکہ اس بارے میں مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ان جانوروں کی حلت وحرمت کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا، جبکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ والی آیت سے معلوم ہو گیا کہ یہ جانور حرام ہیں۔مفتی صاحب نے جو آیت ذکر کی ہے، اس میں بحیرہ وسائبہ وغیرہ کی حلت کا کوئی ذکر نہیں۔اس آیت میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کسی کے نام منسوب کر کے حرام کرنا کفار کا کام ہے، آپ ایسا نہ کرنا، اگر تم کفار کی تقلید میں ایسے جانور مقرر کرو گے تو شیطان کی پیروی کرو گے۔

کسی بھی مفسر نے اس آیتِ کریمہ کی رُو سے بحیرہ وغیرہ کو حلال قرار نہیں دیا اور یہ نہیں کہا کہ اس آیت میں بحیرہ وغیرہ کو کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ جو بحیرہ وغیرہ کفار نے مقرر کیے تھے، وہ انہی کی ملکیت تھے اور انہوں نے اپنے بتوں کے نام کیے ہوئے تھے، مسلمانوں کو کیسے حکم دیا جا سکتا تھا کہ وہ انہیں کھائیں؟

رہے حافظ نووی رحمہ اللہ، تو ان کا یہ قول قرآن وسنت اور فہم سلف کے خلاف ہونے کی بنا پر خطا ہے۔سلف صالحین اور ائمہ دین ومحدثین میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں۔

کیا صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین سے غیر اللہ کے لیے جانور چھوڑنا اور بزرگوں کی نذر کر کے انہیں ذبح کرنا ثابت ہے؟ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کوئی جانور چھوڑا؟ کسی تابعی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت کسی صحابی کے نام پر کوئی جانور چھوڑا ہو؟ کسی تبع تابعی نے کسی تابعی کے نام پر یا کوئی جانور منسوب کیا ہو؟ اگر یہ جائز ہوتا، اور یہ نیکی کا کام ہے، تو صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیکیوں کا متلاشی تھا؟ کیا صحابہ کو

نبی ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں تھی، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بزرگوں اور پیروں سے ہے؟ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس ''کارِخیر'' سے کیونکر محروم رہے؟

ہم یہ بھی پوچھیں گے کہ جب غیر اللہ، مثلاً مُردوں اور غائب پیروں کو پکارنے کی نفی کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں آیاتِ قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں تو ان کا جواب کچھ یوں ہوتا ہے: ''یہ آیات تو بتوں کے لیے ہیں، جو آپ اولیاء اللہ پر فٹ کر رہے ہیں۔ اولیاء اللہ بھلا غیر اللہ ہوتے ہیں؟ وہ غیر اللہ نہیں، بلکہ اللہ کے دوست ہیں......'' وغیرہ۔

لیکن یہاں پر ان کا طرزِ عمل مختلف ہے۔ جب غیر اللہ کے نام کے ذبیحے کی بات آتی ہے، تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے، تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر انہیں شاید یہ یاد نہیں رہتا کہ ان کے نزدیک اولیاء اللہ غیر اللہ نہیں ہوتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ ذبح کرتے وقت بھی اولیاء اللہ کا نام لینا جائز قرار دے دیں، ورنہ پکار کے حوالے سے بھی اپنے غیر اللہ کے نظریے پر نظرِ ثانی کر لیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عقیدۂ توحید کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھنے اور اسی پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز اسی پر موت نصیب فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁

اولیاء اللہ کے نام کی نذر و نیاز

نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔ مخلوق کے نام پر نذر دینا حرام ہے۔ اگر کوئی انسان کسی بزرگ یا ولی کے نام پر منت یا نذر کرتا ہے، صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہو جائے گا، وہ اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا یا اس کی فریاد رسی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کرے گا، یا وہ اس کی قبر سے فیض پائے گا تو بلاشک یہ شرک فی العبادت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ .

(الأنعام : 136)

”انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے: یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔“

❁ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: 173)

”وہ چیز (بھی حرام ہے) جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔“

مزاروں اور آستانوں پہ نذر کے نام پر جاہلانہ رسومات اور نفسانی وحیوانی خواہشات کی تکمیل جس انداز میں ہوتی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔اس کے باوجود بعض حلقوں سے قبروں پر نذر ونیاز کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔

۞ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

”اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنی ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے اور فقہا اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیا کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ۔نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔“

(جاء الحق: 1/307)

نذر کی شرعی ولغوی تقسیم کسی اہل سنت امام نے نہیں کی، کیا رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی بزرگ ہستی مخلوق میں موجود ہے؟ اور کیا صحابہ کرام رسولِ اکرم ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں رکھتے تھے، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بعد والے بزرگوں سے ہے؟ کیا کبھی کسی قبر پرست نے غور کیا کہ اگر غیر اللہ اور فوت شدگان کے نام پر نذر ونیاز جائز ہوتی، تو صحابہ کرام اس کار خیر سے کبھی محروم نہ رہتے۔کوئی شخص صحابہ کرام میں کسی سے بھی ایسا عمل پیش کر سکتا ہے؟

عام لوگوں کا تحفہ اور ہدیہ کے لیے نذرانے کا لفظ استعمال کرنا اس کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ جو لوگ قبروں پر نذر پیش کرتے ہیں، اس عقیدے سے پیش کرتے ہیں کہ وہ

دافع البلا ہیں۔ان کے پیش نظر لغوی نہیں، شرعی اور عرفی نذر ہوتی ہے۔تب ہی تو اس کے بارے میں ''نذر اللہ اور نیاز حسین'' کے الفاظ سننے کو ملتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ اگر مجھے مقدمہ میں فتح یابی ہوئی یا مرض سے شفا ہوئی یا دشمن زیر ہو گیا یا مجھے اولادِ نرینہ مل گئی یا میرا کاروبار چمک گیا، تو فلاں مزار پر جا کر نذر و نیاز کا لنگر چڑھاؤں گا، ننگے پاؤں جا کر سلام کروں گا، مزار پر ٹا کی باندھوں گا، وغیرہ۔

منصف مزاج دوستوں سے گزارش ہے کہ کیا یہ سب کچھ لغوی نذر و نیاز کے لیے کیا جاتا ہے؟ یہ سب امور تعظیم وتقرب کے نقطۂ نظر سے کیے جاتے ہیں، جس میں نذر ماننے والا اپنے عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے۔تحفہ وہدیہ میں ایسی صورت نہیں ہوتی۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَسْرَعَ أَهْلُ الشِّرْكِ إِلَى اتِّخَاذِ الْأَوْثَانِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، وَلَوْ كَانَتْ مَا كَانَتْ، وَيَقُولُونَ : إِنَّ هٰذَا الْحَجَرَ، وَهٰذِهِ الشَّجَرَةَ، وَهٰذِهِ الْعَيْنَ، تَقْبَلُ النَّذْرَ، أَيْ تَقْبَلُ الْعِبَادَةَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَإِنَّ النَّذْرَ عِبَادَةٌ وَّقُرْبَةٌ، يَتَقَرَّبُ بِهَا النَّاذِرُ إِلَى الْمَنْذُورِ لَهٗ .

''مشرکین اللہ کے سوا کسی بھی چیز کو معبود ٹھہرانے میں کتنے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہ پتھر، یہ درخت اور یہ شخص نذر و نیاز کے لائق ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ شخص بھی عبادت کے لائق ہے، کیونکہ نذر و نیاز عبادت وتقرب ہے، جس کے ذریعے نذر دینے والا کسی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان: 212/1)

❁ **علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (1176ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَائَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِم أَنْ يَّقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ : ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة :5)، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجنّ : 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الأنعام : 41).

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً: مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ انہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ:5) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔'' نیز فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن:18) ''اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔'' اس آیت میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ مراد استعانت ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام:41) ''تم سخت مصیبت کے وقت اسی اللہ کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتیں دُور کرتا ہے۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :185/1)

✿ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا النُّذُورُ الْمَعْرُوفَةُ فِي هٰذِهِ الْأَزْمِنَةِ عَلَى الْقُبُورِ وَالْمَشَاهِدِ وَالْأَمْوَاتِ فَلَا كَلَامَ فِي تَحْرِيمِهَا لِأَنَّ النَّاذِرَ يَعْتَقِدُ فِي صَاحِبِ الْقَبْرِ أَنَّهُ يَنْفَعُ وَيَضُرُّ، وَيَجْلِبُ الْخَيْرَ وَيَدْفَعُ الشَّرَّ، وَيُعَافِي الْأَلِيمَ، وَيَشْفِي السَّقِيمَ، وَهٰذَا هُوَ الَّذِي كَانَ يَفْعَلُهُ عُبَّادُ الْأَوْثَانِ بِعَيْنِهِ فَيَحْرُمُ كَمَا يَحْرُمُ النَّذْرُ عَلَى الْوَثَنِ وَيَحْرُمُ قَبْضُهُ لِأَنَّهُ تَقْرِيرٌ عَلَى الشِّرْكِ، وَيَجِبُ النَّهْيُ عَنْهُ وَإِبَانَةُ أَنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ الْمُحَرَّمَاتِ وَأَنَّهُ الَّذِي كَانَ يَفْعَلُهُ عُبَّادُ الْأَصْنَامِ.

''اس دور میں قبروں، مزاروں اور فوت شدگان کے نام کی جو نذریں مانی جاتی ہیں، ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نذر ماننے والا صاحب قبر کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ نفع ونقصان دے سکتا ہے، بھلائی لا سکتا ہے، شر دور کر سکتا ہے، پریشان حال کو عافیت دے سکتا ہے اور مریض کو شفا دے سکتا ہے۔ بتوں کی پوجا کرنے والے بھی بالکل ایسا ہی کرتے تھے، لہٰذا یہ نذر بھی اسی طرح حرام ہے، جس طرح بتوں کی نام کی نذر حرام ہے، نیز ایسی نذر (کی چیز) لینا بھی حرام ہے، کیونکہ یہ شرک کی حوصلہ افزائی ہے، بلکہ اس

سے روکنا واجب ہے اور یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ بہت بڑا حرام کام ہے اور بتوں کے پجاری بھی اسی طرح کرتے تھے۔“

(سُبل السّلام : 558/2)

❁ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (1270ھ) نے لکھا ہے:

”فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ (الحج: 73) ”اللہ کے علاوہ جنہیں بھی تم پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔“ اس آیت کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیا کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں اولیا سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض ”دانشور“ تو کہتے ہیں کہ اولیا کرام اللہ کی طرف وسیلہ ہیں، نذر و نیاز ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کا پہلا دعوی بت پرستوں جیسا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے، از ناقل] ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیا) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیا سے بڑھ کر ثواب کے محتاج

ہیں،تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے،[اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے] میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا جو اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں،البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں،لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے،تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے ہیں! بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیا اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں،جبکہ ان کے ''اہل علم'' کا کہنا ہے کہ اولیا کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ان کے بقول بسا اوقات اولیا کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔یہ تمام باتیں جھوٹ ہیں، کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔انہوں نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

✿ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ.

''ان میں سے بعض وہ ہیں، جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کی اپنی حالت اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہے؟ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني : 67/17)

❁ علامہ حصکفی رحمہ اللہ (1088ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّذَرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ.

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔''

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار : 439/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (1252ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُولَ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ رُدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي، فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا، (قَوْلُهٗ : بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ : مِنْهَا أَنَّهٗ

نَذَر لِمَخْلُوقٍ، وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ، وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهٗ مَيِّتٌ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ، وَمِنْهُ أَنَّهٗ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ.

''اولیا کے لیے نذر و نیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا، میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام ہو گیا، تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا، چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذر و نیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر و نیاز ہے، حالانکہ نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذر و نیاز دی جا رہی ہوتی ہے، وہ مردہ ہوتا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر و نیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ولی امور میں تصرف کر سکتا ہے، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 439/2)

❁ علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ (879ھ) فرماتے ہیں:

مَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا، وَيُنْتَقَلُ إِلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

''جو رقوم، شمعیں اور تیل وغیرہ اولیا کی قبروں پر ان کے تقرب کے لیے لائے جاتے ہیں، ان کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم: 298/2، الفتاوی الهنديّة المعروف به فتاوی عالمگيری: 216/1، حاشية الطّحطاوي، ص 378)

✿ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِيَ إِلٰى قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ، وَيَرْفَعَ سِتْرَهٗ قَائِلًا: يَا سَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا، بَاطِلٌ إِجْمَاعًا.

''اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تو میری یہ ضرورت پوری کر دے، تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ بالاجماع باطل ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 216/1)

✿ علامہ برکوی رحمہ اللہ، علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (665ھ) سے نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ يَتَجَاوَزُونَ هٰذَا إِلٰى أَنْ يُّعَظِّمَ وَقْعَ تِلْكَ الْأَمَاكِنِ فِي قُلُوبِهِمْ، فَيُعَظِّمُونَهَا، وَيَرْجُونَ الشِّفَاءَ لِمَرْضَاهُمْ وَقَضَاءَ حَوَائِجِهِمْ بِالنَّذْرِ لَهُمْ، وَهِيَ مِنْ بَيْنِ عُيُونٍ وَّشَجَرٍ وَّحَائِطٍ وَّحَجَرٍ.

''پھر یہ مشرکین اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان مقامات کی تعظیم بٹھا لیتے ہیں۔ وہ ان جگہوں کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور ان پر نذر و نیاز چڑھا کر اپنے بیماروں کی شفا اور اپنی حاجات کی برآوری کی امید بھی کرتے ہیں۔ ایسی جگہیں درختوں، پتھروں، باغات اور چشموں پر واقع ہوتی ہیں۔''

(زيارة القبور، ص 546-547)

ایک تاویل اور اس کا جواب:

قارئین! اہل سنت کے علمائے کرام، کتبِ فقہ اور فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں آپ نے بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز کا حرام اور شرک ہونا ملاحظہ فرمالیا۔ اتنی وضاحت وصراحت کے باوجود بعض حضرات غیر اللہ کی نذر و نیاز کو تاویلات کی رو میں جائز کہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک! آپ دُعا کریں، اگر میرا مریض اچھا ہو گیا، تو میں آپ کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ میرے خدا ہیں، اس مریض کے اچھا ہونے پر میں آپ کی یہ عبادت کروں گا، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کروں گا اللہ کے لیے۔ اس پر جو ثواب ملے گا، آپ کو بخشوں گا، جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا۔''

(جاء الحق: 1/307)

❀ علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب اس کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں:

''آج کل جس طرح اَن پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآنِ مجید، احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتب فتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں کتب

فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل و انصاف سے بعید ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 543/4)

سعیدی صاحب نے واضح الفاظ میں بتایا کہ قرآن و سنت، افعالِ صحابہ کرام اور فقہ حنفی کے رُو سے بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز حرام ہے۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ جن افعال پر قرآن و حدیث نے کوئی نص قائم نہیں کی اور جن سے سلف صالحین، یعنی صحابہ و تابعین بے خبر تھے، انہیں شرعی جواز فراہم کرنا کہاں کی علمی دیانت ہے؟

عامۃ الناس جب گیارہویں دیتے ہیں، ان کی نیت میں نیاز پیش کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ کے نام کی دیگ پکاؤں گا، تو اس کا واضح مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس کے نام کی نذر و نیاز دے گا اور نذر و نیاز عبادت ہے، جو غیر اللہ کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے۔

جو احباب یہ کہتے ہیں کہ ایک طبیب کو علاج معالجہ پر اجرت دینے اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز دینے میں کوئی فرق نہیں۔ ان سے گزارش ہے کیا کبھی کسی نے طبیب کے نام پر دیگ پکائی اور صدقہ کر کے اس کا ثواب طبیب کو پہنچایا؟

مُردوں کا تصرف:

ایک اعتقاد یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مُردے سنتے، دیکھتے، اُمور میں تصرف کرتے، غیب جانتے، دعائیں سنتے اور نوازتے ہیں۔

❁ امام بریلویت احمد رضا خان صاحب (1340ھ) کہتے ہیں:

''سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔وہ آپ کو پسند آئی۔جب مزار شریف میں حاضر ہوئے،تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا:عبدالوہاب!وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے۔ ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی،خادم کو ارشاد ہوا۔انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔(صاحب مزار نے) ارشاد فرمایا: اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔''

(ملفوظات احمد رضا،ص275-276)

کیا آپ اسے بھی لغوی نذر قرار دے کر بدکاری کو عام کرنے میں ممد و معاون بننا چاہیں گے؟مذکورہ تمام چیزیں شریعت محمدیہ کے خلاف ہیں،مثلاً:

① اہل قبور سے گفتگو ہونا۔

② اہل قبور دلوں کے بھید سے واقف ہیں۔

③ قبر والے اُمورِ دنیا سرانجام دیتے ہیں۔

یہ عقائد قرآن، حدیث اور اہل سنت کے سخت مخالف تو ہیں ہی، ان سے فحاشی اور عریانی جیسے ''امور خیر'' بھی سرانجام دیے جاتے ہیں۔

ایک اور تاویل:

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

’’شامی (439/2) نے کتاب الصوم، بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا
:بِأَنْ تَکُونَ صِیغَۃُ النَّذْرِ لِلّٰہِ تَعَالٰی لِلتَّقَرُّبِ إِلَیْہِ، وَیَکُونَ ذِکْرُ
الشَّیْخِ مُرَادًا بِہٖ فُقَرَائُہٗ ’’صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لیے ہو اور شیخ کی
قبر پر رہنے والے فقرا اس کا مصرف ہوں۔‘‘ یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ
صدقہ اللہ کے لیے، اس کے ثواب کا ہدیہ روحِ شیخ کے لیے، اس صدقہ کا
مصرف مزارِ بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم کی والدہ نے مانی تھی
کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لیے نذر کرتی ہوں، جو بیت المقدس کی
خدمت کے لیے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس۔‘‘

(جاء الحق: 307/1)

کہاں وہ نذر جو سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر کی اور قرآنِ کریم نے بطور مدح اس کا ذکر کیا اور کہاں مُردوں کے نام کی وہ نذر و نیاز جو قرآن و سنت، اجماعِ امت، فقہائے احناف اور سب مسلمانوں کے نزدیک باطل اور حرام ہے۔ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ نے نذر مانی تھی کہ میرے بطن میں جو بچہ ہے، میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ نذر پوری کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ﴾ (آل عمران: 37)

’’چنانچہ اللہ نے ان کی نذر کو حسن قبولیت بخشا۔‘‘

ع   دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

قبروں پر نذر و نیاز اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام!

رہا اللہ کے لیے نذر مان کر مجاوروں پر خرچ کرنا، تو یہ شرعاً ممنوع اور نا جائز ہے۔

❁ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ”بوانہ“ نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ”بوانہ“ نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔“

(سنن أبي داوٗد: 3313، المُعجم الكبير للطّبراني: 2/75-76، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟.

’’کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟‘‘

(سنن أبي داود : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:**

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

’’میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔‘‘

(سنن أبي داود : 3312، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ جن مقامات پر شرک اور کفر ہوتا ہو، وہاں جائز نذر پوری کرنا بھی ممنوع اور حرام ہو جاتا ہے، بلکہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ان احادیث میں کسی جگہ نذر کو پورا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے دو سوال پوچھے:

① کیا وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے؟

② کیا وہاں مشرکوں کا سالانہ اکٹھ یا میلہ ہوتا ہے؟

دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ملنے پر آپ ﷺ نے وہاں نذر پوری کرنے کی اجازت دی۔اگر ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں مل جاتا، تو اجازت نہیں ملنی تھی، کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ کی زبانی اللہ کی نافرمانی ہے۔کسی جگہ نذر پوری کرنے کے لئے یہی

نبوی ضابطہ آج بھی برقرار ہے۔

اگر مان لیا جائے کہ بعض حضرات بزرگوں کی قبروں پر جو نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، اسے بزرگوں کے بجائے اللہ ہی کے نام کرتے ہیں، تو ایسا کرنا بھی حرام اور ممنوع ہے، چہ جائیکہ ان کی نیت ہی غیر اللہ کی نذر و نیاز کی ہو۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الذَّبْحَ بِمَكَانِ عِيدِهِمْ وَمَحَلِّ أَوْثَانِهِمْ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ .

”معلوم ہوا کہ مشرکین کی میلہ گاہوں اور ان کے استھانوں پر جانور ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔“

(اقتضاء الصّراط المستقيم :495/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ تَخْصِيصُ بُقْعَةِ عِيدِهِمْ مَحْذُورًا، فَكَيْفَ بِنَفْسِ عِيدِهِمْ؟

”جب مشرکین کے میلے کی جگہ پر جانور ذبح کرنا ممنوع ہے، تو خاص ان کے میلے میں جانور ذبح کرنا کیسے جائز ہو گیا؟“

(اقتضاء الصّراط المستقيم :497/1)

تنبیہ نمبر ①:

❁ نعیمی بریلوی صاحب نے مذکورۃ الصدر حدیث یوں ذکر کی ہے:

”مشکوٰۃ باب النذور میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا، تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت وغیرہ نہ ہو، تو نذر پوری کرو۔“

(جاء الحق :308/1)

یعنی حدیث میں موجود میلے کے الفاظ ذکر ہی نہیں کیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

تنبیہ نمبر ۲:

❁ مفتی صاحب نے ایک حدیث یوں لکھی ہے:

''ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں چراغ کے لیے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔''

(جاء الحق: 1/307-308)

لیکن یہ روایت ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔ مفتی صاحب تو اب دنیا میں رہے نہیں کہ ان سے پوچھیں، ان کے حلقہ احباب سے البتہ گزارش کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث کہاں ہے؟ اگر ملے، تو مطلع کیجئے گا۔

آخر میں ایک گزارش بصد احترام کیا چاہتے ہیں کہ تقرب الٰہی کے لئے قبروں پر نذرو نیاز کو جائز قرار دینے سے قبر پرستی جیسی بہت سی خرابیاں جنم لے سکتی ہیں، جن کی مثالیں ہمارے معاشرے میں جابجا مل جائیں گی۔ لہٰذا الحذر!

نذر کی لغوی، عُرفی اور شرعی تقسیم:

❁ مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگِ اُحد سے بخیریت واپس آئے، تو میں آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی۔ یہ نذر بھی عُرفی تھی نہ کہ شرعی، یعنی حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ غرضیکہ لفظِ نذر کے دو معنیٰ ہیں؛ لغوی اور شرعی۔ لغوی معنیٰ سے نذر بزرگانِ دین کے لیے جائز ہے، بمعنیٰ نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنیٰ ہیں؛

لغوی معنی اس کے پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ ''پرانے گھر کا طواف کریں۔'' یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے: ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ آنٍ﴾ یہاں طواف بمعنی لغوی ہے۔ آنا، جانا، گھومنا۔''

(جاء الحق: 1/308)

اس حدیث میں کسی سیاہ رنگ کی لونڈی کی طرف سے یہ نذر ماننے کا ذکر ہے، لیکن نعیمی صاحب نے اس کا ترجمہ ''بعض بیویوں'' کر دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ [بَعْض مَغَازِيهِ] کا ترجمہ ''جنگِ اُحد'' کرنا بھی غلط ہے۔

یہ روایت سنن ترمذی، مسند احمد وغیرہ میں آتی ہے۔

✿ اسے ذکر کر کے امام بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لِأَنَّهٗ أَمْرٌ مُّبَاحٌ، وَفِيهِ إِظْهَارُ الْفَرَحِ بِظُهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُجُوعِهٖ سَالِمًا، فَأَذِنَ لَهَا فِي الْوَفَاءِ بِنَذْرِهَا، وَإِنْ لَّمْ يَجِبْ.

''نبی کریم ﷺ نے اس نذر کو پورا کرنے کی اجازت اس لیے دی کہ یہ ایک جائز کام تھا۔ اس سے مقصود رسول اللہ ﷺ کی جیت اور صحیح وسلامت واپسی پر خوشی کا اظہار تھا۔ یہ نذر پوری کرنا اگرچہ ضروری نہیں تھا، لیکن آپ نے اسے پورا کرنے کی اجازت دے دی۔''

(السّنن الصغرىٰ، تحت الحديث: 3209، السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي: 10/77)

شرعاً جائز نذر کو لغوی نذر قرار دے کر نا جائز اور حرام نذر کو جائز قرار دینا ظلم ہے۔

حدیث کے بارے میں محدثین کا فہم معتبر ہے۔ صحابیہ کا مقصد یہ تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ صحیح وسلامت اور مظفر و منصور واپس لوٹیں گے، تو میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ جلیلہ پر نبی ﷺ کے سامنے دَف بجا کر خوشی کا اظہار کروں گی۔ اس کا اولیاء اللہ کے نام کی نذر و نیاز اور منت سے کیا تعلق؟ اس حدیث سے ''حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ'' ثابت کرنا کوتاہ فہمی کے سوا کچھ نہیں۔

اگر طواف کو لغوی و شرعی میں تقسیم کریں گے، تو کل کلاں لغوی رکوع، لغوی سجدہ، لغوی نماز اور حج بھی مخلوق خدا کے ہاتھوں تخلیق ہو جائے گا، دلیل وہی ہو گی جو لغوی طواف کے لئے دی جاتی ہے۔

❁ ممتاز اہل حدیث عالم، خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ (1997ء) فرماتے ہیں:

''مفتی صاحب کا یہ استدلال تب درست ہو سکتا ہے، اگر اولاً وہ یہ ثابت کر دیں کہ زندہ یا مردہ اولیاء کرام کی قبروں کا طواف لغوی معنوں میں جائز ہے یا لغوی معنوں میں انہیں سجدہ جائز ہے۔ مفتی صاحب نے لغوی لغوی کی رَٹ لگا رکھی ہے۔ بریلویوں کو چاہیے کہ اپنے عوام کو بتلا دیں کہ ان کے مذہب کا سارا تانا بانا لغوی ہے، شرعی نہیں۔ عبادات اور شرعی اصطلاحات کو لغوی معنی پہنا کر غیر اللہ کے لیے جائز کر دینے کو مذہبی تخریب کاری کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ یہ دین کی خدمت نہیں، ہندوانہ سازش ہے۔''

(معرکہ حق و باطل، ص635)

❁ علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر

اس طرح مانے: ''اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی، تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا۔'' تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذر لغوی ہے اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذرِ فقہی یا نذرِ شرعی ہے اور نذرِ لغوی اور نذر شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذرِ شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذرِ لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جا سکتے ہیں اور لغوی حج کیے جا سکتے ہیں۔ علی ہذا القیاس!''

(شرح صحیح مسلم: 4/541-542)

عجیب وغریب استدلال:

❁ مفتی نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''دیکھو! غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآنِ کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۞ وَطُورِ سِينِينَ﴾ وغیرہ

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: أَفْلَحَ ، وَأَبِيهِ (اس کے باپ کی قسم! وہ کامیاب ہو گیا)۔ مطلب یہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکامِ قسم کفارہ وغیرہ جاری ہو، وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے، مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لیے ہو، وہ جائز۔ یہی نذر کا حال ہے۔''

(جاء الحق: 307/1)

✿ علامہ سعیدی بریلوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں:

''یہ دلیل متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ غیر اللہ کے لیے قسم کا ذکر قرآن اور حدیث میں آ گیا، اس لیے اس میں تاویل کی ضرورت ہے اور غیر اللہ کے لیے نذر ماننے کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے، اس لیے اس کو تاویل سے غیر اللہ کے لیے جائز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

(شرح صحیح مسلم: 542/4)

قبر پرستی

اسلاف پرستی ہی بت پرستی ہے، دنیا میں شرک انبیا، اولیا اور صلحا کی محبت و تعظیم میں غلو کے باعث پھیلا۔

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب (۱۹۲۱ء) ’’بت پرستی کا آغاز تعظیم سے ہوا‘‘ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

’’دنیا میں بت پرستی کی ابتدایوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرگا رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔ صحیح بخاری (۴۹۲۰) و صحیح مسلم (صحیح مسلم میں یہ روایت نہیں ہے، از ناقل) میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ ’’کافروں نے کہا کہ ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو بھی نہ چھوڑو۔‘‘ کی تفسیر میں ہے: قَالَ: أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ، أَنِ انْصِبُوا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتّٰى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ. ’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

فرمایا: یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسا لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پا چکے، تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے، وہیں ان مجالس میں انہیں نصب کر دو (یعنی قرینہ سے انہیں کھڑا کر دو) اور جو نام ان کے (زندگی میں) تھے، وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا، پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے لوگ مر گئے اور علم مٹ گیا (اور ہر طرف جہالت پھیل گئی) تو پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔''

(فتاویٰ رضویہ: 573/24)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قِصَّةُ الصَّالِحِينَ كَانَتْ مُبْتَدَأُ عِبادَةِ قَوْمِ نُوحٍ هٰذِهِ الْأَصْنَامَ ثُمَّ تَبِعَهُمْ مَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

''نیک لوگوں (کی تعظیم) کا قصہ ہی قوم نوح کے ان بتوں کی عبادت کرنے کا نقطہ آغاز تھا، پھر بعد والے ان کے پیچھے لگ گئے۔''

(فتح الباري: 669/8)

لات وعزیٰ نیک بزرگ تھے، مرنے کے بعد ان کی عبادت شروع ہوگئی، ان کے ناموں پر بتوں کے نام رکھ لیے گئے۔ برصغیر پاک وہند میں بھی کچھ یونہی ہوا کہ بزرگوں کی محبت وتعظیم میں اس قدر غلو سے کام لیا گیا کہ جس طرح ہندوؤں نے اپنے بزرگوں کے ناموں پر بت گھڑ لیے، مثلاً رام چندر، ہنومان، کرشن، پاربتی سیتا اور گوتم بدھ وغیرہ، اسی طرح مسلمانوں نے اپنے بزرگوں کی قبروں پر قبے سجا کر ان کی عبادت شروع کر دی۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ تِلْكَ الْأَسْمَاءَ وَقَعَتْ إِلَى الْهِنْدِ، فَسَمَّوْا بِهَا أَصْنَامَهُمْ.

''(قوم نوح کی پیروی میں) یہ نام ہندوستان میں بھی وقوع پذیر ہوئے، ہندوستانیوں نے بھی اپنے بزرگوں اور مقبروں کے نام قوم نوح کی طرح رکھ لیے۔''

(فتح الباري: 668/8)

بزرگوں کی تعظیم میں غلو کے حوالہ سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں؛

① احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اولیاء بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف فرماتے اور مشکلیں حل کرتے ہیں۔''

(الامن والعلی، ص36)

② نیز کہتے ہیں:

''مزارات اولیائے کرام کے پاس ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے چراغ جلانا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔''

(فتاویٰ افریقیہ، ص73)

③ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور غوث پاک نے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی برات کو زندہ فرمایا ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں، اس دولہا کی قبر گجرات، پنجاب میں ہے، اس کا نام کبیر الدین ہے اور شاہ دولہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضور غوث پاک کے خلیفہ ہیں، ان کی قبر شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے، ان کی عمر چھ برس ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص88، سورت آل عمران، تحت آیت: 49)

④ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

’’حضرت سید عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں، حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا ہجوم اور میلہ ہوتا تھا، اس مجمع میں چلے آتے تھے، ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی، فوراً نگاہ پھیر لی، خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی، مگر وہ آپ کو پسند آئی، جب مزار شریف پر حاضر ہوئے، ارشاد فرمایا، عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی، ہاں! اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے، ارشاد فرمایا، اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاوہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی، خادم کو ارشاد ہوا، انہوں نے آپ کو نذر کر دی، ارشاد فرمایا، عبدالوہاب اب وہ دیر کاہے کی، فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو......۔‘‘

(ملفوظات احمد رضا خان، حصہ سوم، ص 307)

ہم بتا یہ رہے تھے کہ بزرگوں کی شان حد سے بڑھانا قبر پرستی کا باعث بنا۔

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ’’ماریہ‘‘ تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا:

أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

’’یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو

عبادت گاہ بنا لیتے۔ پھر اس میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔“

(صحيح البخاري : 1341؛ صحيح مسلم : 528)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

الْمَعْنٰى : أُولَئِكَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَوْ مِنْ جَمَاعَةِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى «إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ» أَيْ مِنْ نَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ «بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا» أَيْ مُتَعَبَّدًا وَسَمُّوهُ كَنِيسَةً «ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ» أَيْ صُوَرُ الصُّلَحَاءِ تَذْكِيرًا بِهِمْ وَتَرْغِيبًا فِي الْعِبَادَةِ لِأَجْلِهِمْ، ثُمَّ جَاءَ مَنْ بَعْدَهُمْ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ، وَقَالَ لَهُمْ : سَلَفُكُمْ يَعْبُدُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَوَقَعُوا فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ.

”مراد یہ ہے کہ وہ (نادان) لوگ اہل کتاب تھے یا یہود و نصاری میں سے ایک گروہ تھا، جب ان میں سے کوئی نیک آدمی، یعنی کوئی نبی یا ولی فوت ہو جاتا، تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے، یعنی معبد قائم کرتے اور اس کا نام کنیسہ رکھتے تھے، پھر اس میں نیک لوگوں کی تصویریں بنا کر رکھتے، تا کہ ان کی یاد آتی رہے اور ان کے ذریعے عبادت میں رغبت پیدا ہو، پھر ان کے بعد والے لوگ آئے، تو شیطان نے ان کے لیے پہلوں کے نام مزین کر دیئے اور ان سے کہا کہ تمہارے اسلاف تصویروں کی پرستش کیا کرتے تھے، تو یہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگ گئے۔“

(مِرقاة المَفاتيح : 2558/7)

بزرگوں کی حد درجہ تعظیم ان کے مرنے کے بعد ان کی تصویریں بنانے کا باعث بنی، ایک عرصہ گزر جانے کے بعد ان کی قبر پرستی شروع ہوگئی، ایک وقت کے بعد ان کے بت گھڑے گئے۔

معلوم ہوا کہ قبر پرستی ہی بت پرستی ہے، شروع سے لے کر اب تک انسانوں میں شرک اسی طریقہ سے پھیلا۔

تنبیہ بلیغ:

بعض یہ کہتے ہیں کہ اب امت میں شرک نہیں آ سکتا، لہٰذا اُمت کا کوئی فرد مشرک ہو ہی نہیں سکتا، اس کے ثبوت پر وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي وَاللّٰهِ! مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي .

”اللہ کی قسم! میں اس سے بے خوف ہوگیا ہوں کہ آپ میرے بعد سے شرک کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 1344، صحيح مسلم : 2296)

① یہ گمراہی پر مبنی نظریہ ہے۔ اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، کسی مسلمان نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں کیا کہ اب امت میں شرک نہیں آ سکتا، دراصل یہ بت پرستی کی حوصلہ افزائی ہے اور حدیث کی معنوی تحریف ہے اور مسلمانوں کے اجماعی نظریہ کی خلاف ورزی ہے۔

② حدیث میں یہ خطاب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہے، فی الواقع ایسا ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرک نہیں کیا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان برحق ہے۔

③ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ساری کی ساری امت کے مشرک ہو جانے کا ڈر نہیں، کیونکہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ بعض گروہ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ.

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک میری امت کے بعض قبائل مشرکوں سے مل نہ جائیں اور جب تک میری امت کے بعض قبیلے بتوں کی پوجا نہ کرنے لگیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 278/5، سنن أبي داوٗد : 4252، سنن التّرمذي : 2129، سنن ابن ماجه : 2952، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ.

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک دوس قبیلہ کی عورتوں کی سرینیں ذی الخلصہ (بت) کے ارد گرد چکر نہ لگائیں گی۔''

(صحيح البخاري : 7116، صحيح مسلم : 2906)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے:

بَابُ تَغْيِيرِ الزَّمَانِ حَتّٰى تُعْبَدَ الْأَوْثَانِ.

”زمانہ اس قدر بدل جائے گا کہ بتوں کی پوجا شروع ہو جائے گی۔“

ثابت ہوا کہ اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی شرک ہوگا۔

مذکورہ حدیث کے متعلق اہل علم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ عَلٰی مَجْمُوعِکُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ .

”مراد یہ ہے کہ میں آپ سب پر شرک کا خوف نہیں کرتا، کیونکہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کے) بعض افراد سے شرک کا صدور ہوا ہے۔“

(فتح الباري : 3/211)

② حافظ ابن عراقی رحمہ اللہ (۸۲۶ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ مَجْمُوعَکُمْ، وَإِنْ کَانَ قَدْ یَقَعُ ذٰلِكَ لِبَعْضِهِمْ .

”یعنی آپ سب مل کر شرک پر جمع نہیں ہو جائیں گے، اگرچہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔“

(طَرح التّثریب : 4/301)

③ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ : عَلٰی مَجْمُوعِکُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ .

”اس کا معنی یہ ہے کہ میں آپ سب کے شرک میں واقع ہونے سے نہیں ڈرتا، کیونکہ بعض سے شرک سرزد ہو چکا ہے۔“

(عمدة القاري : 12/491)

④ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ : عَلٰى مَجْمُوعِكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ .

''اس کا معنی یہ ہے کہ میں آپ سب کے شرک میں پڑنے سے نہیں ڈرتا، کیونکہ بعض سے شرک واقع ہو گیا ہے۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح : 3845/9)

اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ بزرگوں کی تعظیم بت پرستی کا باعث بنی ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَيْ : لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ مِثْلَ الْوَثَنِ فِي تَعْظِيمِ النَّاسِ وَعَوْدِهِمْ لِلزِّيَارَةِ بَعْدَ بَدْئِهِمْ وَاسْتِقْبَالِهِمْ نَحْوَهٗ فِي السُّجُودِ، كَمَا نَسْمَعُ وَنُشَاهِدُ الْآنَ فِي بَعْضِ الْمَزَارَاتِ وَالْمَشَاهِدِ .

''(اے اللہ!) میری قبر کو بت کی طرح نہ بنا دینا کہ جس طرح لوگ بتوں کی تعظیم کرتے اور بار باران کی زیارت کرتے ہیں اور سجدوں میں اس کی طرف توجہ کرتے ہیں، جیسا کہ اب ہم بعض مزارات کے متعلق سنتے اور دیکھتے ہیں۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح : 458/2)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الْوَثَنُ الصَّنَمُ وَهُوَ الصُّورَةُ مِنْ ذَهَبٍ كَانَ أَوْ مِنْ فِضَّةٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ التِّمْثَالِ وَكُلُّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَهُوَ وَثَنٌ صَنَمًا كَانَ أَوْ غَيْرَ صَنَمٍ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تُصَلِّي إِلَى الْأَصْنَامِ وَتَعْبُدُهَا

فَخَشِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمَّتِهِ أَنْ تَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ بَعْضُ مَنْ مَضَى مِنَ الْأُمَمِ كَانُوا إِذَا مَاتَ لَهُمْ نَبِيٌّ عَكَفُوا حَوْلَ قَبْرِهِ كَمَا يُصْنَعُ بِالصَّنَمِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا» يُصَلّٰى إِلَيْهِ وَيُسْجَدُ نَحْوَهٗ وَيُعْبَدُ فَقَدِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَذِّرُ أَصْحَابَهٗ وَسَائِرَ أُمَّتِهٖ مِنْ سُوءِ صَنِيعِ الْأُمَمِ قَبْلَهُ الَّذِينَ صَلَّوْا إِلٰى قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ وَاتَّخَذُوهَا قِبْلَةً وَّمَسْجِدًا كَمَا صَنَعَتِ الْوَثَنِيَّةُ بِالْأَوْثَانِ الَّتِي كَانُوا يَسْجُدُونَ إِلَيْهَا وَيُعَظِّمُونَهَا وَذٰلِكَ الشِّرْكُ الْأَكْبَرُ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهُمْ بِمَا فِي ذٰلِكَ مِنْ سُخْطِ اللّٰهِ وَغَضَبِهٖ وَأَنَّهٗ مِمَّا لَا يَرْضَاهُ خَشْيَةً عَلَيْهِمُ امْتِثَالَ طُرُقِهِمْ .

''وثن'' بت کو کہتے ہیں اور بت سونے یا چاندی وغیرہ کی مورتی ہوتی ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جائے، وہ بت ہو یا کوئی اور چیز اسے ''وثن'' کہا جاتا ہے، عرب لوگ بتوں کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات سے ڈر محسوس کیا کہ ان کی امت اسی طرح نہ کرنے لگے، جس طرح پہلی امتوں نے کیا تھا، وہ یوں کرتے تھے کہ جب ان کا کوئی نبی فوت ہو جاتا، تو وہ اس کی قبر پر وہی کام کرتے تھے، جس طرح بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے

ہیں، اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا دینا۔'' کہ اس کی طرف نماز پڑھی جائے، سجدے کیے جائیں اور اس کی عبادت کی جائے۔ جن لوگوں نے ایسا کیا تھا، ان پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ اور باقی امت کو ان لوگوں کی بری کرتوتوں سے بچنے کا حکم دیتے تھے، جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور ان قبروں کو قبلہ اور مسجد بنا لیا، جیسا کہ بت پرستوں نے اپنے ان بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا، جن کو وہ سجدے کرتے تھے اور جن کی وہ تعظیم کرتے تھے، یہی شرک اکبر ہے۔ نبی اکرم ﷺ امت کو ان کاموں میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی، غضب کی خبر دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ کام ایسے ہیں کہ جن کو آپ ﷺ پسند نہیں کرتے، اس ڈر سے کہ کہیں وہ سابقہ امتوں کے نقش قدم پر ہی نہ چل نکلیں۔''

(التّمهيد : 45/5)

❁ سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

''خبردار! آپ سے پہلے والوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا، آپ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں آپ کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحيح مسلم : 532)

❀ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ موت میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا .

''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبریں عبادت گاہیں بنالی تھیں۔''

(صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 529)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ أَنَّهُ مُرْتَحِلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ فَخَافَ أَنْ يُعَظَّمَ قَبْرُهُ كَمَا فَعَلَ مَنْ مَضٰى فَلَعَنَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى إِشَارَةً إِلٰى ذَمِّ مَنْ يَّفْعَلُ فِعْلَهُمْ .

''گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان چکے تھے کہ آپ اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر کی تعظیم کا خوف پیدا ہوا، جیسا کہ پہلے لوگ کرتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ پر لعنت کی، یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ جو شخص ان کی طرح کا کام کرے گا، وہ مذموم ہوگا۔''

(فتح الباري : 532/1)

❀ اس حدیث کی شرح میں اہل علم فرماتے ہیں:

إِنَّهُ بِالتَّدْرِيجِ يَصِيرُ مِثْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ .

''بلاشبہ (قبروں کو سجدہ گاہ بنانا) بالتدریج بتوں کی عبادت کی طرح بن جائے گا۔''

(الكواكب الدّراري : 71/21، اللّامع الصّبيح : 198/3، عمدة القاري : 2/22،

شرح القسطلاني : 432/8)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ .

''اپنے گھروں کو قبرستان مت بنائیں، نہ ہی میری قبر کو میلہ بنانا، مجھ پر درود پڑھیں، آپ جہاں بھی ہوں گے، درود مجھ تک پہنچتا رہے گا۔''

(مسند أحمد : 367/2، ح : 8790؛ سنن أبي داوٗد : 2042، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار ص 106، خلاصۃ الاحکام :1/ 440) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری :6/ 488) نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، فَإِنَّ رُوَاتَهٗ كُلَّهُمْ ثِقَاتٌ مَّشَاهِيرٌ .

''اس کی سند حسن ہے، اس کے تمام راوی مشہور ثقہ ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم : 654/2)

❁ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ النَّهْيُ عَنِ الْاجْتِمَاعِ لِزِيَارَتِهِ اجْتِمَاعَهِمْ لِلْعِيدِ إِمَّا لِدَفْعِ الْمَشَقَّةِ أَوْ كَرَاهَةَ أَنْ يَتَجَاوَزُوا حَدَّ التَّعْظِيمِ .

''اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے اجتماع منع ہے، جیسا کہ عید کے لیے اجتماع ہوتا ہے، یا تو مشقت کو ختم کرنے کے لیے یا پھر تعظیم میں غلو کو ناپسند کرتے ہوئے۔''

(فيض القدير : 199/4، عون المَعبود للعظيم آبادي : 23/6)

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اپنی قبر پر اس طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح کہ عید کے موقع پر سیر وتفریح اور زینت کے ساتھ جمع ہوا جاتا ہے۔ یہود ونصاریٰ اپنے انبیا کی قبروں پر ایسا کرتے تھے، اس چیز نے ان کو غافل اور سخت دل بنا دیا۔ بت پرستوں کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ اپنے مردوں کی تعظیم کرتے رہے، حتی کہ انہوں نے ان کو بت بنا لیا، اسی طرف فرمان نبوی میں اشارہ ہے کہ اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، اس ممانعت سے مقصود اس ناپسندیدگی کا اظہار ہے کہ لوگ آپ کی قبر کے بارے میں حد درجہ غلو نہ کرنے لگیں، اسی لیے فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوا، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔“

(شرح الطّيبي : 1043/3، مِرقاة المَفاتيح لملا عليّ القاري : 14/3)

آج بھی لوگ قبروں میں مدفون اولیا وصلحا کو سجدہ کرتے ہیں، ان کو داتا، دستگیر، فریاد رس، غوث اعظم، غریب نواز، وغیرہ کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ ان سے مدد طلب کرتے ہیں، ان کے نام پر نذر ونیاز دیتے ہیں، دیگیں پکاتے ہیں، چڑھاوا اور ڈولی چڑھاتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، بچوں کے سر پر ان کے نام کی چوٹی رکھتے ہیں، کڑے پہنتے ہیں، دودھ کی سبیلیں لگاتے ہیں، کھانا تقسیم کرتے ہیں، ان کی قبر کے سامنے تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں، مجاوری اختیار کرتے ہیں، ان کو نفع ونقصان کا مالک اور صاحب تصرف سمجھتے ہیں، دور یا نزدیک سے ان کو پکارتے اور مشکل میں ان کے نام کی دہائی دیتے

ہیں، اولاد اور حاجات طلب کرتے ہیں، ان کو روزی رساں اور عزت و ذلت کا مالک سمجھتے ہیں، ان سے شفا کی امید رکھتے ہیں، پریشانی، دکھ اور تکلیف میں ان سے شکایت کرتے ہیں، ان کی قبر کا طواف، چلہ کشی اور مراقبے کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نذرانہ پیش نہ کیا، تو کاروبار میں نقصان اور مقدمے میں شکست ہو سکتی ہے۔ حصول برکت کے لیے قبر کے ساتھ جسم رگڑتے ہیں۔ صاحب قبر کی عقیدت میں ننگے پاؤں چل کر حاضری دیتے ہیں، گھروں، دوکانوں اور فیکٹریوں میں ان کی تصاویر آویزاں کرتے ہیں، ان کی قبر کو تریاق مجرب کا نام دیتے ہیں۔

ان شرکیہ عقائد و اعمال سیئہ کے ساتھ ساتھ بدعات، خرافات، ہفوات، بیسیوں محرمات اور منکرات نے جنم لیا ہے، مثلاً اولیا و صالحین کی قبروں کو پختہ کرنا، مخصوص رنگ کے قبے اور گنبد بنانا، ان کے وسیلہ سے دعا کرنا، قبر کی مٹی کو خاک شفا اور پتھروں کو متبرک اور نافع سمجھنا، قبر کو خلاف شرع بلند کرنا، اس کو چونا گچ کرنا، اس پر کتبہ لگانا اور خیمہ گاڑنا، شرکیہ اشعار اور مرثیے لکھنا، قبر کے اردگرد فصیل قائم کرنا، قبر کے قرب میں مسجد تعمیر کرنا، قبر پر غلاف اور چادریں چڑھانا، اگربتیاں جلانا، موم بتیاں اور چراغ روشن کرنا، برقی پنکھے چلانا، خوشبو چھڑکنا، پھول ڈالنا، جھنڈے گاڑنا، قبر کی تعظیم میں الٹے پاؤں چلنا، اس کی طرف پیٹھ نہ کرنا، قبر کو چومنا اور اس کا بوسہ لینا، اس کی طرف سفر کا قصد کرنا، ذکر کی مجالس و محافل، شب بیداری، اجتماعی نوافل، اجتماعی قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کرنا، بزرگوں کے بارے میں جھوٹے قصے، کہانیاں، جھوٹی کرامات اور روایات بیان کرنا اور بزرگوں کی روحوں کو حاضر و ناظر سمجھنا وغیرہ......۔

اسلاف پرستی ہی دراصل اصنام پرستی ہے۔ دنیا میں شرک اولیا و صلحا کی محبت و تعظیم میں

غلو کے باعث پھیلا۔

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ وَضَعُوا هٰذِهِ الْأَصْنَامَ وَالْأَوْثَانَ عَلٰی صُوَرِ أَنْبِيَائِهِمْ وَأَكَابِرِهِمْ، وَزَعَمُوا أَنَّهُمْ مَتَى اشْتَغَلُوا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِيلِ، فَإِنَّ أُولَئِكَ الْأَكَابِرَ تَكُونُ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَنَظِيرُهُ فِي هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِيرٍ مِنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِيمِ قُبُورِ الْأَكَابِرِ، عَلَى اعْتِقَادِ أَنَّهُمْ إِذَا عَظَّمُوا قُبُورَهُمْ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.

”مشرکین نے اپنے انبیائے کرام اور اکابرین کی شکل وصورت پر بت اور مُورتیاں بنالی تھیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ جب وہ ان مُورتیوں کی عبادت کرتے ہیں، تو یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں۔ اس دور میں اس شرک کی صورت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکابر کی قبروں کی تعظیم میں مصروف ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کی قبروں کی تعظیم کرنے کی وجہ سے وہ اکابر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بنیں گے۔“

(تفسير الرّازي: 227/17)

قرآن وحدیث میں قبر پرستی کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برعکس قبر پرستی کی واضح مذمت آئی ہے۔ یہ قبوری فتنہ شرک کی تمام صورتوں اور حالتوں پر حاوی ہے۔ غیر اللہ سے استمداد، استعانت اور استغاثہ، مخلوق کے نام پر نذر ونیاز اور اس سے امیدیں وابستہ کرنا قبر پرستی کا ہی شاخسانہ ہے۔

❀ قرآنِ کریم نے اہل فکر ونظر کو ان الفاظ میں دعوتِ توحید دی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۞ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾

(سبأ : ۲۲_۲۳)

''(اے نبی) کہہ دیجیے! تم ان لوگوں کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو۔ وہ تو آسمان وزمین میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں، نہ ان کا آسمان و زمین میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ہے نہ اللہ کے ہاں کوئی سفارش فائدہ دیتی ہے، ہاں جس شخص کے لیے وہ خود اجازت دے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''آپ غور کریں کہ اس آیت نے مشرکین کا کس طرح ناطقہ بند کیا ہے۔ ان کے شرک میں داخل ہونے کے دروازوں کو کس قدر پختگی اور عمدگی سے بند کیا ہے۔ کوئی عبادت کرنے والا اپنے معبود سے اسی لیے تعلق رکھتا ہے کہ اسے اس سے کسی فائدے کی امید ہوتی ہے۔ اگر معبود سے کسی فائدے کی توقع نہ ہو تو عبادت کرنے والے کا دل معبود سے نہیں لگتا۔ تب ضروری ہے کہ معبود یا تو ان اسباب کا مالک ہو جن سے عبادت گزار کو فائدہ ہو یا معبود ان اسباب کے مالک کا ساجھی اور حصہ دار ہو یا اس کا معاون یا وزیر و مشیر ہو یا مالکِ اسباب کی نظر میں اس قدر جاہ و جلال کا حامل ہو کہ وہ اس کی سفارش کو ردّ نہ کر سکے۔ جب یہ چاروں اُمور ہر طرح سے باطل ہیں تو شرک کے اسباب کی بھی نفی ہو گئی اور اس کی بنیادیں اُکھڑ گئیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرکین کے معبودوں کے

بارے میں آسمان وزمین کے ایک ذرے کے مالک ہونے کی بھی نفی کر دی ہے۔ بسا اوقات مشرک کہہ دیتا ہے کہ یہ معبودان مالکِ حقیقی کے ساجھی ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے ان کے حصہ دار ہونے کی نفی کر دی۔ پھر مشرک کہہ دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاون، وزیر یا دستِ راست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے اس کا کوئی بھی معاون نہیں۔ اب صرف سفارش کی بات رہ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے معبودوں سے اس کی بھی نفی کر دی اور فرمایا کہ اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔‘‘

(الصّواعق المُرسلة : 461/2)

جو لوگ اہل قبور کو نفع ونقصان، عزت و دولت، حیات وموت، صحت ومرض اور فراخی وتنگی کا مالک سمجھتے ہیں ان کے ردّ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’(قبر پرستی کے) جو اکثر فائدے ذکر کیے جاتے ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ قبروں وغیرہ کے پاس جا کر کثرت سے دُعا کرتے ہیں۔ بس کبھی کبھار وہ دعا (اللہ کی طرف سے) قبول ہو جاتی ہے۔ اور کوئی مشرک بہت سی دُعائیں کرتا ہے لیکن اُن میں سے کوئی ایک دُعا قبول ہوتی ہے۔ پھر بہت سے مشرک لوگ دُعا کرتے ہیں تو ان میں سے کبھی کسی ایک کی اور کبھی کسی ایک کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ یہ کیفیت ان لوگوں کو کہاں لاحق ہوتی ہے جو سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے سجدوں میں، اپنی نمازوں کے آخر میں اور مساجد میں پکارتے ہیں۔ یہ موحد لوگ جب ان قبر پرستوں کی طرح گڑگڑا کر دُعا کریں تو ممکن نہیں کہ ان کی کوئی دُعا ردّ ہو

جائے۔حقیقت یہ ہے کہ جب موحد لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو ان کی دُعا بہت کم ردّ ہوتی ہے، جبکہ قبر پرستوں کی دُعا قبول ہی بہت کم ہوتی ہے۔موحدین کی دُعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی بھی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے۔یا تو اس کی دُعا فوراً قبول کر لیتا ہے یا اس دُعا کی مثل کوئی اور بھلائی اسے عطا فرما دیتا ہے یا اس سے کوئی ایسا ہی نقصان دُور کر دیتا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ بات ہے تو پھر ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔''(مصنّف عبد الرّزاق : ٦/٢٢، الرّقم : ٢٩١٧٠، مسند أبي يعلٰى : ٢/٢٩٧، ح : ١٠١٩، مسند الإمام أحمد : ٣/١٨، الأدب المفرد للبخاري : ٧١٠، وصحّح إسناده الحاكم (١٨١٦)، وسندهٗ حسنٌ) **موحد** لوگ اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ بہتری میں رہتے ہیں۔اس کے برعکس قبر پرست لوگوں کی جب کبھی کبھار کوئی دُعا قبول ہو جاتی ہے تو ان کی توحید کمزور ہو جاتی ہے، اپنے ربّ سے ناطہ و تعلق کم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں ایمان کی وہ حلاوت اور ذائقہ محسوس نہیں کرتے، جو پہلے مسلمان محسوس کرتے تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم : 689/2)

قبر پرستی ایک بے دلیل عمل:

بعض لوگ جو معاملہ اپنے بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں، سلف صالحین اس

سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ کیسا دین ہے، جس سے سلفِ امت ناواقف رہے ہوں؟

✿ **قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:**

يَعْتَقِدُ الْجُهَّالُ فِي الصَّلَاةِ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا تَقَرُّبًا بِذٰلِكَ، كَمَا كَانَ الْأَصْلُ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ.

''جاہل لوگ نماز میں تقرب کی نیت سے قبر کی طرف منہ کرتے ہیں، یہی نظریہ بتوں کی عبادت کی بنیاد بنا۔''

(إكمال المُعلم : 441/3، المُفهم للقرطبي : 628/2)

✿ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

هَلْ يُمْكِنُ لِبَشَرٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَنْ يَأْتِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِنَقْلٍ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ أَوْ ضَعِيفٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا كَانَ لَهُمْ حَاجَةٌ قَصَدُوا الْقُبُورَ فَدَعَوْا عِنْدَهَا، وَتَمَسَّحُوا بِهَا فَضْلًا أَنْ يُصَلُّوا عِنْدَهَا أَوْ يَسْأَلُوا اللّٰهَ بِأَصْحَابِهَا أَوْ يَسْأَلُوهُمْ حَوَائِجَهُمْ، فَلْيُوقِفُونَا عَلٰى أَثَرٍ وَّاحِدٍ أَوْ حَرْفٍ وَّاحِدٍ فِي ذٰلِكَ.

''کیا روئے زمین پر کسی انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے کوئی ایک صحیح یا حسن یا ضعیف یا منقطع روایت بیان کرے کہ جب ان کو کوئی ضرورت ہوتی تھی تو وہ قبروں کی طرف جاتے اور ان کے پاس دُعا کرتے اور ان سے لپٹتے ہوں۔ ان سے قبروں کے پاس نماز پڑھنے، اہل قبور کے طفیل اللہ سے دُعا مانگنے یا اہل قبور سے اپنی حاجت روائی کی التجا کرنے

کا ثبوت تو دُور کی بات ہے۔ مشرکین ہمیں کوئی ایک ایسی روایت یا اس بارے میں کوئی ایک لفظ دکھا دیں۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان: 318/1)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی قبروں کی ایک بہت بڑی تعداد شہروں میں تھی۔ ان قبروں کے پاس تابعین اور ان کے بعد والے ائمہ دین رہتے تھے لیکن انہوں نے کبھی کسی صحابی کی قبر کے پاس آ کر مدد طلب نہیں کی اور نہ قبروں کے پاس اللہ سے بارش طلب کی نہ ان کے طفیل ایسا کیا، نہ ان قبروں کے پاس مدد طلب کی نہ ان کے طفیل ایسا کیا۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ ایسے واقعات اگر رونما ہوں تو ان کو نقل کرنے کے اسباب و وسائل بہت زیادہ ہوتے ہیں بلکہ اس سے کم درجے کے واقعات بھی نقل ہوتے رہتے ہیں۔ جو شخص آثارِ سلف کی کتب کا غور سے مطالعہ کر کے سلف صالحین کے حالات کو پہچان لے گا اسے قطعی طور پر یقین ہو جائے گا کہ وہ لوگ قبروں کے پاس نہ مدد طلب کرتے تھے نہ کبھی (اپنے لیے) دُعا کرنے کے لیے وہاں جاتے تھے بلکہ اس دور کے جو جاہل لوگ ایسا کرتے تھے اسلاف انہیں اس سے منع کرتے تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم: 681/2)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ مِنَ الْمُغَالَاةِ فِي الْقُبُورِ وَأَصْحَابِهَا، وَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَسْوِيَةِ الْقُبُورِ وَطَمْسِهَا،

وَالْمُغَالَاةُ فِي الْبَشَرِ حَرَامٌ.

”بتوں کی عبادت کا اصل سبب قبور اور اصحابِ قبور کے بارے میں غلو کا شکار ہونا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے اور (اونچی قبروں کو) مٹانے کا حکم دیا ہے۔ بشر کے بارے میں غلو کرنا حرام ہے۔“

(البِداية والنّهاية : 172/14)

دنیا میں شرک اولیاء وصلحاء کی محبت وتعظیم میں غلو کے باعث ہی پھیلا۔

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) فرماتے ہیں:

”شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ شیطان عامی لوگوں کے لیے یہ مزین کر دیتا ہے کہ وہ ہر علاقے میں مخصوص مقامات پر دیواروں، ستونوں اور چراغوں سے مانوس ہو جائیں۔ (وہ اس طرح کہ) کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ فلاں جگہ پر کوئی صالح اور ولی شخص (مدفون) ہے۔ تو (شیطان کے پیچھے لگ کر) لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور اس جگہ کی حفاظت کرتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اللہ کے فرائض اور سنن کو ضائع کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس عمل کے ذریعہ قربِ الٰہی تلاش کرتے ہیں، پھر وہ (عقیدت میں) اس سے آگے بڑھ کر ان جگہوں کی تعظیم اپنے دلوں میں بٹھا لیتے ہیں، ان جگہوں کی تعظیم کرتے ہیں، ان کے لیے نذریں مان کر اپنے مریضوں کی شفایابی اور اپنی حاجات کے پورا ہونے کی اُمید رکھتے ہیں۔ یہ عمل چشموں، درختوں، دیواروں اور پتھروں وغیرہ پر کیا جاتا ہے۔“

(الباعث على إنكار البدع، ص 26)

۞ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

يُؤَدِّي إِلٰى عِبَادَةِ مَنْ فِيهَا كَمَا كَانَ السَّبَبَ فِي عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ.

قبر پرستی اصحاب قبور کی عبادت تک پہنچا دیتی ہے، جس طرح بت پرستی کا سبب بھی یہی بنا۔''

(تفسير القُرطبي : 380/10)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الشِّرْكِ فِي الْعَالَمِ كَانَ مِنْ عِبَادَةِ الْبَشَرِ الصَّالِحِينَ وَعِبَادَةِ تَمَاثِيلِهِمْ وَهُمُ الْمَقْصُودُونَ، وَمِنَ الشِّرْكِ مَا كَانَ أَصْلُهُ عِبَادَةَ الْكَوَاكِبِ؛ إِمَّا الشَّمْسُ وَإِمَّا الْقَمَرُ وَإِمَّا غَيْرُهُمَا، وَصَوَّرَتِ الْأَصْنَامُ طَلَاسِمَ لِتِلْكَ الْكَوَاكِبِ، وَشِرْكُ قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، كَانَ مِنْ هٰذَا أَوْ كَانَ بَعْضُهُ مِنْ هٰذَا، وَمِنَ الشِّرْكِ مَا كَانَ أَصْلُهُ عِبَادَةَ الْمَلَائِكَةِ أَوِ الْجِنِّ، وُضِعَتِ الْأَصْنَامُ لِأَجْلِهِمْ، وَإِلَّا فَنَفْسُ الْأَصْنَامِ الْجَمَادِيَّةِ لَمْ تُعْبَدْ لِذَاتِهَا، بَلْ لِأَسْبَابٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ، وَشِرْكُ الْعَرَبِ كَانَ أَعْظَمُهُ الْأَوَّلَ، وَكَانَ فِيهِ مِنَ الْجَمِيعِ.

''دنیا میں شرک کی بنیاد نیک بندوں کی عبادت تھی، نیز ان کی مورتیوں کو بھی پوجا جاتا تھا، لیکن مقصود وہی لوگ تھے۔ شرک کی ایک قسم وہ بھی تھی، جس کی بنیاد ستاروں کی پرستش پر تھی۔ وہ سورج ہو یا چاند یا کوئی اور ستارے، بتوں نے

انہی ستاروں کی طلسمی تصویر پیش کی تھی۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا شرک پورا کا پورا یہی تھا یا کچھ نہ کچھ اسی پر مبنی تھا۔ شرک کی ایک اور قسم ہے، جس کی بنیاد فرشتوں یا جنوں کی عبادت پر ہے۔ فرشتوں اور جنوں کی یاد میں بت تراشے گئے ہیں، ورنہ بے جان بتوں کی عبادت محض انہی کے لیے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ ان کی عبادت کے پیچھے مذکورہ اسباب اس کے متقاضی تھے۔ عربوں کے شرک کا بڑا حصہ پہلی قسم کے شرک سے تھا، البتہ اُن میں سب طرح کا شرک پایا جاتا تھا۔''

(مَجموع الفَتاویٰ : 460/17)

❀ نیز فرماتے ہیں:

بعض مشرک ایسے بزرگ کی قبر پر آتے ہیں، جس کے ذریعے وہ شرک کرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں، تو ان کے پاس فضا سے کوئی کھانا یا خرچ یا اسلحہ وغیرہ جس کی انہیں طلب ہوتی ہے، آ جاتا ہے۔ وہ اسے اس بزرگ کی کرامت سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ بُتوں کی پرستش کا بڑا سبب یہی رہا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی : ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ (إبراهيم : ٣٥) ''(اللہ!) مجھے اور میرے بیٹوں کو بُتوں کی پُوجا سے بچا لینا۔'' نیز عرض کیا: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (إبراهيم : ٣٦) ''اے میرے ربّ! اِن بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔'' اسی طرح کی بات سیّدنا نوح علیہ السلام نے بھی کی تھی۔ اب یہ بات تو معلوم ہے کہ پتھر لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکتا، ہاں کسی ایسے سبب سے یہ کام ہو سکتا ہے جو اُن کی گمراہی کا

باعث بنا ہو۔ کسی بت پرست کا یہ اعتقاد نہیں ہو سکتا کہ بتوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، بلکہ بت پرست تو بتوں کو کوئی اسباب سے سفارشی اور وسیلہ بناتے تھے۔ بعض مشرکین نے انبیائے کرام اور نیک اولیاء اللہ کی صورتوں پر بت بنائے ہوئے تھے۔ بعض نے ستاروں، سورج اور چاند کی مُورتیاں بنا لی تھیں۔ بعض نے یہ مُورتیاں جنوں کے لیے اور بعض نے فرشتوں کے لیے بنائی تھیں۔ اِن بت پرستوں کا مقصد صرف فرشتوں، انبیائے کرام، نیک بزرگوں یا سورج اور چاند کی عبادت کرنا ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ لوگ شیاطین کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ شیاطین ہی انسانوں سے بتوں کی عبادت چاہتے ہیں اور اُن کے لیے بسا اوقات ایسی چیزیں ظاہر کرتے ہیں، جو اُن کو شرک کی طرف بلاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ، قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ (سبأ: ٤٠۔٤١) ”اس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے۔ ان کے خلاف تو ہی ہمارا ولی ہے۔ یہ لوگ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر انھی پر ایمان لاتے تھے۔“ جب عبادت کرنے والا شیاطین کی عبادت کو جائز نہ سمجھتا ہو، تو یہ شیاطین اس کو یہ وہم دیتے ہیں کہ وہ تو صرف اُن انبیائے کرام، نیک لوگوں اور فرشتوں وغیرہ کو پکار رہا ہے، جن کے بارے میں

عبادت گزار کو حسن ظن ہوتا ہے۔ اگر عبادت گزار جنوں وغیرہ کی عبادت کو حرام نہ سمجھتا ہو، تو اُسے بتا دیتے ہیں کہ وہ جن ہی ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 360/1)

مزید فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (بني إسرائيل : ٥٦-٥٧)'' (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ تم جن لوگوں کو اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو، نہ وہ تم سے کسی تکلیف کو ہٹانے کا اختیار رکھتے ہیں نہ اسے بدلنے کا۔ جنہیں یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے ربّ تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے کہ ان میں سے کون اللہ سے قریب تر ہوسکتا ہے اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بلا شبہ آپ کے ربّ کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔'' سلف صالحین کے ایک گروہ نے کہا ہے: کچھ لوگ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیّدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو پکارتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ بھی اسی طرح کے بندے ہیں، جس طرح کے تم ہو، وہ بھی میری رحمت کے اُسی طرح امیدوار ہیں، جس طرح تم ہو، وہ بھی میرے عذاب سے اسی طرح ڈرتے ہیں، جس طرح تم ڈرتے ہو اور وہ بھی میرا اقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح تم کرتے

ہو۔ جب انبیائے کرام اور فرشتوں کو پکارنے والوں کا یہ حال ہے، تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا (جو اولیاء اللہ کو پُکارتے ہیں)؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا﴾(الكهف : ١٠٢) ''کیا پھر کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے، بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کی ہوئی ہے۔'' نیز فرمایا:﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ، وَّلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ﴾ (سبأ : ٢٢-٢٣) ''(اے نبی! کہہ دیجیے کہ تم اُنہیں پکارو، جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر معبود سمجھ رکھا ہے، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں نہ ان کا زمین و آسمان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ہے۔ اس کے ہاں کسی کی شفارش بھی فائدہ نہیں دیتی، ہاں جسے وہ اجازت دے۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جس بھی مخلوق کو پکارا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی اللہ کے لیے بادشاہت اور تعریف ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے معاونین اور مددگار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا

کوئی معاون نہیں، نیز سفارشی اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش کر سکیں گے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سفارش کو پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی تمام اقسام کی نفی کر دی ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ جس کو مشرکین اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں، وہ یا تو مالک ہو گیا یا مالک نہیں ہو گا۔ اگر مالک نہیں ہو گا، تو یا وہ شریک ہو گا یا شریک نہیں ہو گا۔ اگر وہ شریک نہیں ہو گا، تو یا معاون ہو گا یا سوالی وطالب ہو گا۔ پہلی تین اقسام یعنی ملکیت، شرکت اور معاونت تو ممتنع ہیں۔ چوتھی قسم یعنی سفارش صرف اس کی اجازت کے بعد ہو سکتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ﴾ (البقرة : ٢٥٥) ''کون ہے، جو اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟'' نیز فرمایا: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى﴾ (النّجم : ٢٦) ''آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دیتی، مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔''

ایک مقام پر فرمایا: ﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُونَ، قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزّمر : ٤٣-٤٤) ''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کوئی سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے کہ اگر وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور کچھ نہ سمجھتے ہوں تو؟ تمام شفاعت اللہ ہی کے لیے

ہے، اسی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ﴾ (السّجدة : ٤) ''اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ دونوں کے درمیان ہے، کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ تمہارا اس کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہیں، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' نیز فرمایا: ﴿وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ (الأنعام : ٥١) ''(نبی! آپ اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیں، جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہیں، شاید کہ وہ ڈریں۔'' نیز فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران : ٧٩-٨٠) ''کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کرے، تو وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا کہ رب والے بن جاؤ، کیونکہ تم اس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود

بھی اسے پڑھتے ہو اور وہ تمہیں اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ربّ بنا لو، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟'' پس جب فرشتوں اور نبیوں کو اللہ کے علاوہ ربّ بنانے والا کافر قرار دیا گیا ہے، تو اُن لوگوں کا حال کیا ہو گا، جنھوں نے نبیوں اور فرشتوں سے ادنیٰ بزرگوں وغیرہم کو ربّ بنا لیا ہے؟ اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بندے کا مطلوب ایسی چیز ہو، جس پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، تو ایسے اُمور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیے جا سکتے ہیں، مثلاً بیمار انسانوں یا جانوروں کے لیے شفا کی طلب، قرض کی غیر معین جہت سے ادائیگی، اپنے گھر والوں کی عافیت، دنیا و آخرت کی آزمائشوں سے چھٹکارا، دشمن پر غلبہ، دل کی ہدایت، گناہوں کی معافی، جنت میں دخول، جہنم سے آزادی، علم اور قرآنِ کریم کی تعلیم کا حصول، دل کی اصلاح، حسن اخلاق، تزکیہ نفس وغیرہ۔ کسی بادشاہ، نبی یا شیخ سے، وہ زندہ ہو یا مردہ، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میرے گناہ معاف کر دے، میرے دشمنوں پر مجھے غلبہ دے دے، میرے مریض کو شفا دے دے، مجھے عافیت دے دے یا میرے گھر والوں یا میرے جانوروں کو صحت دے دے وغیرہ وغیرہ۔ جس شخص نے کسی بھی مخلوق سے اِن میں سے کوئی چیز مانگی، وہ ربّ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ مشرک جو فرشتوں، انبیائے کرام اور اُن مُورتیوں کی عبادت کرتے ہیں، جو فرشتوں اور انبیائے کرام کی صورتوں پر بنائی گئی ہیں اور بالکل اسی طرح، جیسے نصاریٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَاعِيسَى ابْنَ

مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ (المائدة : ۱۱٦) ”جب اللہ کہے گا: عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا دو الٰہ بنا لو؟“ نیز فرمایا: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَّاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التّوبة : ۳۱) ”انہوں نے اپنے علما اور راہبوں اور عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کے علاوہ اپنا ربّ بنالیا تھا، حالانکہ ان کو صرف ایک ہی الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے بری ہے۔“ اب رہیں وہ چیزیں، جن پر بندے قادر ہوتے ہیں، تو ایسی چیزیں بسا اوقات بندوں سے مانگی جا سکتی ہیں۔ مخلوق سے مانگنا کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی ممنوع۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ، وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الشّرح : ۷۔۸) ”(نبی!) جب آپ فارغ ہوں، تو محنت کیجیے اور اپنے ربّ کی طرف رغبت کیجیے۔“ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: جب سوال کریں، تو اللہ سے کریں اور جب مدد طلب کریں، تو اللہ ہی سے طلب کریں۔“

(زِيارة القُبور والاستنجاد بالمَقبور، ص 5-11)

❁ علامہ شریف جرجانی حنفی رحمہ اللہ (۸۱٦ھ) فرماتے ہیں:

”بت پرست لوگ دو واجب الوجود معبودوں کے قائل نہ تھے، نہ وہ بتوں کو صفات الوہیت سے متصف کرتے تھے، اگرچہ وہ ان پر الٰہیہ کا لفظ بولتے

تھے، بلکہ وہ بتوں کو اس لیے رکھتے تھے کہ یہ انبیاء، نیکو کاروں، فرشتوں اور ستاروں کی تماثیل ہیں۔ وہ عبادت کے طور پر ان کی تعظیم کرتے تھے، تا کہ وہ ان کے ذریعہ حقیقی معبود تک رسائی پالیں۔''

(شرح المواقف، ص 580)

✿ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''مشرکین اس بات پر مسلمانوں کے موافق ہیں کہ بڑے بڑے کاموں کی تدبیر صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، اسی طرح وہ اُمور جن میں اللہ تعالیٰ نے پختہ فیصلہ کر دیا ہے اور ان میں کسی اور کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ مگر باقی اُمور میں وہ مسلمانوں کے موافق نہیں ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ پہلے نیکو کار لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اس کا تقرب اختیار کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اُلوہیت کا منصب عطا کر دیا ہے، اس لیے پوری مخلوق میں وہ عبادت کے مستحق ہیں، جیسے کسی بادشاہ کا غلام اس کی خدمت کرتا ہے اور بہترین خدمت کرتا ہے، تو بادشاہ اسے بادشاہت کا چوغہ پہنا دیتا ہے اور اسے کسی علاقے کے اُمور سونپ دیتا ہے اور وہ اس علاقے والوں کے لیے سمع وطاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی صورت قبول ہوگی، جب ان صالحین کی عبادت بھی کی جائے، بلکہ ان کا حق عبادت زیادہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ ان نیکو کاروں کی عبادت کی جائے، تا کہ وہ اللہ کے قریب کر دیں۔ نیز مشرکین کہتے ہیں کہ یہ نیکو کار بزرگ سنتے ہیں، دیکھتے

ہیں، اپنے عبادت گزاروں کی سفارش کرتے ہیں، ان کے اُمور کی تدبیر کرتے ہیں اوران کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے مشرکوں نے ان کے ناموں پر پتھروں کو تراشا اور صالحین کی طرف توجہ کرتے ہوئے ان بتوں کو قبلہ بنایا۔ پھر بعد والے لوگ آئے اور وہ نہ سمجھ سکے کہ ان بتوں اور جن کی شکلوں پر انہیں تراشا گیا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے انہی بتوں کو معبود سمجھ لیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے کبھی یہ تنبیہ کی ہے کہ حکم اور ملک صرف اللہ کا خاصہ ہے اور کبھی یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ محض جمادات (بے جان چیزیں) ہیں۔‘‘

(حُجَّة اللّٰه البالغة :59/1)

❀ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

’’بعض مشرکین فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور مصائب کے وقت انہیں پکارتے تھے اور بعض مشرکین پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے۔ یہ پتھر اصل میں نیک لوگوں کی مورتیاں ہوتی تھیں، جن سے وہ محبت کیا کرتے تھے اور ان پر اعتقاد رکھتے تھے، جب وہ فوت ہو گئے، تو ان کی یاد میں انہوں نے تصویریں بنالیں۔ ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد وہ ان کی عبادت کرنے لگے، پھر لمبا وقت گزرنے کے بعد وہ ان پتھروں کی ہی عبادت کرنے لگے۔ بعض مشرکین مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے، بعض ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور مشکلات میں انہیں پکارتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائیں۔‘‘

(تطهير الاعتقاد، ص 56)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اتِّخَاذُ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ .

”بتوں کی عبادت کی بنیادی وجہ صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا تھا۔“

(فتاویٰ شامی:380/1)

❁ علامہ محمد رشید رضا رحمہ اللہ (۱۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

”بعض مشرکین، بلکہ اکثر مشرکین یہی سمجھتے ہیں کہ وہ تمام قرآنی آیات، جن میں شرک اور اہل شرک کی قباحت و مذمت بیان کی گئی ہے، وہ سب بتوں اور مورتیوں کے ساتھ خاص ہیں۔ حالانکہ اگر ہم ان قرآنی آیات، جن میں شرک اور اہل شرک کا ذکر کیا گیا ہے، کا بغور مطالعہ کریں، تو ہمیں ان میں صراحت ملے گی کہ مشرکین کے دو گروہ ہیں؛ ایک گروہ ان مورتیوں کو پکارتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی شکلوں پر تراشی گئیں ہیں۔ اور دوسرا گروہ براہ راست مقرب بندوں کو پکارتا ہے، ان کے پیش نظر مورتیاں نہیں ہوتیں۔ پہلے گروہ کی مذمت میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ﴾ ”کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو، جنہیں تم نے خود تراشا ہے۔“ نیز فرمان ہے: ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ ”یہ مورتیاں کیا ہیں، جن کے سامنے تم قیام کرتے ہو؟“ دوسرے گروہ کی مذمت میں یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ، وَإِذَا حُشِرَ

النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ ''ان سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے، جو اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں، جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا سے غافل ہیں۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا، تو یہ معبودان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ ''کہہ دیجیے، جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ ''جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں، وہ یہ بھی شعور نہیں رکھتے ہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے؟'' کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جمادات کو ان صفات کے ساتھ متصف کیا جا سکتا ہے؟...... لہٰذا جس کے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہو، وہ جان لے گا کہ یہ تمام صفات جمادات بتوں پر منطبق نہیں ہوتیں، بلکہ صرف مقربین مثلاً، فرشتوں، انبیا اور صالحین اولیاء پر منطبق ہوتی ہیں۔''

(مجلّة المنار: 428/16)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

''جو اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ

توبیخ اولیاء کے متعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق یہ دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ مشرکین تو ان بے جان اور بے عقل بتوں اور درختوں کو پکارتے تھے، جبکہ وہ خود اولیا اور صلحا کو پکارتے ہیں، جو شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔ یہ لوگ ان کی قبروں کی طرف جاتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ ان کی روحیں ان قبروں سے مربوط ہیں۔ جبکہ یہ فرق محض جہالت پر مبنی ہے، یہ نہیں جانتے کہ ان بتوں میں اکثر بت صرف اس لیے نصب کیے جاتے تھے، تاکہ اولیاء صالحین کی یاد تازہ ہو، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کے متعلق مروی ہے کہ جو منتقل ہوتے ہوتے اہل عرب تک پہنچ گئے تھے۔ لات ایک شخص کی چٹان کا نام تھا، جس پر وہ ستو بگوتا تھا اور لوگوں کو کھلاتا تھا۔ پس بتوں، مورتیوں اور قبروں کی جو دینی تعظیم کی جاتی ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی، ان سب سے مقصود یہی ہے کہ یہ صلحا کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ دراصل ان (مسلمانوں) کی پکار کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں اثر انداز ہوسکتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں حقیقی تصرف کرسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت واضح شرک ہے۔ کیونکہ کسی بت یا مورتی کو اللہ کا شریک ٹھہرانے میں اور کسی ولی یا نبی یا فرشتے کو شریک ٹھہرانے میں کوئی فرق نہیں۔"

(تفسیر المنار: 9/526-527)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى

اللّٰهِ زُلْفٰی﴾(الزّمر : ۳)

”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں، (ان کا کہنا ہے کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔“

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ : ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ﴾ يَتَوَلَّوْنَهُمْ، وَيَعْبُدُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، يَقُولُونَ لَهُمْ : مَا نَعْبُدُكُمْ أَيُّهَا الْآلِهَةُ إِلَّا لِتُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى، قُرْبَةً وَّمَنْزِلَةً، وَّتَشْفَعُوا لَنَا عِنْدَهُ فِي حَاجَاتِنَا .

”اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ﴾ ”جو لوگ اللہ کے سوا اولیا بناتے ہیں۔“ وہ ان سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں، وہ ان سے کہتے ہیں کہ اے معبودو! ہم تمہاری عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ تم ہمیں مقام و مرتبے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دو اور ہماری ضرورتوں کے متعلق اللہ سے سفارش کرو۔“

(تفسير الطّبري : 156/20)

آج کا مسلمان اولیا اور صالحین کی قبروں کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتا ہے، جو مشرکین مکہ اپنے بتوں کے متعلق رکھتے تھے۔ وہ قبروں سے امیدیں وابستہ رکھے ہوئے ہیں۔ آج بندوں کے نام کی دہائی دی جاتی ہے۔ خوشی اور غمی میں ان کو پکارا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ہماری ان کے آگے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ یہ دستگیر اور غریب نواز ہیں۔ ان کی قبروں کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ منتیں پیش کی جاتی ہے۔

نذرانے چڑھائے جاتے ہیں۔ نیازیں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہی کام مشرکین مکہ اپنے بتوں کے لیے کیا کرتے تھے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ تَعَالٰى عَنْ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ أَيْ إِنَّمَا يَحْمِلُهُمْ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ لَهُمْ أَنَّهُمْ عَمَدُوا إِلٰى أَصْنَامٍ اتَّخَذُوهَا عَلٰى صُوَرِ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ فِي زَعْمِهِمْ، فَعَبَدُوا تِلْكَ الصُّوَرَ تَنْزِيلًا لِّذٰلِكَ مَنْزِلَةَ عِبَادَتِهِمُ الْمَلَائِكَةَ؛ لِيَشْفَعُوا لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ فِي نَصْرِهِمْ وَرِزْقِهِمْ، وَمَا يَنُوبُهُمْ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا.

''اللہ نے بتوں کے پجاری مشرکین کے اس قول کی خبر دی ہے: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ مقام و مرتبے میں ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔'' یعنی مشرکین مکہ کو بتوں کی پوجا پر صرف اس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق مقرب فرشتوں کی شکل پر بت بنائے ہوئے تھے اور وہ ان بتوں کی عبادت فرشتوں کی ہی عبادت سمجھ کر کرتے تھے، تاکہ وہ فرشتے اللہ کے ہاں ان کی مدد، رزق اور دنیاوی مصائب کے بارے میں سفارش کریں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 84/7)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأُمُورُ الْمُبْتَدِعَةُ عِنْدَ الْقُبُورِ مَرَاتِبُ؛ أَبْعَدُهَا عَنِ الشَّرْعِ أَنْ يَّسْأَلَ الْمَيِّتَ حَاجَةً أَوْ يَسْتَغِيثَ بِهٖ فِيهَا كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ بِكَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْوَاتِ، وَهُوَ مِنْ جِنْسِ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ، وَلِهٰذَا تَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيَاطِينُ عَلٰى صُورَةِ الْمَيِّتِ أَوِ الْغَائِبِ كَمَا كَانَتْ تَتَمَثَّلُ لِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ، بَلْ أَصْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ إِنَّمَا كَانَتْ مِنَ الْقُبُورِ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَغَيْرُهٗ، وَقَدْ يَرٰى أَحَدُهُمُ الْقَبْرَ قَدِ انْشَقَّ وَخَرَجَ مِنْهُ الْمَيِّتُ فَعَانَقَهٗ أَوْ صَافَحَهٗ أَوْ كَلَّمَهٗ، وَيَكُونُ ذٰلِكَ شَيْطَانًا تَمَثَّلَ عَلٰى صُورَتِهٖ لِيُضِلَّهٗ، وَهٰذَا يُوجَدُ كَثِيرًا عِنْدَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ، وَأَمَّا السُّجُودُ لِلْمَيِّتِ أَوْ لِلْقَبْرِ فَهُوَ أَعْظَمُ وَكَذٰلِكَ تَقْبِيلُهٗ، اَلْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ : أَنْ يَّظُنَّ أَنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ قَبْرِهٖ مُسْتَجَابٌ أَوْ أَنَّهٗ أَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْبُيُوتِ، فَيَقْصِدُ زِيَارَتَهٗ لِذٰلِكَ أَوْ لِلصَّلَاةِ عِنْدَهٗ أَوْ لِأَجْلِ طَلَبِ حَوَائِجِهٖ مِنْهُ، فَهٰذَا أَيْضًا مِنَ الْمُنْكَرَاتِ الْمُبْتَدِعَةِ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ، وَمَا عَلِمْتُ فِي ذٰلِكَ نِزَاعًا بَيْنَ أَئِمَّةِ الدِّينِ، اَلْمَرْتَبَةُ الثَّالِثَةُ؛ أَنْ يَّسْأَلَ صَاحِبَ الْقَبْرِ أَنْ يَسْأَلَ اللّٰهَ لَهٗ، وَهٰذَا بِدْعَةٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ .

”قبروں پر ہونے والے بدعی اُمور کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ان میں سے جو

کام سب سے زیادہ شریعت سے دور ہے، وہ یہ ہے کہ میت سے کسی ضروری چیز کا مطالبہ کیا جائے یا اس سے اس بارے میں مدد طلب کی جائے۔ بہت سے لوگ کئی مُردوں سے ایسا کرتے ہیں۔ یہ کام بتوں کی عبادت ہی کی قسم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیاطین میت یا غائب شخص کی شکل میں ان لوگوں کے پاس بھی آتے ہیں، جیسا کہ بت پرستوں کے پاس آیا کرتے تھے، بلکہ بتوں کی عبادت کی بنیاد قبروں سے ہی ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے فرمایا ہے۔ بسا اوقات کوئی قبر پرست دیکھتا ہے کہ قبر پھٹی ہے اور مُردے نے باہر نکل کر اس سے معانقہ یا مصافحہ یا کلام کیا ہے۔ درحقیقت یہ شیطان ہوتا ہے، جو اس میت کی شکل میں آیا ہوتا ہے، تاکہ اس شخص کو گمراہ کرے۔ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس اس طرح بہت ہوتا ہے۔ رہا میت یا قبر کو سجدہ کرنا یا اس کو بوسہ دینا تو وہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ (شریعت سے دور) دوسرے درجہ کا کام یہ خیال کرنا ہے کہ قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے یا قبر کے پاس دعا کرنا مسجد یا گھر میں دعا کرنے سے افضل ہے اور اس مقصد کے لیے وہ قبر کی زیارت کے لیے جاتا ہے یا اس کے پاس نماز کا اہتمام کرتا ہے یا اس سے اپنی ضروریات طلب کرتا ہے۔ یہ بھی بدعت پر مبنی منکر کاموں میں سے ہے۔ اس پر ائمہ مسلمین کا اتفاق ہے کہ یہ کام حرام ہیں۔ مجھے اس بارے میں ائمہ دین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ملا۔ تیسرے درجہ یہ ہے کہ صاحب قبر سے کہا جائے کہ وہ اللہ سے کوئی چیز مانگ کر دے۔ ائمہ مسلمین کے نزدیک یہ بالاتفاق بدعت ہے۔''

(تلخیص کتاب الاستغاثة :1/145)

❁ علامہ ابن ابی العزحنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُونُوا يَعْتَقِدُونَ فِي الْأَصْنَامِ أَنَّهَا مُشَارِكَةٌ لِلّٰهِ فِي خَلْقِ الْعَالَمِ، بَلْ كَانَ حَالُهُمْ فِيهَا كَحَالِ أَمْثَالِهِمْ مِنْ مُشْرِكِي الْأُمَمِ مِنَ الْهِنْدِ وَالتُّرْكِ وَالْبَرْبَرِ وَغَيْرِهِمْ، تَارَةً يَعْتَقِدُونَ أَنَّ هٰذِهِ تَمَاثِيلُ قَوْمٍ صَالِحِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَيَتَّخِذُونَهُمْ شُفَعَاءَ، وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِمْ إِلَى اللّٰهِ، وَهٰذَا كَانَ أَصْلَ شِرْكِ الْعَرَبِ .

''مشرکین مکہ کا بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد نہیں تھا کہ وہ کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، بلکہ ان کا حال ہندوستان، ترکی اور بربر کی مشرک قوموں کی طرح ہی تھا۔کبھی ان کا اعتقاد یہ بن جاتا ہے کہ یہ نیک لوگوں اور انبیائے کرام کی مورتیاں ہیں اور وہ ان کو اپنا سفارشی بناتے ہیں اور اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔اہل عرب کے شرک کی اصل یہی تھی۔''

(شرح العقيدة الطحاوية، ص81)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ایسے کئی اسباب ہیں، جن کے ذریعے شیطان نے مشرکین کو بتوں کی عبادت میں ملوث کیا۔اس نے ہر قوم سے اس کی عقل کے مطابق کھیل کھیلا۔ایک گروہ کو بتوں کی عبادت کی طرف دعوت مُردوں کی تعظیم کے ذریعہ دی۔انہوں نے اپنے بزرگوں کی صورتوں پر مورتیاں بنائیں، جیسا کہ قوم نوح علیہ السلام کے بارے میں اس بات کو ہم بیان کر چکے ہیں۔اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر

لعنت کی ہے، جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں، نیز آپ ﷺ نے قبروں کی طرف سے رُخ کر کے نماز پڑھنے سے منع بھی فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی ہے کہ میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا، جس کی عبادت کی جائے۔ اور امت کو اپنی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے منع بھی فرمایا ہے۔ اور فرمایا: ''ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوا، جنھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' نیز آپ ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے اور مورتیوں کو مٹانے کا حکم فرمایا۔ مشرکین نے ان سب باتوں کی مخالفت کی یا اپنی جہالت کی بنا پر یا پھر اہل توحید سے عداوت کی بنا پر۔ حالانکہ اس سے اہل توحید کا کچھ نہیں بگڑا۔ عام مشرکین میں یہی طرزِ عمل غالب رہا ہے۔ رہے خاص مشرکین، تو انھوں نے اس خیال سے بت بنائے تھے کہ یہ بت ان ستاروں کی شکل میں ہیں، جو ان کے عقیدہ کے مطابق کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ ان مشرکین نے ان بتوں کے لیے آستانوں، غلافوں، دربانوں اور قربانیوں کا اہتمام کیا۔ دنیا میں ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہے۔''

(إغاثة اللّهفان : 2/972-973)

❁ نیز فرماتے ہیں:

وَضْعُ الصَّنَمِ إِنَّمَا كَانَ فِي الْأَصْلِ عَلٰى شَكْلِ مَعْبُودٍ غَائِبٍ، فَجَعَلُوا الصَّنَمَ عَلٰى شَكْلِهٖ وَهَيْأَتِهٖ وَصُورَتِهٖ لِيَكُونَ نَائِبًا مُنَابَهٗ وَقَائِمًا مُقَامَهٗ، وَإِلَّا فَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ عَاقِلًا لَا يَنْحِتُ خَشَبَةً أَوْ حَجَرًا بِيَدِهٖ ثُمَّ يَعْتَقِدُ أَنَّهٗ إِلٰهُهٗ وَمَعْبُودُهٗ.

”بت تراشنے کا آغاز دراصل غائب معبود کی شکل میں مورتی بنانے سے ہوا۔ مشرکین نے اپنے معبود کی شکل وصورت کے مطابق بت تراش لیے، تاکہ وہ ان کے معبود کے قائم مقام ہو جائیں، ورنہ معلوم بات ہے کہ کوئی عاقل اپنے ہاتھ سے کسی لکڑی یا پتھر کو تراش کر اس کے بارے میں یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ وہ اس کا الہ اور معبود ہے۔“

(إغاثة اللّهفان : 975/2)

قبر پرستی پر ایک دلیل:

جو لوگ قبر پرستی کو فروغ دیتے ہیں، وہ ایک روایت بایں الفاظ پیش کرتے ہیں:

إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُورُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ.

”جب آپ کو معاملات پریشان کر دیں، تو قبر والوں کے پاس جایا کریں۔“

بے سند اور من گھڑت روایت ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ كَذِبٌ مُفْتَرًى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِجْمَاعِ الْعَارِفِينَ بِحَدِيثِهٖ لَمْ يَرْوِهٖ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ بِذٰلِكَ وَلَا يُوجَدُ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمُعْتَمَدَةِ.

”احادیث نبویہ کی معرفت رکھنے والے علمائے کرام کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ علمائے کرام میں سے کسی نے اس کو روایت نہیں کیا، نہ حدیث کی معتبر کتب میں یہ پائی جاتی ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 356/1)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ یہ اور اس جیسی دیگر روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ مَكْذُوبَةٌ مُخْتَلَقَةٌ، وَضَعَهَا أَشْبَاهُ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ مِنَ الْمَقَابِرِيَّةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاقِضُ دِينَهُ، وَأَمْثَالُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي هِيَ مُنَاقِضَةٌ لِدِينِ الْإِسْلَامِ وَضَعَهَا الْمُشْرِكُونَ وَرَاجَتْ عَلٰى أَشْبَاهِهِمْ مِنَ الْجُهَّالِ الضُّلَّالِ.

''یہ احادیث جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ انہیں بت پرستوں سے مشابہت رکھنے والے قبر پرستوں نے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگایا ہے، حالانکہ یہ احادیث دین محمدی کے خلاف ہیں۔ ان جیسی اور بہت سی احادیث ہیں، جو دین اسلام کے خلاف ہیں، انہیں مشرکین نے گھڑا اور مشرکین سے مشابہت رکھنے والے جاہل اور گمراہ لوگوں میں رواج پا گئیں۔''

(إغاثة اللّهفان: 215/1)

❁❁❁❁❁❁❁

تعظیمی سجدہ

سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ پہلی شریعتوں میں اس کی اجازت تھی، مگر جس طرح اللہ رب العالمین کو سجدہ کیا جاتا ہے، مخلوق کے لیے اس طرح سجدہ کرنا شرک ہے، کیونکہ یہ مظہر عبادت ہے۔ سجدہ تعظیمی سے مراد تعظیماً جھکنا تھا، نہ کہ معروف سجدہ۔

✿ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ أَنَّ ذٰلِكَ السُّجُودَ، عَلٰى أَيِّ هَيْئَةٍ كَانَ، فَإِنَّمَا كَانَ تَحِيَّةً لَا عِبَادَةً .

”یہ سجدہ جس طرح بھی تھا، البتہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ سجدہ تحیہ تھا، عبادت کے لیے نہ تھا۔“

(تفسير ابن عطية : 281/3)

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا .

”اگر میں کسی کو سجدہ (تعظیمی) کا حکم دیتا، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔“

(سنن التّرمذي : 1159، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ کہا ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۶۲) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾(فُصِّلت : ۳۷)

”سورج چاند کو سجدہ مت کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو کہ جس نے انہیں (سورج چاند وغیرہ کو) تخلیق کیا ہے، اگر تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہو۔“

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُشْرِكُوا بِهٖ فَمَا تَنْفَعُكُمْ عِبَادَتُكُمْ لَهٗ مَعَ عِبَادَتِكُمْ لِغَيْرِهٖ، فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ .

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک مت کرو، غیر اللہ کی عبادت کے ساتھ تمہیں اللہ کی عبادت بھی کچھ فائدہ نہیں دے گی، اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔“

(تفسیر ابن کثیر : 182/7)

❁ علامۃ الہند، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَةِ : إِنَّ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ خَالِصًا، فَلَا يَسْجُدُ إِلَّا لَهٗ سُبْحَانَهٗ، وَلَا يَسْجُدُ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، نَبَّهَ بِهِمَا عَلٰى غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَخْلُوقِ الْعُلْوِيِّ، فَالسُّفْلِيُّ مِنَ الْأَحْجَارِ وَالْأَشْجَارِ وَالضَّرَائِحِ، وَنَحْوِهَا بِالْأَوْلٰى، وَقَدْ دَلَّتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى أَنَّ دِينَنَا هُوَ أَنَّ السُّجُودَ حَقُّ الْخَالِقِ، فَلَا يُسْجَدُ لِمَخْلُوقٍ أَصْلًا، كَائِنًا مَا كَانَ، فَإِنَّ الْمَخْلُوقِيَّةَ

يَتَسَاوٰى فِيهَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْوَلِيُّ وَالنَّبِيُّ وَالْحَجَرُ وَالْمَدَرُ وَالشَّجَرُ وَنَحْوُهَا .

”بعض اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: جو شخص خالص اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اللہ سبحانہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرے، نہ سورج چاند کو سجدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں سورج و چاند کا ذکر کر کے دیگر آسمانی مخلوق کے متعلق تنبیہ کر دی ہے، تو زمینی مخلوق مثلاً پتھر، درخت اور دربار وغیرہ کو تو بالا ولیٰ سجدہ ممنوع ہے۔ بلاشبہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہمارے دین کے مطابق سجدہ صرف خالق کا حق ہے، لہٰذا کسی مخلوق کو سجدہ کرنا قطعاً جائز نہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کیونکہ مخلوق ہونے میں سورج، چاند، ولی، نبی، پتھر، اینٹ اور درخت وغیرہ سب برابر ہیں۔“

(الدين الخالص : 53/2)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا السُّجُودُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ قَدِ اتَّخَذَهٗ جُهَّالُ الْمُتَصَوِّفَةِ عَادَةً فِي سَمَاعِهِمْ وَعِنْدَ دُخُولِهِمْ عَلٰى مَشَايِخِهِمْ وَاسْتِغْفَارِهِمْ، فَيُرَى الْوَاحِدُ مِنْهُمْ إِذَا أَخَذَهُ الْحَالُ بِزَعْمِهٖ يَسْجُدُ لِلْأَقْدَامِ لِجَهْلِهٖ سَوَاءٌ أَكَانَ لِلْقِبْلَةِ أَمْ غَيْرِهَا جَهَالَةً مِنْهُ، ضَلَّ سَعْيُهُمْ وَخَابَ عَمَلُهُمْ .

”یہ ممنوعہ سجود جاہل صوفیا نے اختیار کر رکھے ہیں، وہ قوالیوں کے دوران، مشائخ کے پاس جاتے وقت اور ان سے معافی مانگتے وقت سجدہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو دیکھا کہ جب اسے بزعم خود ”حال“ پڑتا ہے، تو اپنی

جہالت کی وجہ سے (بزرگوں کے) پاؤں کو سجدہ کرتا ہے، خواہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ، یہ اس کی جہالت ہے۔ ان کی سب محنتیں بے فائدہ اور اعمال رائیگاں ہیں۔''

(تفسير القرطبي :294/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَنْوَاعِ الشِّرْكِ سُجُودُ الْمُرِيدِ لِلشَّيْخِ، فَإِنَّهٗ شِرْكٌ مِنَ السَّاجِدِ وَالْمَسْجُودِ لَهٗ، وَالْعَجَبُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ : لَيْسَ هٰذَا بِسُجُودٍ، وَإِنَّمَا هُوَ وَضْعُ الرَّأْسِ قُدَّامَ الشَّيْخِ احْتِرَامًا وَتَوَاضُعًا، فَيُقَالُ لِهٰؤُلَاءِ : وَلَوْ سَمَّيْتُمُوهُ مَا سَمَّيْتُمُوهُ، فَحَقِيقَةُ السُّجُودِ وَضْعُ الرَّأْسِ لِمَنْ يُسْجَدُ لَهٗ، وَكَذٰلِكَ السُّجُودُ لِلصَّنَمِ، وَلِلشَّمْسِ، وَلِلنَّجْمِ، وَلِلْحَجَرِ، كُلُّهٗ وَضْعُ الرَّأْسِ قُدَّامَهٗ، وَمِنْ أَنْوَاعِهٖ رُكُوعُ الْمُتَعَمِّمِينَ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ عِنْدَ الْمُلَاقَاةِ، وَهٰذَا سُجُودٌ فِي اللُّغَةِ، وَبِهٖ فُسِّرَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ (النّساء : ١٥٤) أَيْ مُنْحَنِينَ، وَإِلَّا فَلَا يُمْكِنُ الدُّخُولُ بِالْجَبْهَةِ عَلَى الْأَرْضِ، وَمِنْهُ قَوْلُ الْعَرَبِ : سَجَدَتِ الْأَشْجَارُ، إِذَا أَمَالَتْهَا الرِّيحُ .

''شرک کی ایک صورت مرید کا اپنے پیر کو سجدہ کرنا ہے، یہ ساجد اور مسجود دونوں کا شرک ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں: یہ سجدہ نہیں ہے، یہ تو احترام اور تواضع میں پیر کے سامنے سر رکھا گیا ہے۔ ایسوں کو کہا جائے گا کہ اگر تم اپنے

سجدے کو یہی نام دیتے ہو، تو سجدہ کا معنی بھی یہی ہے کہ سر کو مسجود کے لیے نیچے رکھا جائے، اسی طرح بت، سورج، ستارے اور پتھر کو سجدہ کیا جاتا ہے، سب میں ان کے سامنے سر ہی رکھا جاتا ہے۔ نیز بعض لوگوں کا ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو رکوع کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے، لغوی سجدہ اسی کو کہتے ہیں، اس فرمان باری تعالیٰ کا یہی معنی ہے: ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ (النّساء: ١٥٤) ''جھک کر دروازے سے داخل ہونا۔'' یعنی جھک کر، کیونکہ پیشانی زمین پر رکھ کر داخل ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ عرب کے ہاں جب درخت تیز ہوا سے ہلنے لگے، تو کہتے ہیں: سَجَدَتِ الْأَشْجَارُ۔''

(مَدارج السّالکین: 352/1)

✿ نیز فرماتے ہیں:

جَاءَ شُيُوخُ الضَّلَالِ ...... فَأَرَادُوا مِنْ مُرِيدِيهِمْ أَنْ يَتَعَبَّدُوا لَهُمْ، فَزَيَّنُوا لَهُمْ حَلْقَ رُؤُوسِهِمْ لَهُمْ، كَمَا زَيَّنُوا لَهُمُ السُّجُودَ لَهُمْ، وَسَمَّوْهُ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، وَقَالُوا: هُوَ وَضْعُ الرَّأْسِ بَيْنَ يَدَيِ الشَّيْخِ، وَلَعَمْرُ اللّٰهِ إِنَّ السُّجُودَ لِلّٰهِ هُوَ وَضْعُ الرَّأْسِ بَيْنَ يَدَيْهِ سُبْحَانَهٗ، وَزَيَّنُوا لَهُمْ أَنْ يَنْذُرُوا لَهُمْ، وَيَتُوبُوا لَهُمْ، وَيَحْلِفُوا بِأَسْمَائِهِمْ، وَهٰذَا هُوَ اتِّخَاذُهُمْ أَرْبَابًا وَآلِهَةً مِنْ دُونِ اللّٰهِ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ

اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(آل عمران : ٧٩ـ٨٠)

وَأَشْرَفُ الْعُبُودِيَّةِ عُبُودِيَّةُ الصَّلَاةِ، وَقَدْ تَقَاسَمَهَا الشُّيُوخُ وَالْمُتَشَبِّهُونَ بِالْعُلَمَاءِ وَالْجَبَابِرَةُ، فَأَخَذَ الشُّيُوخُ مِنْهَا أَشْرَفَ مَا فِيهَا وَهُوَ السُّجُودُ، وَأَخَذَ الْمُتَشَبِّهُونَ بِالْعُلَمَاءِ مِنْهَا الرُّكُوعَ، فَإِذَا لَقِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا رَكَعَ لَهُ، كَمَا يَرْكَعُ الْمُصَلِّي لِرَبِّهِ سَوَاءً، وَأَخَذَ الْجَبَابِرَةُ مِنْهُمُ الْقِيَامَ فَيَقُومُ الْأَحْرَارُ وَالْعَبِيدُ عَلَىٰ رُؤُوسِهِمْ، عُبُودِيَّةً لَهُمْ وَهُمْ جُلُوسٌ، وَقَدْ نَهَىٰ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْأُمُورِ الثَّلَاثَةِ، عَلَى التَّفْصِيلِ فَتَعَاطِيهَا مُخَالَفَةٌ صَرِيحَةٌ لَهُ فَنَهَىٰ عَنِ السُّجُودِ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَقَالَ: «لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ» ...... وَتَحْرِيمُ هٰذَا مَعْلُومٌ مِنْ دِينِهِ بِالضَّرُورَةِ، وَتَجْوِيزُ مَنْ جَوَّزَهُ لِغَيْرِ اللّٰهِ مُرَاغَمَةٌ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَهُوَ مِنْ أَبْلَغِ أَنْوَاعِ الْعُبُودِيَّةِ، فَإِذَا جَوَّزَ هٰذَا الْمُشْرِكُ هٰذَا النَّوْعَ لِلْبَشَرِ، فَقَدْ جَوَّزَ الْعُبُودِيَّةَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ......

وَأَيْضًا: فَالْانْحِنَاءُ عِنْدَ التَّحِيَّةِ سُجُودٌ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾(البقرة : ٥٨) أَيْ مُنْحَنِينَ، وَإِلَّا فَلَا

يُمْكِنُ الدُّخولُ عَلَى الْجِباهِ ...... وَالْمَقْصُودُ أَنَّ النُّفُوسَ الْجاهِلَةَ الضَّالَّةَ أَسْقَطَتْ عُبُودِيَّةَ اللّٰهِ سُبْحانَهُ، وَأَشْرَكَتْ فِيهَا مَنْ تُعَظِّمُهُ مِنَ الْخَلْقِ، فَسَجَدَتْ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَرَكَعَتْ لَهُ، وَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ قِيَامَ الصَّلَاةِ، وَحَلَفَتْ بِغَيْرِهِ، وَنَذَرَتْ لِغَيْرِهِ، وَحَلَقَتْ لِغَيْرِهِ، وَذَبَحَتْ لِغَيْرِهِ، وَطَافَتْ لِغَيْرِ بَيْتِهِ ...... وَسَوَّتْ مَنْ تَعْبُدُهُ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ، وَهٰؤُلَاءِ هُمُ الْمُضَادُّونَ لِدَعْوَةِ الرُّسُلِ، وَهُمُ الَّذِينَ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ، وَهُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ ...... :

﴿تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

''گمراہی کے علمبردار پیدا ہوئے......انہوں نے اپنے مریدوں سے چاہا کہ وہ ان کی عبادت بجا لائیں، انہیں قائل کیا کہ وہ ان کے لیے اپنے سر کے بال منڈوائیں، انہیں سجدے کریں، اس سجدے کو وہ کوئی دوسرا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو پیر کے سامنے سر رکھنا ہے۔ حالانکہ اللہ کی قسم! اللہ کو سجدہ کرنا بھی اس کے سامنے سر رکھنا ہی ہے۔ ان پیروں نے اپنے مریدوں کو قائل کیا کہ وہ ان کی نذر مانیں، ان سے توبہ کریں اور ان کے ناموں کی قسمیں اٹھائیں، یہ مریدوں کا پیروں کو رب اور معبود بنانا ہی تو ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ

تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(آل عمران: ۷۹۔۸۰) ''کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کرے، تو وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا کہ رب والے بن جاؤ، کیونکہ تم اس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو اور وہ تمہیں اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ربّ بنالو، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟'' سب سے اعلیٰ عبادت نماز ہے، ان پیروں، ملاؤں اور متکبر لوگوں نے نماز کو باہم اپنے لیے تقسیم کرلیا ہے۔ ان میں سے پیروں نے نماز کے سب سے اعلیٰ رکن یعنی سجدہ کو اپنے لیے اختیار کرلیا ہے اور ملاؤں نے اپنے لیے رکوع کرنے کو اختیار کیا ہے کہ جب کوئی ان سے ملتا ہے، تو اس کے لیے بالکل اسی طرح رکوع کرتا ہے، جس طرح نماز پڑھنے والا اپنے رب کے لیے رکوع کرتا ہے۔ ان میں سے متکبروں نے اپنے لیے قیام کا انتخاب کیا ہے، تمام آزاد اور غلام لوگ ان کے سروں کے پاس غلام بن کر کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بیٹھے ہوتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مقامات پر ان تینوں اُمور سے منع فرمایا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے: ''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے۔''

اس کا حرام ہونا دین کی بنیادی باتوں میں سے ہے، اسے غیر اللہ کے لیے جائز قرار دینا اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی ہے۔ نماز عبادت کی سب سے اعلیٰ

قسم ہے، تو جب یہ مشرک عبادت کی اس قسم کو بشر کے لیے جائز قرار دے رہا ہے، تو درحقیقت وہ غیر اللہ کی عبادت کو جائز قرار دے رہا ہے۔

پھر یہ بھی کہ ملاقات کے وقت جھکنے کو سجدہ کہتے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ (النّساء : ١٥٤) ''جھک کر دروازے سے داخل ہونا۔'' یعنی جھک کر، ورنہ پیشانی کے بل تو داخل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

مقصد یہ کہ جاہل اور گمراہ لوگوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کو ساقط کر دیا ہے اور اس میں مخلوق کو شریک کر لیا ہے، وہ غیر اللہ کو سجدے کرتے ہیں، ان کے سامنے رکوع کرتے ہیں، ان کے سامنے اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں، جس طرح نماز میں (اللہ کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں، غیر اللہ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں، نذر مانتے ہیں، ان کے لیے سر کے بال منڈواتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اور ان کے گھروں کا طواف کرتے ہیں۔

......جس مخلوق کی یہ عبادت کرتے ہیں، اسے رب العالمین کے برابر کر دیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں، جو رسولوں کی دعوت کے مخالف ہیں، انہوں نے مخلوق کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا، یہی وہ لوگ ہیں، جو (روز قیامت اپنے معبودوں سے) کہیں گے:...... ﴿تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الشُّعَراء : ٩٧-٩٨) ''اللہ کی قسم! یقیناً ہم کھلی گمراہی میں تھے، جب ہم نے (شرک کر کے) تمہیں رب العالمین کے برابر کر دیا تھا۔''

(زاد المَعاد : 4/146-148)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا وَضْعُ الرَّأْسِ عِنْدَ الْكُبَرَاءِ مِنَ الشُّيُوخِ وَغَيْرِهِمْ أَوْ تَقْبِيلُ الْأَرْضِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ فَإِنَّهٗ مِمَّا لَا نِزَاعَ فِيهِ بَيْنَ الْأَئِمَّةِ فِي النَّهْيِ عَنْهُ بَلْ مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ بِالظَّهْرِ لِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْهِيٌّ عَنْهُ.

''بزرگوں اور پیروں کے سامنے سر رکھنا یا زمین کو بوسہ دینا اور اس طرح کے دیگر اُمور ائمہ کے نزدیک بلا اختلاف ممنوع ہیں، بلکہ غیر اللہ کے سامنے (تعظیماً وتحیۃً واکراماً) جھکنا بھی ممنوع ہے۔''

(مَجموع الفَتاویٰ: 92/27)

❁❁❁❁❁❁❁

توہم پرستی

توحید اسلام کا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے۔ یہ انسان کے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا خوف نکال دیتا ہے۔ عقیدۂ توحید جس قدر کمزور ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی انسان مخلوقات سے ڈرنے لگتا ہے، حتی کہ مشرک مُردوں سے گھبراتا اور قبروں، حجروں اور شجروں سے خوف کھاتا ہے، کیونکہ انسان کا عقیدہ کمزور ہو، تو اس کا اعتماد اللہ تعالیٰ سے اٹھ جاتا ہے، وہ مخلوقات میں نفع ونقصان تلاش کرنے لگتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے متعلق فرمایا:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾

(المائدة : ٧٦)

”(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تمہارے نفع ونقصان کے مالک نہیں۔“

مطلب کہ تم انہیں نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر ان کی پرستش کر کے شرک میں مبتلا ہو رہے ہو، حالانکہ ان کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔ نفع ونقصان تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بت پرستی کے خلاف دلیل پیش کر رہے ہیں کہ تم بت اس لیے پوجتے ہو کہ ان سے نفع کی امید یا نقصان کا خوف رکھتے ہو، جبکہ وہ تمہیں نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا انہیں پوجنا بے کار ہے۔

انسان کو شرک کی طرف لے جانے والی اعتقادی کمزوریوں میں سے ایک توہم پرستی اور

اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کا نہ ہونا بھی ہے۔ تو ہم پرستی کا شکار انسان اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوقات پر اعتماد کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ چیز مجھے نقصان سے بچا سکتی ہے، یا نفع پہنچا سکتی ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ہنڈیا اُلٹا کر منڈیر پہ رکھ دی جاتی ہے، گاڑی کے ساتھ جوتا لٹکا دیا جاتا ہے تاکہ مکان یا گاڑی نظر بد سے محفوظ رہے، گویا کالی ہنڈیا اور جوتا نقصان سے بچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر جوتا گاڑی کے ساتھ لٹکا دیا جائے، تو وہ تو نظر بد سے بچا سکتا ہے، تو پاؤں میں جوتا ہونے کے باوجود نظر کیوں لگ جاتی ہے؟

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ہاتھ پاؤں میں لوہے کے کڑے یا چھلے پہنتے ہیں، کالے رنگ کا دھاگہ یا ربڑ ڈال لیتے یا انگوٹھی میں فیروزی رنگ کے پتھر جسے فیروزہ کہتے ہیں، کا نگینہ جڑوا کر پہنتے ہیں کہ ان کی وجہ سے آدمی مختلف بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، نیز جنات وشیاطین اور جادو وغیرہ بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔ ان سب چیزوں کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کئی چیزیں ایسی ہیں، جو بیماریوں کو دُور کر سکتی ہیں۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ﴾(الزُّمر : ۳۸)

''(اے نبی!) ان سے پوچھیے کہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے، تو یہ اسے رفع کر سکتے ہیں؟''

❁ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ نے قاصد بھیجا اور اسے فرمایا:

لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ .

''ہر اونٹ کی گردن سے تانت کا ہار کاٹ دیا جائے۔ یا فرمایا: (ہر قسم کا) ہار

کاٹ دیا جائے۔“

(صحیح البخاري : 3005، صحیح مسلم : 2115)

❁ راویٔ حدیث امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرٰی ذٰلِكَ مِنَ الْعَیْنِ .

”میرے خیال میں یہ (اونٹوں کی گردنوں میں رسیاں) نظر بد کی وجہ سے (باندھی جاتی) تھیں۔“

(صحیح مسلم : 2115، مؤطأ الإمام مالك : 207/2)

عرب میں توہم پرستی:

توہم پرستی کا سلسلہ عرصہ دراز سے قوموں میں چلا آرہا ہے اور اصلاح وہدایت کی راہ میں رکاوٹ بنا رہا ہے۔ عربوں کے اندر بھی بے شمار قسم کے اوہام وخرافات پائے جاتے تھے۔ جس طرح ہر قوم کے جہلا کا عقیدہ ہوتا ہے کہ فلاں دیوتا، فلاں پیر یا بزرگ کے خلاف اگر زبان سے کچھ نکلا، تو فوراً بلائیں آکر ہمیں لپیٹ لیں گی۔ عرب گھرانے بت خانوں اور صنم کدوں کا روپ دھار چکے تھے۔ دنیا کے تمام کام انہی بتوں سے متعلق سمجھے جاتے۔ مدتوں سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ فلاں بت کی پرستش یا خدمت گزاری میں اگر کوتاہی کی گئی، تو آسمان سے پانی برسنا بند ہو جائے گا، اولاد پیدا نہ ہو گی، باغوں میں پھل نہ پڑے گا۔ آغاز میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے خلاف وعظ شروع کیا، تو اکثر لوگوں نے (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاگل سمجھ لیا اور بعض کافر ازراہِ ہمدردی جھاڑ پھونک کرنے آئے۔

❁ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر اپنے قبیلے میں گئے اور لات وعزیٰ کی مذمت شروع کی، تو سارا قبیلہ خوف سے کانپ گیا، کہنے لگے: ضمام! انہیں برا نہ کہو، کہیں

تمہیں برص، جنون اور جذام کا مرض لاحق نہ ہو جائے۔

(مسند الإمام أحمد :250/1، 264-265، سنن الدّارمي : 660، سنن أبي داوٗد : 487، مُختصرًا، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۵۴/۳) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ **سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہونے کے بعد بصارت سے محروم ہو گئیں، تو کفار کہنے لگے کہ لات وعزیٰ نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔**

(معرفة الصحابة لأبي نُعَيم :7661، وسندہٗ حسنٌ)

❁ **طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اسلام کی دعوت دی، تو وہ کہنے لگی: دیکھئے! کہیں ہمیں ذوالشری بت برباد نہ کر دے۔**

(دلائل النّبوۃ لأبي نعيم :191، وسندہٗ صحيحٌ)

اسی طرح کا اظہار قوم ثمود کے متعلق بھی قرآنِ کریم نے نقل کیا ہے کہ جب ہود علیہ السلام نے انہیں دعوت توحید دی، تو وہ کہنے لگے:

﴿إِنْ نَّقُوْلُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوْءٍ﴾(هود : ٥٤)

''ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں پاگل کر دیا ہے۔''

توہم پرستی کی ایک دلیل کا جائزہ:

توہم پرستوں کے ہاں قرآن وسنت کے دلائل کارگر نہیں ہوتے، بلکہ ظاہری ومادی فوائد ونقصان ان کی دلیل ہوا کرتے ہیں۔ اگر کسی راسخ العقیدہ شخص کا کوئی نقصان ہو جائے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اس کو فلاں کی مار پڑ گئی ہے، حالانکہ کیا خود ان کا کبھی کوئی نقصان

نہیں ہوتا یا بیماری و پریشانی نہیں آتی؟ اگر آتی ہے، تو وہ کس کی مار ہوتی ہے؟ عرب بدو اسلام سے یہ توقعات وابستہ کر لیتے کہ وہ انہیں ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے گا۔ اگر کہیں ان کی توقعات کو ٹھیس پہنچتی، تو فوراً توہم پرستی کا شکار ہو جاتے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ، فَإِنْ وَّلَدَتِ امْرَأَتُهٗ غُلَامًا، وَنُتِجَتْ خَيْلُهٗ، قَالَ : هٰذَا دِينٌ صَالِحٌ، وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ، قَالَ : هٰذَا دِينُ سُوءٍ .

”کوئی شخص مدینہ میں آتا، تو اگر اس کی بیوی لڑکا جنتی اور اس کی گھوڑی بچہ دیتی، تو وہ کہتا کہ یہ نہایت عمدہ مذہب ہے۔ ایسا نہ ہوتا، تو کہتا کہ یہ نہایت برا مذہب ہے۔“

(صحيح البخاري : 4742)

❁ قرآنِ مجید کی یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَأَنَّ بِهٖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾(الحجّ : ١١)

”بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، اگر فائدہ پہنچے، تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر مصیبت آجائے تو فوراً روبرگشتہ ہو جاتے ہیں۔“

اگرچہ مخلصین اربابِ فہم پر اس قسم کی عارضی ناگواریوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا، تاہم عام لوگ توہم پرستی جن کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، وہ اس قسم کے اتفاقی واقعات سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ ایک بدو نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اتفاقاً دوسرے دن بیمار ہو گیا، تو بیعت توڑنا چاہی۔ آپ ﷺ نے تین بار منع کیا، لیکن اس نے اصرار کر کے

بیعت فسخ کردی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ، تَنْفِي خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طِيبُهَا .

”مدینہ آگ کی بھٹی کی طرح ہے، جو میل کو الگ کرتی اور حقیقی جوہر کو خالص کرتی ہے۔“

(صحيح البخاري : 7211، صحيح مسلم : 1383)

توہم پرستی کی مذمت پر احادیث:

الغرض زمانہ نبوت سے قبل عربوں میں بے شمار خرافات پائی جاتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے برملا اعلان فرمایا کہ ان کی کوئی اصل نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .

”نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔“

(صحيح البخاري : 5707، صحيح مسلم : 2220)

اہل عرب کا خیال تھا کہ بیماری متعدی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفی کی، تو ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک اونٹ کو خارش لگنے سے پورے ریوڑ کے اونٹ خارش زدہ کیوں ہوجاتے ہیں؟ فرمایا: اگر بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے، تو سب سے پہلے اونٹ کو کہاں سے لگی؟ یعنی اگر پہلے اونٹ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیماری آئی ہے، تو باقیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہیں آئی؟ اسی طرح جب وہ کام کے لیے گھر سے نکلتے، تو پرندہ اڑا کر فال لیتے تھے۔ دائیں طرف اُڑتا تو خوش ہوتے کہ کام ہوجائے گا اور اگر بائیں

طرف اُڑتا، تو واپس گھر آجاتے کہ کام نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی نفی فرمائی۔

ہامہ سے مراد یہ لیتے تھے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے، تو اس کی روح اُلو کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور چکر لگاتی ہے، جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بھی بدروحوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بھی نفی کی۔

اس طرح عرب صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے، بلکہ اس کو صفر کہنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ مہینہ خیر و برکت کے لحاظ سے ''صفر'' ہے۔ آپ ﷺ نے اسے بھی وہم قرار دیا اور اسے شرک کی ایک قسم کہا۔

وہ تمام اوہام جو عرب میں پھیلے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کا استیصال کیا۔ اوہام پرستی حقیقت میں قوموں کی تباہی کا ایک بڑا سبب ہوتی ہے۔ یہ اوہام حقیقت کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت سے کاموں میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ غور سے دیکھیں، تو ان کا سلسلہ شرک تک جا پہنچتا ہے اور انسان کو صحیح طریقِ عمل سے روک دیتے ہیں، مثلاً: بیماری میں طب کے قاعدے کے موافق علاج کیا جائے، تو مفید ہوگا، لیکن بہت سے لوگ وہم پرستی کی بنا پر ٹونے ٹوٹکے کو رافع مرض سمجھتے ہیں اور عاملین کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ان تمام اوہام کو تصریح اور یقین کے ساتھ باطل قرار دیا۔

① عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے، تو چاند یا سورج کو گرہن لگتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، تو سورج کو گرہن لگا ہوا تھا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ انہی کی وفات کا اثر ہے۔ جب آپ ﷺ نے یہ سنا، تو فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ .

''چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان کو

گرہن نہیں لگتا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1043، صحيح مسلم : 915)

توہم پرستی کا ایک منظر اس وقت دیکھنے کو ملا، جب پوری دنیا کا طویل ترین سورج گرہن ہوا۔ پاکستان میں جزوی طور پر سورج گرہن کا آغاز دس بج کر سترہ منٹ (10:17) پر ہوا اور تین بج کر آٹھ منٹ (03:08) تک جاری رہا۔ اس دوران کراچی کے ساحلی علاقوں میں بڑی تعداد میں لوگوں نے اپنے معذور بچوں کو ریت میں دبایا، جبکہ والدین اپنے بچوں کے قریب بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت اور تسبیح کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس عمل سے بچوں کی ذہنی اور جسمانی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں۔

② ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ستارہ ٹوٹا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ جاہلیت میں آپ اس کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ عرض کیا: ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ بڑے شخص کی پیدائش یا وفات پر ستارے ٹوٹتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ستارے نہیں ٹوٹتے۔

(صحيح مسلم : 2229)

③ زمانہ جاہلیت میں شیر خوار بچوں کے سرہانے استرا رکھ دیا جاتا کہ جنات ان کو نہ ستانے پائیں۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو ناپسند فرماتے تھے۔

(الأدب المُفرد للبخاري : 912، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 312/4 مختصرًا، وسندهٗ حسنٌ)

④ اہل عرب نظر بد سے بچنے کے لیے اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ کسی اونٹ کے گلے میں قلادہ نہ رہنے دیا جائے۔

❁ ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کام کے لیے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تندی وغیرہ کا کوئی قلادہ (ہار) نہ چھوڑا جائے، بلکہ اسے کاٹ دیا جائے۔"

(صحيح البخاري : 3005، صحيح مسلم : 2115)

جہلائے عرب پر تعجب کیوں؟:

جہلائے عرب میں ایسی خرافات موجود تھیں، تو تعجب کیوں؟ تعلیم سے ناآشنا لوگ اکثر تو ہم پرستی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ تعجب تو یہ ہے آج کل کے ماڈرن اور تعلیم یافتہ دَور میں بھی بے شمار خرافات ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ اگر مختلف علاقوں میں پائی جانے والی خرافات و توہمات کو دیکھا جائے، تو آج ہم اہل عرب سے آگے نظر آتے ہیں۔

کیا یہ وہی امت ہے، جسے سکھایا گیا تھا کہ نفع و نقصان صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کسی کو شفا دیتا ہے، تو کوئی جن، فرشتہ، انسان اور ادلتا بدلتا موسم اسے بیمار نہیں کر سکتا اور اگر وہ کسی کو بیمار کرنا چاہے، تو سارے حکیم و ڈاکٹر اور عامل مل کر اسے شفا نہیں دے سکتے۔ علاج کی اہمیت اور جائز عملیات کی افادیت سے انکار نہیں، مگر اللہ کا حکم اور مشیئت ہر چیز پر مقدم ہے۔ کوئی ماہر ترین ڈاکٹر اور مہنگی سے مہنگی دوا مریض کی حالت میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں لا سکتی، اگر اللہ کا حکم اور مرضی نہ ہو اور اگر وہ شفا کا فیصلہ فرما دے، تو خاک کی چٹکی اور پانی کے گھونٹ سے شفا مل جاتی ہے۔

کیا یہ وہی امت ہے کہ جسے سمجھایا گیا تھا کہ سورج اور چاند، زمین و آسمان، سمندر اور دریا سب اللہ کے حکم کے سامنے بے بس ہیں۔ ان کا طلوع و غروب، حرکت اور سکون، روانی اور ٹھہراؤ، ان کے اپنے اختیار میں نہیں، ان کا مالک چاہے، تو گہرے سمندر کو پایاب کر

دے اور اس کا حکم ہو، تو خشک اور جامد پتھروں سے چشمے جاری کر دے۔ ایمان کی یہی پختگی تھی کہ جس نے مسلمانوں کو صدیوں کے توہمات سے نجات دے دی۔

بعض مسلمان دوبارہ جاہلانہ توہمات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ نجومیوں، جوگیوں، دست شناسوں اور پیشہ ورانہ عاملوں کے آستانے ان ہی اوہام پرستوں کی وجہ سے آباد ہیں۔

توہم پرستی کی چند مثالیں:

زمانہ اسلام سے قبل کے عرب معاشرے میں پائی جانے والی تمام خرافات آج بدرجہ اَتم موجود ہیں، مثلاً صفر کے ساتھ ساتھ محرم کے مہینے میں شادی بیاہ کرنے یا کوئی اور خوشی منانے کو غلط سمجھنا کہ یہ سوگ کا مہینہ ہے۔ اگر اس ماہ میں کوئی شادی کی، تو نقصان ہو جائے گا۔ پرندوں اور جانوروں اور ان کی بولیوں سے نحوست لینا، کوا چھت کی منڈیر پر آ بیٹھے اور بولنے لگ جائے، تو سمجھنا کہ کوئی مہمان آ رہا ہے، چھینک آ گئی، تو کوئی یاد کر رہا ہے، بوقت صبح دکانداروں کا کسی کو ادھار سودا نہ دینا کہ اس طرح سارے دن کی برکت ختم ہو جاتی ہے، مرغی بانگ دینے کے جرم میں ذبح کی سزاوار ٹھہرتی ہے۔

کالی بلی راستہ کاٹ جائے، تو منحوس سمجھنا، بچوں کے سروں پر بالوں کی لٹ چھوڑ دینا کہ یہ فلاں پیر صاحب کے نام کی ہے۔ اگر اس کو کاٹا جائے گا، تو بچہ مر جائے گا یا نقصان ہو جائے گا۔ جانوروں کی گردنوں میں رنگ برنگ کی چادریں اور دھاگے باندھ کر درباروں اور مزاروں کے نام پر چھوڑ دینا اور سمجھنا کہ اگر ان کو کسی نے ہاتھ لگایا، تو اس کا نقصان ہو جائے گا۔ درباروں اور مزاروں سے کوئی چیز اٹھانے یا وہاں کے درختوں سے کوئی چیز توڑنے کو نقصان کا ذریعہ سمجھنا، آنکھ کی پھڑ پھڑاہٹ کو مصائب کی دستک سمجھنا، جمعہ کے دن عید آ جائے، تو اس کو بھاری سمجھنا، دلہنوں کو گھر میں داخل کرتے اور رخصت کرتے وقت

عجیب وغریب امور، مثلاً دروازے پر تیل گرانا، سر پر قرآن کا سایہ کرنا، پاؤں کے نیچے روئی دھرنا، دلہن کے پاس لوہا رکھنا وغیرہ، حاملہ عورت یا نومولود بچے کی ماں کو فوتگی والے گھر نہ جانے دینا یا اپنے گھر کسی کو نہ آنے دینا، نومولود کے سرہانے چھری وغیرہ رکھنا، دلہن کے آتے ہی اگر گھر میں کوئی نقصان ہو جائے، تو اسے منحوس سمجھنے لگنا، کسی دن بالخصوص منگل کے دن کسی کام کی ابتدا نہ کرنا، جنات نکالنے کے لیے عجیب وغریب طریقے اختیار کرنا، نجومیوں، ساحروں اور کاہنوں سے قسمت آزمائی کرانا اس پر مستزاد ہے۔

یہ ایسا عمل ہے کہ پوری قوم فیشن کی طرح اس کو اپناتی ہے۔ اخبارات میں باقاعدہ ہفتہ وار ''آپ کا دن کیسا گزرے گا؟'' کے عنوان سے پورے پورے صفحہ کا کالم چھپتا ہے، جس میں قسمت کا حال بتایا جاتا ہے، حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتٰی کَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُولُ، فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَی مُحَمَّدٍ .

''جو کاہن یا عراف کے پاس گیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 429/2، السنن الکبریٰ للبَیْهقي : 135/8، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۸) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةٌ أَرْبَعِینَ لَیْلَةً .

”جو کسی عراف کے پاس آیا، اس سے کسی چیز کے بارے میں معلوم کیا، تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

(صحيح مسلم : 2230)

جو شخص کسی نجومی یا کاہن کو سچا خیال کرتا ہے، پھر اس سے مستقبل کے کسی واقعہ کی خبر لینے کے لیے گیا، تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اگر کاہن و نجومی کی بات پر یقین بھی کر لیا، تو کافر ہو جائے گا۔

کاہن اس شخص کو کہا جاتا ہے جو غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس کے کئی طریقے آج کل موجود ہیں، مثلاً ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بتانا، ستاروں کے ملاپ سے مقدر معلوم کرنا، قرآنی فالنامے اور طوطوں کے ذریعے قسمت نکالنا، زمین پر لکیریں کھینچنا وغیرہ۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ .

”جس نے علم نجوم سیکھا، اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، جیسے جیسے یہ علم بڑھتا جائے گا، جادو بڑھتا جائے گا۔“

(سنن أبي داود : 3905، سنن ابن ماجه : 3726، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ نووی نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(رياض الصّالحين : 236/2)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ،

وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

”سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا:

① اللہ کے ساتھ شرک، ② جادو، ③ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا، ④ سود کھانا، ⑤ یتیم کا مال کھانا، ⑥ لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا، ⑦ پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔“

(صحيح البخاري : 2766، صحيح مسلم : 2874)

ہمارے ہاں پائے جانے والی ایک بدترین توہم پرستی، جو انسان کو شرک تک پہنچا دیتی ہے، یہ ہے کہ کسی درخت یا جانور وغیرہ کو بابرکت سمجھ کر اس کے ساتھ دھاگے باندھنا، بچوں کو اس پر بٹھانا یا اپنی کوئی چیز اس کے ساتھ لٹکانا، جیسا کہ قبر پر کھڑے درخت کو دیکھا جائے تو بے شمار دھاگے، پرانے کپڑے اور مختلف چیزیں اس کے ساتھ لٹکی نظر آتی ہیں۔

بعض لوگ مزاروں پر لگے درختوں کے نیچے جھولیاں پھیلا کر بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی پتہ ہماری جھولی میں گرے گا، تو اولاد ہوگی۔ اکثر محرم کے مہینے میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں سیاہ علم لہراتے ہیں یا اپنے بچوں کو گھوڑے پر بٹھاتے ہیں اور اس کے ساتھ پھولوں وغیرہ کے ہار لٹکاتے ہیں اور اسے خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

❀ سنان بن ابی سنان دؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ ـ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ : لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ مَكَّةَ، خَرَجَ

بِنَا مَعَهُ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتّٰى مَرَرْنَا عَلٰى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ، سِدْرَةٌ يَّعْكُفُونَ حَوْلَهَا، وَيَدْعُونَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، إِنَّهَا السُّنَنُ، هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى : اِجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ، قَالَ : إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّكُمْ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ.

''میں نے صحابی رسول سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا، تو آپ ہمیں اپنے ساتھ قبیلہ ہوازن کی طرف لے گئے۔ ہم کفار کی ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے، جس کے پاس وہ مجاوری کرتے تھے اور اسے ''ذاتِ انواط'' کا نام دیتے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! جس طرح کفار کی ذاتِ انواط ہے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ سابقہ اُمتوں کے طریقے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیں، جیسے کفار کے معبود ہیں اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: آپ لاعلم لوگ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور چلیں گے۔''

(صحيح ابن حبان : 6702، السّنة للمَروزي : 40، وسندهٗ صحيحٌ)

اندازہ کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نومسلم صحابہ کے مطالبہ کو صرف ردّ ہی نہیں کیا،

بلکہ مشرکین کے عمل سے تشبیہ دی تا کہ پتا چل جائے کہ ایسے امور شرک میں داخل ہیں۔ یہ احکامات ان لوگوں کے لیے ہیں، جو مختلف قسم کی خرافات اور اوہام میں مبتلا ہیں۔

توکل کرنے والوں کے لیے خوشخبری:

ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری دی ہے، جو بدعقیدگی کا باعث بننے والے تمام امور سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل یقین رکھتے ہیں۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے ستر ہزار افراد جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں، جو جنت میں بغیر حساب کے چلے جائیں گے؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں، جو دم نہیں کرواتے، داغ نہیں لگواتے، نحوست نہیں پکڑتے اور اپنے رب پر کامل یقین اور توکل رکھتے ہیں۔''

(صحيح البخاري: 5705، صحيح مسلم: 218)

غور کیجیے کہ دَم کروانا اور داغ لگوانا اگرچہ شرعاً جائز ہے، مگر پھر بھی نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کو اس فضیلت میں شامل نہیں کیا، تو اندازہ کریں کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو طرح طرح کی خرافات میں مبتلا ہیں؟

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں راسخ العقیدہ مسلمان بنائے اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے، آمین!

ذلت ونکبت کا اتنا ہی وہ ہوتا ہے شکار
جس کا جتنا لگاؤ فتنہ اوہام سے

❁❁❁❁❁❁❁

نبیٔ اُمی

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری دم تک اُمی (اَن پڑھ) رہے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ وصف جمیل پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں بھی مذکور تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا تاکہ اہل باطل کو بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

❀ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ التَّحْقِيقِ : وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أُمِّيًّا مِنْ أَكْبَرِ مُعْجِزَاتِهٖ، وَأَعْظَمِهَا .

''محققین فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا اُمی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے۔''

(تفسیر الخازن : 257/2)

❀ روز قیامت تمام انبیائے کرام فرمائیں گے:

كُلُّنَا نَبِيٌّ أُمِّيٌّ . ''ہم سب اُمی نبی ہیں۔''

(صحیح ابن حبان : 6480، وسندہٗ حسنٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) نے حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) سے نقل کیا ہے:

مِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ رَجُلًا أُمِّيًّا، لَا يَخُطُّ كِتَابًا بِيَدِهٖ، وَلَا يَقْرَؤُهٗ .

''نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ اُمی آدمی تھے، آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتے تھے، نہ ہی اسے پڑھ سکتے تھے۔''

(الاعتقاد، ص 347)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ أُمِّيٌّ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُحْسِنُ الْكِتَابَةَ .

''نبی کریم ﷺ اُمی تھے، کیونکہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔''

(تفسير ابن كثير :275/1)

۞ علامہ زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أُمِّيًّا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اُمی تھے۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه :410/1)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مُحَمَّدًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِحَالِهِ كَانَ أُمِّيًّا .

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ محمد ﷺ اُمی تھے۔''

(الجواب الصّحيح : 72/2)

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(الأعراف : ١٥٨)

’’تم اللہ تعالیٰ اور اس اُمی نبی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تا کہ تم ہدایت پا سکو۔‘‘

❀ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾(العنکبوت : ٤٨)

’’(اے نبی!) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے، نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔‘‘

❀ اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

’’اے محمد! آپ قرآن کے نزول سے پہلے اپنی قوم میں ایک عرصہ رہے ہیں، آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے، بلکہ آپ کی قوم اور دوسری قوموں کا ہر آدمی جانتا ہے کہ آپ اُمی ہیں، لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی صفت بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(الأعراف : ١٥٧)’’وہ لوگ جو اُمی نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی کیفیت رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے ایک سطر اور ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کاتبین تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وحی اور دوسرے علاقوں کی طرف

خطوط لکھتے تھے۔‘‘(تفسیر ابن کثیر : 285/6)

چونکہ بعض لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ ان پڑھ نہیں تھے، لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لہٰذا وہ اس آیت کریمہ سے ایک شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ ’’یہاں قرآنِ کریم نے کتابیں پڑھ سکنے‘‘ کی نفی اور ’’اپنے ہاتھ سے لکھنے‘‘ کی نفی صرف نزولِ قرآن سے پہلے زمانہ کے لیے کی ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد آپ بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔‘‘

یہ انتہائی کمزور استدلال ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

لَوْ كُنْتَ تُحْسِنُهَا لَارْتَابَ بَعْضُ الْجَهَلَةِ مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُ: إِنَّمَا تَعَلَّمَ هٰذَا مِنْ كُتُبٍ قَبْلَهٗ مَأْثُورَةٍ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ، مَعَ أَنَّهُمْ قَالُوا ذٰلِكَ مَعَ عِلْمِهِمْ بِأَنَّهٗ أُمِّيٌّ لَا يُحْسِنُ الْكِتَابَةَ: ﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا﴾(الفرقان: ۵)

’’یعنی اے نبی! اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک میں پڑ جاتے اور کہتے کہ آپ تو پہلے انبیاء کی منقول کتب سے یہ چیزیں سیکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ امی ہیں، لکھ نہیں سکتے، یہ کہہ دیا تھا: ﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا﴾ (الفرقان: ۵) ’’کافروں نے کہا کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں، جو اس کو صبح و شام لکھوائے جاتے ہیں۔‘‘(تفسیر ابن کثیر : 286/6)

آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین و کفار کے ردّ و جواب میں فرما رہے ہیں کہ جب یہ حقیقت آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نزولِ قرآن سے پہلے نبی اکرم ﷺ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، تو قرآن کے نازل ہونے کے بعد آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ''قرآن پہلوں کی جھوٹی باتیں ہیں۔ وہ خود لکھ لیتا ہے۔ صبح و شام اس کو لکھوائی جاتی ہیں۔'' کیونکر درست ہے؟

جب نزولِ قرآن سے پہلے آپ ﷺ امی (ان پڑھ) تھے تو نزول کے بعد قرآن خود کیسے لکھ لیتے ہیں؟ اور پہلی کتابوں کا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں؟ چونکہ یہ دلیل مخالف کفار کو بھی تسلیم تھی، اس لیے اسے ذکر کر دیا۔ جو دلیل مخالف کو بھی تسلیم ہو، وہ زیادہ مؤثر اور مقبول ہوتی ہے۔ افہام و تفہیم کی بہتر صورت یہی تھی، اس لیے اس کو اختیار کیا گیا۔

یہ نہیں فرمایا کہ آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے ہیں، کیونکہ اس کے برعکس مخالف کہہ سکتے تھے کہ آپ قرآن خود لکھ لیتے ہیں، اس سے تصادم بڑھ جاتا، مسلّم دلیل پیش کی گئی۔

بعض لوگ کفار کی تقلید میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے بعد نبیٔ اکرم ﷺ پڑھ لکھ لیتے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس رسول پر ایسی کتاب اترے، جس میں تقریباً ایک لاکھ تک کی گنتی ہو، تقسیمِ میراث کا حساب و کتاب ہو، زکوٰۃ و مالِ غنیمت کی تقسیم کا قانون ہو، کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ تو پڑھ سکے، نہ لکھ سکے؟

اہل حق کہتے ہیں کہ یہی تو معجزہ ہے، جس کے انکار کے لیے آپ ظن و تخمین پیش کرتے ہیں۔ یہ نبیٔ اکرم ﷺ پر افترا و بہتان ہے اور قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کی تکذیب ہے۔ اہل علم و عقل کی مخالفت ہے۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَتبُوا الْكِتَابَ، كَتبُوا : هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالُوا : لَا نُقِرُّ لَكَ بِهٰذَا، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا، وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ : أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : امْحُ رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ عَلِيٌّ : لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ، فَكَتَبَ : هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ .

”جب مسلمانوں اور مشرکین نے معاہدہ لکھا، تو صحابہ نے لکھ دیا: یہ وہ معاہدہ ہے، جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ اس پر مشرکین نے کہا: ہم اسے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو مکہ سے نہ روکتے، آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور عبد اللہ کا بیٹا بھی ہوں، پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ کا نامِ نامی نہیں مٹا سکتا! آپ ﷺ نے اس تحریر کو پکڑا اور لکھ دیا: یہ وہ معاہدہ ہے، جو محمد بن عبد اللہ نے کیا ہے۔“

(صحيح البخاري : 4251)

یہ مجاز ہے۔ کام کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے، جس سے کام صادر نہ ہوا۔ یہاں لکھنے کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کر دی گئی ہے۔ یہ اسی قبیل سے ہے، جیسے بَنٰی أَمِيرُ الْمَدِينَةَ ”امیر نے شہر کی تعمیر کی۔“ جبکہ اس نے خود تعمیر نہیں کی ہوتی، بلکہ اس

کے حکم سے تعمیر ہوتی ہے، لیکن اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔

❁ صلح حدیبیہ کے قصہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ، إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، اُكْتُبْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ .

''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ محمد بن عبداللہ لکھ دیجئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 330/4، صحيح البخاري :3731-3732)

یہ دونوں حدیثیں نص قطعی ہیں کہ کَتَبَ کا معنی مجازی ہے۔ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا تھا، نہ کہ خود لکھا تھا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ، قَالُوا : لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ لَاتَّبَعْنَاكَ، وَلٰكِنِ اكْتُبِ اسْمَكَ وَاسْمَ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ .

''محمد رسول اللہ لکھئے، کفار نے کہا: اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہوتے، تو ضرور آپ کی پیروی کر لیتے، آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لکھئے: محمد بن عبداللہ کی طرف سے......''

(صحيح مسلم : 1784)

❁ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا مَعْنٰى «كَتَبَ» أَيْ أَمَرَ أَنْ يُكْتَبَ، وَكَانَ الْكَاتِبُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ .

’’بلاشبہ لکھنے سے مراد یہاں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔اس دن کاتب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔‘‘

(الرَّوْضُ الْأُنُف : 486/6)

❁ اس پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

امْحَ رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ : وَاللّٰهِ لَا أَمْحَاهُ أَبَدًا، قَالَ : فَأَرِنِيهِ، قَالَ : فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ .

’’رسول اللہ کا لفظ مٹادیں،علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں مٹاؤں گا،فرمایا، مجھے یہ لفظ دکھائیں،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ الفاظ آپ ﷺ کو دکھائے،تو نبی ٔاکرم ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ مٹادیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 3184، صحيح مسلم : 1783)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

’’اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ راوی کا یہ کہنا: أَخَذَ الْكِتَابَ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ ’’آپ ﷺ نے تحریر کو پکڑا، حالانکہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔‘‘ آپ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کے لیے ہے کہ مجھے وہ کلمہ دکھائیں،آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے،اسی لیے تو آپ ﷺ اس بات کے محتاج ہوئے کہ آپ ﷺ کو وہ کلمہ دکھایا جائے،جس کو مٹانے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ رک گئے تھے۔‘‘(فتح الباري : 504/7)

تنبیہ:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کو بعض کلمات لکھنا آتے تھے اور آپ نے

صلح حدیبیہ کے موقع پر خود اپنا اسم گرامی لکھا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اُمی ہی تھے (تذکِرۃ الحُفّاظ : ۲۲۰/۲) مرجوح ہے، کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا اسمِ گرامی لکھنے کا حکم دیا تھا، خود نہیں لکھا تھا۔

فائدہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ .

”ہم اَن پڑھ لوگ ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے، مہینہ اتنا اتنا ہوتا ہے، آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ مہینہ کبھی انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کبھی تیس۔“

(صحيح البخاري : 1913، صحيح مسلم : 1080)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے دور کے اکثر لوگوں کا حال بیان ہوا ہے کہ وہ اَن پڑھ تھے یا اس سے مراد خود نبیٔ اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

تنبیہ بلیغ:

مشہور منکر حدیث تمنا عمادی پھلواروی نے اس حدیث کے راوی اسود بن قیس عبدی کوفی، جو کہ بالاتفاق ثقہ ہیں، کو اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی بنا کر زبان درازی کی ہے۔

(نبی اُمی، ص21)

ایسے لوگوں کو روز آخرت سے ڈر جانا چاہیے، کہ جب اللہ تعالیٰ تمام کذب بیانیوں اور خیانتوں کا حساب لے گا۔

فائدہ:

❀ عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَرَأَ وَكَتَبَ .

''نبی کریم ﷺ وفات سے پہلے پڑھنا لکھنا جان چکے تھے۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 265/4، سِيَر أَعلام النُّبَلاء للذّهبي : 190/14)

سند ضعیف و مرسل ہے۔

① مجالد بن سعید ''ضعیف'' ہے۔

فتح الباری (۷/۵۰۴) وغیرہ میں مجالد کی تصحیف مجاہد سے ہوگئی ہے۔

② ابو عقیل یحییٰ بن متوکل ضعیف ہے۔

③ عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ تابعی ہیں، وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیسے خبر دے سکتے ہیں؟

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ وَفِي رُوَاتِهٖ جَمَاعَةٌ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجْهُولِينَ .

''یہ حدیث منقطع (مرسل) ہے، اس میں کئی ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔''

(السّنن الکبریٰ : 43/7)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ . ''یہ ضعیف ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 62/5)

الحاصل:

رسول اللہ ﷺ اُمی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔

غیر اللہ کی قسم

اللہ کی قسم کھانا اس کی تعظیم ہے۔جب آپ کسی اور کی قسم کھاتے ہیں تو اسے اللہ کی تعظیم میں شریک بنا لیتے ہیں، یہ توحید کے منافی ہے۔اس لئے اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔نیز یہ حرام، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْحَلِفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ وَلَا عَلٰى حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ وَهٰذَا أَمْرٌ مُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ .

”کسی بھی صورت یا کسی بھی حال میں غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں، اس پر اجماع ہے۔“

(التّمهيد لما فى المؤطّا من المَعانى والأسانيد : 336/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : السِّرُّ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ اللَّهِ أَنَّ الْحَلِفَ بِالشَّيْءِ يَقْتَضِي تَعْظِيمَهٗ وَالْعَظَمَةُ فِي الْحَقِيقَةِ إِنَّمَا هِيَ لِلّٰهِ وَحْدَهُ .

”اہل علم کہتے ہیں کہ کسی چیز کی قسم اٹھانا اس کی تعظیم اور عظمت کا اقرار ہے اور حقیقی عظمت صرف اللہ کے لئے ہے، اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے۔“

(فتح الباري : 351/11)

❁ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ سفر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو باپ کی قسم کھاتے سنا، تو فرمایا:

اَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .

’’اللہ نے آبا و اجداد کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، چنانچہ جس نے قسم کھانی ہو، وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش ہو رہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 6646، صحيح مسلم : 1646)

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

’’نہ اپنے آبا کی قسمیں کھاؤ اور نہ ہی بتوں کی۔‘‘

(صحيح مسلم : 1648)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ : فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا .

’’بلاشبہ اللہ نے آباء و اجداد کی قسم اٹھانے سے منع کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے، تب سے میں نے ماں باپ کی قسم نہیں اٹھائی، جان بوجھ کر نہ نقل کرتے ہوئے۔‘‘

(صحيح البخاري : 6647، صحيح مسلم : 1646)

❁ قتیلہ بنت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا:

إِنَّكُمْ تُنَدِّدُونَ، وَإِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ: وَالْكَعْبَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَيَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ شِئْتَ.

''آپ غیر اللہ کی پکار کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں، آپ کہتے ہیں: جو اللہ نے چاہا اور جو آپ نے چاہا، آپ کہتے ہیں، کعبہ کی قسم! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ قسم اٹھانے کا ارادہ ہو، تو یوں کہیں: کعبہ کے رب کی قسم! صحابہ اس کے بعد یوں کہتے تھے کہ جو اللہ نے چاہا، پھر آپ نے چاہا۔''

(مسند الإمام أحمد: 371/6، سنن النّسائي: 3773، وسنده حسنٌ)

امانت کی قسم کھانے کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا.

''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 352/5، سنن أبي داوٗد: 3253، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (4363) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (298/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

امانت اللہ کی صفت نہیں، بلکہ مخلوق ہے۔ ثابت ہوا مخلوق کی قسم کھانا ممنوع ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهٖ : وَاللَّاتِ وَالعُزّٰى، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

”جس نے لات وعزیٰ کی قسم اٹھائی، تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔“

(صحيح البخاري : 4860، صحيح مسلم : 1647)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ سَبَقَ لِسَانُهٗ فِي ذٰلِكَ، كَمَا كَانَتْ أَلْسِنَتُهُمْ قَدِ اعْتَادَتْهُ فِي زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ .

”زمانہ جاہلیت میں چوں کہ ایسی قسمیں عادت بن چکی تھیں، اس لئے فرمایا گیا کہ حسب عادت اگر ایسا کلمہ زبان سے نکل جائے، تو لا الہ الا اللہ پڑھ لیں۔“

(تفسير ابن كثير : 30/4)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ كَانَ فِي الصَّحَابَةِ مَنْ هُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِالْحِلْفِ بِهَا قَبْلَ إِسْلَامِهٖ فَرُبَّمَا سَبَقَ لِسَانُهٗ إِلَى الْحِلْفِ بِهَا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَادِرَ بِقَوْلِ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لِيُكَفِّرَ بِذٰلِكَ مَا سَبَقَ إِلٰى لِسَانِهٖ .

”بعض صحابہ چونکہ نومسلم ہونے کی وجہ سے غیر اللہ کی قسمیں اٹھانے کے زمانہ کے قریب تھے، اس لئے بسا اوقات ان کے زبان سے ایسی قسم نکل جاتی تھی، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ فورا لا الہ الا اللہ کہہ دیں، سبقت لسانی کا

کفارہ بن جائے گا۔‘‘

(الکبائر، ص 101)

✿ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ بِلَا قَصْدٍ بَلْ عَلٰی طَرِيقِ جَرْيِ الْعَادَةِ بَيْنَهُمْ لِأَنَّهُمْ كَانُوا قَرِيبِي عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) اسْتِدْرَاكًا لِمَا فَاتَهٗ مِنْ تَعْظِيمِ اللّٰهِ تَعَالٰی فِي مَحَلِّهٖ وَنَفْيًا لِمَا تَعَاطٰی مِنْ تَعْظِيمِ الْأَصْنَامِ صُورَةً وَأَمَّا مَنْ قَصَدَ الْحَلِفَ بِالْأَصْنَامِ تَعْظِيمًا لَهَا فَهُوَ كَافِرٌ نَعُوذُ بِاللّٰهِ.

’’اس سے مراد وہ قسم ہے، جو بلا ارادہ منہ سے نکل جائے، وہ لوگ چوں کہ نئے نئے مسلمان تھے، اس لئے انہیں حکم ہوا کہ ایسی صورت میں فورا لا الہ الا اللہ پڑھ لیں، یہ بتوں کی اس تعظیم کا کفارہ ہو جائے گا، جو بلا ارادہ منہ سے نکل گئی اور اللہ کی تعظیم کا اقرار ہو جائے گا جو پہلے نہیں ہو سکا۔ رہا جان بوجھ کر غیر اللہ کی قسم اٹھانے کا مسئلہ، تو یہ کفر ہے، اللہ محفوظ رکھے۔‘‘

(حاشية السّندي على سنن النسّائي :645/1)

✿ سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ رَجُلًا عِنْدَهٗ مِنْ كِنْدَةَ، فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ : فَجَاءَ الْكِنْدِيُّ فَزِعًا فَقَالَ : جَاءَ ابْنَ عُمَرَ رَجُلٌ فَقَالَ : أَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ، فَقَالَ : لَا، وَلٰكِنِ

احْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ، فَإِنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ .

''میں اور کندہ قبیلے کا ایک شخص سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محفل میں تھے، میں وہاں سے اٹھ کر سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی مجلس میں آ گیا، اتنے میں کندی بھی چلا آیا، وہ ڈرا ہوا تھا، کہنے لگا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں کعبہ کی قسم کھاتا ہوں، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما کہنے لگے کعبہ کی نہیں، رب کعبہ کی قسم کھائیے۔ (ایک دفعہ کی بات ہے کہ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی قسم کھائی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ کی قسم مت کھائیے، کیونکہ غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 87/2، 125، السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 29/10)

✿ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : مَنْ قَالَ فِي حَلِفِهٖ : وَاللَّاتِ، وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ : هٰذَا مِثْلُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : إِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لات وعزی کی قسم کھا بیٹھے، تو فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا

کہ ریا شرک ہے۔ان دونوں احادیث کا مطلب ایک ہی ہے۔‘‘

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1535)

❁ **قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

’’طاغوت کی اور آباء کی قسم مت اٹھائیں۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 12285، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:**

لٰكِنَّهٗ أُرِيدَ أَنْ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُحْلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَانَ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ جَعَلَ مَنْ حَلَفَ بِهٖ كَمَا اللّٰهِ تَعَالٰى مَحْلُوفًا بِهٖ وَكَانَ بِذٰلِكَ قَدْ جَعَلَ مَنْ حَلَفَ بِهٖ أَوْ مَا حَلَفَ بِهٖ شَرِيكًا فِيمَا يَحْلِفُ بِهٖ، وَذٰلِكَ عَظِيمٌ فَجُعِلَ مُشْرِكًا بِذٰلِكَ شِرْكًا غَيْرَ الشِّرْكِ الَّذِي يَكُونُ بِهٖ كَافِرًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى خَارِجًا مِنَ الْإِسْلَامِ .

’’مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا درست نہیں، غیر اللہ کی قسم کھانے والا، اسے قسم میں اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے۔تو گویا غیر اللہ کی قسم کھانے والے نے شرک کا ارتکاب کیا،لیکن یہ شرک وہ نہیں، جس سے انسان کافر ہو جائے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔‘‘

(مشكل الآثار : 297/2)

مطلب یہ کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے والا، شرک اصغر کا مرتکب ہے، جو کہ حرام وممنوع ہے۔اس سے انسان اسلام سے خارج نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اعتقادی شرک نہیں۔

۞ **علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:**

أَرَادَ بِقَوْلِهٖ : قَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ، شِرْكُ الْأَعْمَالِ وَكُفْرُهَا وَلَيْسَ الْمُرَادُ شِرْكُ الْاِعْتِقَادِ وَلَا كُفْرُهٗ .

''یہاں اعمال کا کفر وشرک مراد ہے، نہ کہ اعتقاد کا۔''

(عارضة الأحوذي : 19/7)

۞ **علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:**

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ سَيِّئَةٌ، وَالْحَسَنَةُ تَمْحُو السَّيِّئَةَ، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً، فَأَتْبِعْهَا حَسَنَةً تَمْحُهَا، وَلِأَنَّ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَقَدْ عَظَّمَ غَيْرَ اللّٰهِ تَعْظِيمًا يُشْبِهُ تَعْظِيمَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَلِهٰذَا سُمِّيَ شِرْكًا؛ لِكَوْنِهٖ أَشْرَكَ غَيْرَ اللّٰهِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي تَعْظِيمِهٖ بِالْقَسَمِ بِهٖ، فَيَقُولُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، تَوْحِيدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَبَرَاءَةً مِنَ الشِّرْكِ .

''غیر اللہ کی قسم گناہ ہے اور نیکی گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ ''نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گناہ ہو جائے، تو ساتھ نیکی بھی کر لیں، گناہ مٹ جائے گا۔'' چوں کہ غیر اللہ کی قسم کھانے والا، اللہ کی تعظیم میں اسے شریک بنا دیتا ہے۔ اسی لئے غیر اللہ کی قسم کو شرک کہا گیا ہے۔ یہ قسم کھا بیٹھیں، تو فوراً لا

الہ الا اللہ کہہ دیں، شرک سے براءت کا اعلان ہو جائے گا۔''

(المُغني : 438/13)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرُوا إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ عَلٰى ذٰلِكَ بَلْ ذٰلِكَ شِرْكٌ مَّنْهِيٌّ عَنْهُ .

''اہل علم نے غیر اللہ کی قسم کے ناجائز ہونے پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے، بلکہ یہ ممنوع شرک ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ :290/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَحْلِفَ بِمَخْلُوقٍ كَالْكَعْبَةِ وَنَحْوِهَا .

''علماء کا اتفاق ہے کہ مخلوق مثلاً کعبہ وغیرہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ : 398/3)

تنبیہ بلیغ:

❀ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، امور اسلام سے متعلق سوال کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی، تو کہنے لگا: میں اس سے زیادہ کروں گا نہ کم، فرمایا:

أَفْلَحَ، وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ .

''اگر سچا ہے، تو اس کے باپ کی قسم! یہ کامیاب ہو گیا۔''

(صحیح مسلم :11)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کون سا صدقہ اجر کے لحاظ سے افضل ہے؟ فرمایا:

أَمَا وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّهُ أَنْ تَصَدَّقَ ....

”آپ کے باپ کی قسم! آپ کو اس بات سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ صدقہ کریں......۔“

(صحیح مسلم : 1032)

قصداً غیر اللہ کی قسم اٹھانا اسلام کے کسی دور میں جائز نہیں رہا، البتہ ابتدائے اسلام میں اگر کوئی بلا قصد وارادہ مخلوق کی قسم اٹھالیتا، تو مواخذہ نہیں تھا، بعد میں بغیر ارادے کے قسم اٹھانا بھی ممنوع ہو گیا۔ اب اگر کوئی بلا ارادہ بھی غیر اللہ کی قسم کھائے گا، تو گناہ گار ہے اور توبہ لازم ہے۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا مخلوق کی قسم اٹھانا، تو یہ ابتدائے اسلام کی بلا قصد قسموں میں سے ہے، جن سے بعد میں منع کر دیا گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁

قرآن کریم کی قسم

قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے۔قرآن اللہ کا کلام ہے، اسمائے حسنیٰ کی طرح صفات باری تعالیٰ کی بھی قسم اٹھائی جاسکتی ہے۔احادیث میں کلمات الٰہیہ کی پناہ میں آنے کا ثبوت ملتا ہے۔جب ان کی پناہ میں آنا جائز ہے،تو ان کی قسم بھی جائز ہے۔قرآن بھی اللہ کی صفت ہے،لہٰذا اس کی قسم اٹھانا جائز ہے۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ عَلٰى مَا وَصَفَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ مِنْ حُكْمِ الْكَفَّارَةِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَهْلِ الْفُرُوعِ وَلَيْسُوا فِي هٰذَا الْبَابِ بِخِلَافٍ وَّأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ تَصْرِيحَ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ هُوَ قَوْلُ الْحَالِفِ بِاللّٰهِ أَوْ وَاللّٰهِ أَوْ تَاللّٰهِ .

”اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔“(التّمہید : 369/14)

امام ابو جعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ شَيْئَيْنِ أَوْ أَنَّ الْقُرْآنَ حِكَايَةٌ فَهُوَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ هٰذَا الْقُرْآنُ هُوَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ لَّا يُغَيَّرُ وَلَا يُبَدَّلُ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨)، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا حَلَفَ أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الْيَوْمَ ثُمَّ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ صَلّٰى وَقَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنَثْ لَا يُقَاسُ بِكَلَامِ اللّٰهِ شَيْءٌ، الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ مَّخْلُوقٌ وَّلَا صِفَاتُهٗ وَلَا أَسْمَاؤُهٗ وَلَا عِلْمُهٗ.

”جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو

جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھالے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن للضّياء المقدسي، ص 32، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي ومَنَاقِبُه لابن أبي حاتم، ص 193، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 113/9، السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 28/10، مناقب الشّافعي للبَيْهقي :405/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ .

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ

قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔'' (المِحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد، ص 69)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ يَكُونُ يَمِينًا فِي الْجُمْلَةِ.

''اس میں دلیل ہے کہ قرآن کی قسم بہرحال منعقد ہو جاتی ہے۔''

(السنن الکبریٰ: 10/75)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ حَلَفَ بِالْمُصْحَفِ، انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ ...... لِأَنَّ الْحَالِفَ بِالْمُصْحَفِ إِنَّمَا قَصَدَ الْحَلِفَ بِالْمَكْتُوبِ فِيهِ، وَهُوَ الْقُرْآنُ، فَإِنَّهُ بَيْنَ دَفَّتَيْ الْمُصْحَفِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

''اگر قرآن کی قسم کھائی، تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی۔...... کیونکہ قرآن کی قسم اٹھانے والا اس میں لکھا ہوا کلام مراد لیتا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ دو گتوں کے درمیان جو ہے، وہ قرآن ہے۔''

(المغني: 13/461)

مصنف عبد الرزاق (۱۵۹۳۲) میں قتادہ کا قول ثابت نہیں۔ معمر عن قتادہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

تنبیہ:

❁ علامہ مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا

إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهٗ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ .

''جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلا، نبی ﷺ یا کعبہ کی قسم اٹھانا.....قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔''

(الهداية : 318/2)

✿ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يَّكُونَ الْحَلِفُ بِالْقُرْآنِ يَمِينًا لِّأَنَّهٗ قَدْ صَارَ مُتَعَارَفًا فِي هٰذَا الزَّمَانِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ عَلَّلَ كَوْنَهٗ لَيْسَ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلِهِمْ بِخَلْقِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَازِمُهُ الْكُفْرُ عَلٰى مَا عُرِفَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 4/86-87)

✿ شارح ہدایہ، ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَا يَخْفٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ الْآنَ مُتَعَارَفٌ فَيَكُونُ يَمِينًا كَمَا هُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ، وَتَعْلِيلُ عَدَمِ كَوْنِهٖ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُهٗ تَعَالٰى؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ؛ لِّأَنَّهٗ حُرُوفٌ وَّغَيْرُ الْمَخْلُوقِ هُوَ

الْكَلَامُ النَّفْسِيُّ مُنِعَ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّلَا يَخْفٰى أَنَّ الْمُنَزَّلَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ إِلَّا الْحُرُوفُ الْمُنْقَضِيَةُ الْمُنْعَدِمَةُ وَمَا ثَبَتَ قِدَمُهُ اسْتَحَالَ عَدَمُهُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ أَوْجَبُوا ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْعَوَامَّ إِذَا قِيلَ لَهُمُ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ تَعَدَّوْا إِلَى الْكَلَامِ مُطْلَقًا، وَأَمَّا الْحَلِفُ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَجِبُ أَنْ يَّدُورَ مَعَ الْعُرْفِ .

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الٰہیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہوگا۔'' (فتح القدير : 69/5، البحر الرّائق لابن نجيم : 311/4)

اِن شاء اللہ سے قسم بے اثر

قسم کے متصل بعد ان شاء اللہ کہنے سے قسم بے اثر ہو جاتی ہے، پھر اگر اس قسم کا لحاظ نہ رکھے، تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَ غَرِيمِهٖ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ لَيَرُدَّنَّ وَدِيعَتَهٗ أَوْ غَصَبَهٗ، أَوْ لَيُصَلِّيَنَّ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، أَوْ لَيَصُومَنَّ رَمَضَانَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِمَّا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ، فَإِنَّهٗ إِذَا لَمْ يَفْعَلِ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ لَا يَحْنَثُ مَعَ أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَهٗ بِهٖ لِقَوْلِهٖ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَعُلِمَ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَشَأْ مَعَ أَمْرِهٖ بِهٖ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو شخص یوں قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کل میں قرضہ یا دیت ادا کر دوں گا یا غصب شدہ چیز لوٹا دوں گا یا ظہر یا عصر پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ، پھر اگر وہ اس قسم کو پورا نہیں کر سکا تو کفارہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے ان شاء اللہ کہہ دیا تھا کہ اللہ چاہے گا، تو کروں گا اور اللہ نے نہیں چاہا کہ وہ ایسا کرے۔''

(مجموعة الرّسائل والمَسائل : 151/5)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ عَلٰی شَيْءٍ ثُمَّ قَالَ مَوْصُولًا بِكَلَامِهٖ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی، أَوْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ، أَوْ إِلَّا أَنْ لَّا يَشَاءَ اللّٰهُ، أَوْ نَحْوَ هٰذَا، أَوْ إِلَّا أَنْ أَشَاءَ، أَوْ إِلَّا أَنْ لَّا أَشَاءَ، أَوْ إِلَّا إِنْ بَدَّلَ اللّٰهُ مَا فِي قَلْبِي، أَوْ إِلَّا أَنْ يَبْدُوَ إِلَيَّ، أَوْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ فُلَانٌ، أَوْ إِنْ شَاءَ فُلَانٌ، فَهُوَ اسْتِثْنَاءٌ صَحِيحٌ وَّقَدْ سَقَطَتِ الْيَمِينُ عَنْهُ بِذٰلِكَ، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ إِنْ خَالَفَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ .

''کسی کام پر قسم اٹھانے کے بعد اگر کہے کہ اللہ کی قسم! ان شاءاللہ میں فلاں کام کروں گا یا ایسے کہے کہ اگر اللہ نے چاہا، تو یہ کام کروں گا، یا کہے: اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں کروں گا۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی درست ہے کہ اگر میں چاہوں گا کردوں گا نہ چاہا، تو نہیں کروں گا یا یوں کہے کہ کام کروں گا، اگر اللہ نے میرا ارادہ نہ بدلا یا مجھے کوئی اور کام نہ کرنا پڑا تو، اسی طرح قسم کو کسی ذات کے ساتھ معلق کردینا کہ اگر فلاں نے چاہا تو کروں گا ورنہ نہیں، تو یہ سبھی صورتیں قسم کو بے اثر کردیتی ہیں۔ اب اگر یہ قسم توڑ بھی دے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(المُحلّٰی بالآثار : 301/6)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ : سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ نَبِيُّ اللّٰهِ : لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰی سَبْعِينَ امْرَأَةً، كُلُّهُنَّ تَأْتِي بِغُلَامٍ يُّقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ

أَوِ الْمَلَكُ : قُلْ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ، فَلَمْ تَأْتِ وَاحِدَةٌ مِّنْ نِسَائِهٖ إِلَّا وَاحِدَةٌ جَاءَ تْ بِشِقِّ غُلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَلَوْ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَمْ يَحْنَثْ، وَكَانَ دَرَكًا لَّهٗ فِي حَاجَتِهٖ .

”اللہ کے نبی سیدنا سلیمان بن داود علیہما السلام نے قسم اٹھائی کہ آج رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، سبھی بیٹا جنم دیں گی اور وہ سب بیٹے اللہ کے رستے میں قتال کریں گے۔ آپ کے ساتھی یا فرشتے نے عرض کیا: ان شاء اللہ کہہ لیجئے، سیدنا سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو ایک ہی عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ بھی معذور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے، تو ان کی قسم بھی نہ ٹوٹتی اور حاجت برآوری بھی ہو جاتی۔“

(صحيح مسلم : 1654)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ، فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰى .

”ان شاء اللہ کہہ کر اٹھائی جانے والی قسم پر کفارہ نہیں ہوتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 10/2، سنن أبي داود : 3261، سنن النّسائي : 3860، سنن التّرمذي : 1531، سنن ابن ماجه : 2105، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند حمیدی (۷۰۷) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، ان کے بہت سارے متابع بھی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ”حسن“، امام ابن الجارود (۹۲۸)، امام ابوعوانہ (۵۹۹۱) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۴۳۳۹) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰی ، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ .

”جس نے ان شاء اللہ کہہ کر قسم اٹھائی، وہ چاہے، تو کام کرے، چاہے تو چھوڑ دے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔“

(سنن أبي داود : 3262، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْاسْتِثْنَاءَ إِذَا كَانَ مَوْصُولًا بِالْيَمِينِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ .

”اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے کہ اگر ان شاء اللہ کہہ کر قسم اٹھائی جائے، تو اس قسم پر کفارہ نہیں ہوگا۔ یہ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1531)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : وَاللّٰهِ! ثُمَّ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ لَمْ يَفْعَلِ الَّذِي حَلَفَ عَلَيْهِ، لَمْ يَحْنَثْ .

”جس نے یوں قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں یہ کام کروں گا۔ پھر وہ کام نہیں کیا، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔“

(مؤطّأ الإمام مالك : 477/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

كُلُّ اسْتِثْنَاءٍ مَّوْصُولٌ، فَلَا حَنَثَ عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مَوْصُولٍ، فَهُوَ حَانِثٌ .

''ان شاء اللہ قسم کے ساتھ ہی کہہ دے، تو کفارہ نہیں ہے، لیکن قسم کے ساتھ نہ کہے، تو کفارہ ہوگا۔''

(السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 47/10، وسندهٗ حسنٌ)

❀ **سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

إِنِّي وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا .

''اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں جس چیز پر قسم اٹھاؤں، پھر دوسری چیز کو بہتر محسوس کروں، تو بہتر کو انجام دیتا ہوں اور قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

❀ **حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) نقل کرتے ہیں:**

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ قَوْلَهٗ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، يَمْنَعُ انْعِقَادَ الْيَمِينِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ مُتَّصِلًا .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ''ان شاء اللہ'' کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی، بشرطیکہ قسم کے فوراً بعد کہا جائے۔''

(شرح النّووي : 119/11)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ إِنْ كَانَ فِي نَسَقِ الْكَلَامِ دُونَ انْقِطَاعٍ بَيِّنٍ فِي الْيَمِينِ بِاللّٰهِ أَنَّهُ جَائِزٌ .

''اس پر اجماع ہے کہ اگر ان شاء اللہ کلام کے فورا بعد کہا جائے، اس طرح کہ کلام اور ان شاء اللہ میں واضح انقطاع نہ ہو، تو یہ طریقہ جائز ہے۔''

(التَّمهيد لما في المُوَطَّأ من المعاني والأسانيد : 374/14)

۞ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعٌ لِّأُمَّةٍ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَكَمَ بِأَنَّ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ حَلَفَ فَإِنَّهُ إِنْ فَعَلَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَفْعَلَهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ تَلْزَمُهُ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ شَاءَ لَأَنْفَذَهُ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾

''امت کا اجماع ہے کہ جو ان شاء اللہ کہہ کر کسی بھی کام پر قسم اٹھالے، تو اختیار ہے کہ چاہے تو کرے، چاہے تو نہ کرے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ چاہتا، تو وہ کام ہو جاتا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ ''ان شاء اللہ کہے بغیر کبھی نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کروں گا۔''

(الفِصَل في المِلَل : 86/3)

قسم میں استثنا کی شرائط:

① قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کا مقصد یہ ہو کہ میں اللہ کی مشیت پر چھوڑ رہا ہوں، قسم فقط تبرک کے لئے نہ ہو۔

② قسم جس وقت اٹھائی جائے، ان شاء اللہ بھی اسی وقت کہا جائے، بعد میں کہنے کا فائدہ نہیں۔

③ صرف دل میں ان شاء اللہ کہنا کافی نہیں، بلکہ زبان سے بھی کہنا ہوگا۔

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ عَلٰى يَمِينٍ فَلَهٗ أَنْ يَسْتَثْنِيَ وَلَوْ إِلٰى سَنَةٍ .

''اگر کوئی قسم اٹھالے، تو سال بعد بھی ان شاء اللہ کہہ کر استثنا کر سکتا ہے۔''

(المُستدرك للحاكم : ٤/٣٣٦، ح : 7833)

سند ضعیف ہے، اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁❁❁❁❁❁❁

ابدال کی حقیقت

اللہ کے رسول ﷺ سے ابدال کے بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ شَيْءٌ صَحِيحٌ .

''ان احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(الموضوعات : 152/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

تَكَلَّمَ بِهٖ بَعْضُ السَّلَفِ، وَيُرْوٰى فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

''اس بارے میں بعض سلف نے کلام کیا ہے۔اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ایک غیر ثابت حدیث مروی ہے۔''(مجموع الفتاوٰی : 394/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلْأَشْبَهُ أَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''درست بات یہی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی :441/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عِدَّةِ

الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَبْدَالِ وَالنُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَوْتَادِ وَالْأَقْطَابِ، مِثْلُ أَرْبَعَةٍ أَوْ سَبْعَةٍ أَوِ اثْنَيْ عَشَرَ أَوْ أَرْبَعِينَ أَوْ سَبْعِينَ أَوْ ثَلَاثِمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ أَوِ الْقُطْبِ الْوَاحِدِ، فَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ صَحِيحٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَنْطِقِ السَّلَفُ بِشَيْءٍ مِّنْ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ إِلَّا بِلَفْظِ الْأَبْدَالِ ....

''ہر وہ روایت جو نبی اکرم ﷺ سے اولیاء، ابدال، نقباء، نجباء، اوتاد اور اقطاب کی تعداد مثلا چار، سات، بارہ، چالیس، ستر، تین سو، تیرہ یا ایک قطب کے بارے میں بیان کی گئی ہے، ان میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، نہ سلف نے ایسا کوئی لفظ استعمال کیا ہے، سوائے ابدال کے۔۔۔''

(الفُرقان بين أولياء الرَّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 101)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ الْأَبْدَالِ وَالْأَقْطَابِ وَالْأَغْوَاثِ وَالنُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَوْتَادِ كُلُّهَا بَاطِلَةٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ابدال، اقطاب، اغواث، نقباء، نجباء اور اوتاد کے بارے میں تمام کی تمام احادیث خود گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ذمے لگائی گئی ہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص 136)

اتنی وضاحت کے بعد ابدال کے متعلق مروی احادیث پر مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے:

① سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُ أُمَّتِي فِي كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُمِائَةٍ، وَالْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ، فَلَا الْخَمْسُمِائَةِ يَنْقُصُونَ وَلَا الْأَرْبَعُونَ، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْخَمْسِمِائَةِ مَكَانَهٗ، وَأَدْخَلَ مِنَ الْأَرْبَعِينَ مَكَانَهُمْ.

”میری امت میں ہر زمانہ میں پانچ سو خیار (پسندیدہ لوگ) ہوں گے اور چالیس ابدال۔ان دونوں میں کمی نہ ہوگی۔ان میں سے جو فوت ہوگا،ان پانچ سو میں سے اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو ان چالیس میں داخل کر دے گا۔“

(حِلیة الأولیاء لأبي نُعَیْم :8/1، تاریخ ابن عساکر :302/1)

روایت باطل ہے۔

① عبداللہ بن ہارون صوری کی توثیق نہیں مل سکی۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، لَا يُعْرَفُ، وَالْخَبَرُ كِذْبٌ فِي أَخْلَاقِ الْأَبْدَالِ.

”یہ اوزاعی سے بیان کرتا ہے اور غیر معروف راوی ہے۔اس کی طرف سے ابدال کے اوصاف میں بیان کی گئی روایت جھوٹ ہے۔“

(میزان الاعتدال : 516/2)

② زہری مدلس ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَوْضُوعٌ، وَفِيهِ مَجَاهِيلُ.

”یہ من گھڑت روایت ہے۔اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔“

(المَوضُوعات : 151/3)

② سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْأَبْدَالُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَاثُونَ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمٰنِ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا .

''اس امت میں تیس ابدال ہوں گے، جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہوں گے۔ان میں سے جو فوت ہوگا، اللہ اس کی جگہ دوسرے کو لے آئے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 322/5، أخبار أصفهان لأبي نُعَيم :180/1)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① عبدالواحد بن قیس شامی سے حسن بن ذکوان نے منکر روایات بیان کی ہیں۔

❀ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْهُ بِعَجَائِبَ .

''حسن بن ذکوان، عبدالواحد بن قیس شامی سے عجیب وغریب (منکر) روایات بیان کرتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 23/6، وسندهٗ صحيحٌ)

② حسن بن ذکوان ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

③ عبدالواحد بن قیس شامی کا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔لہٰذا یہ روایت منکر، مدلّس ہونے کے ساتھ ساتھ ''منقطع'' بھی ہے۔

❀ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 322/5)

③ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْأَبْدَالُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ، بِهِمْ تَقُومُ الْأَرْضُ، وَبِهِمْ تُمْطَرُونَ وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ .

''میری امت میں تیس ابدال ہوں گے۔ان کی وجہ سے ہی زمین قائم رہے گی اوران کی وجہ سے ہی آپ پر بارش کی جائے گی اور آپ کی مدد کی جائے گی۔''

(تفسیر ابن کثیر :304/1، مَجمع الزّوائد : 63/10)

سند ضعیف ہے۔

①،② عمرو بزار اور عنبسہ خواص کے متعلق حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كِلَاهُمَا لَمْ أَعْرِفْهُ . ''ان دونوں کو میں نہیں جانتا۔''

(مَجمع الزّوائد : 63/10)

③ قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْأَبْدَالَ بِالشَّامِ يَكُونُونَ، وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا ، بِهِمْ تُسْقَوْنَ الْغَيْثَ، وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ عَلٰى أَعْدَائِكُمْ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْغَرْقُ .

''ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہوں گے۔ان کی وجہ سے آپ کو بارش دی جائے گی اور انہی کی وجہ سے آپ کو دشمنوں پر فتح دی جائے گی اور ان کی وجہ سے ہی اہل زمین کو تکالیف اور پانی میں غرق ہونے سے نجات ملے گی۔''

(تاریخ ابن عساکر :289/1)

سند ''ضعیف'' ہے۔شریح بن عبید کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْقَطِعٌ بَيْنَ شُرَيْحٍ وَّعَلِيٍّ، فَإِنَّهٗ لَمْ يَلْقَهٗ .

''یہ روایت شریح اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے، کیونکہ شریح نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔''

⑤ سیدنا مالک بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل شام کے بارے میں فرمایا:

فِيهِمُ الْأَبْدَالُ، وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ، وَبِهِمْ تُرْزَقُونَ .

''ان میں ابدال ہوں گے۔ انہی کی وجہ سے آپ کی مدد کی جائے گی اور انہی کی وجہ سے آپ کو رزق دیا جائے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 65/18، تاريخ ابن عساكر : 290/1)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① عمرو بن واقد ''متروک'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 5132)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهٗ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ .

''اسے جمہور ائمہ کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 63/10)

② محمد بن مبارک صوری اور اس کے متابع ہشام بن عمار کی عمرو بن واقد سے ملاقات نہیں۔ عمرو بن واقد کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی، جبکہ ان دونوں کی ولادت ۱۵۳ھ

میں ہوئی تھی۔

⑥ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ، وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا، يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ، وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمِ الْعَذَابُ.

''ابدال شام میں ہیں۔ وہ چالیس مرد ہیں۔ جو ان میں سے فوت ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے آپ کو بارش دی جاتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں امداد دی جاتی ہے، نیز اہل شام سے انہی کے سبب عذاب دور کیا جاتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :112/1)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ شریح بن عبید کا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ، لَيْسَ بِثَابِتٍ.

''یہ حدیث منقطع ہے، ثابت نہیں ہے۔''

(الفُرقان، ص 101)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ أَيْضًا، فَإِنَّهٗ مُنْقَطِعٌ.

''یہ روایت بھی ثابت نہیں، کیونکہ یہ منقطع ہے۔''

(المَنار المُنيف، ص 136)

منقطع حدیث ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ سند کا متصل ہونا صحتِ حدیث کے لیے ضروری اور بنیادی شرط ہے۔

⑦ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا وَأَرْبَعُونَ امْرَأَةً كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ بَدَّلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا وَكُلَّمَا مَاتَتِ امْرَأَةٌ بَدَّلَ اللّٰهُ مَكَانَهَا امْرَأَةً .

''ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں۔ جب ان میں سے کوئی مرد فوت ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے اور جب کوئی عورت فوت ہو جاتی ہے، تو اللہ اس کی جگہ دوسری عورت بدل دیتا ہے۔''

(مسند الدّیلمي : 119/1، ح : 405، القَول المُسَدّد لابن حَجَر : 83، من طریق الخَلّال)

سند ''ضعیف'' ہے۔

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيلُ . ''اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

(المَوضُوعات : 125/3)

نیز عطاء خراسانی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، لہذا یہ سند منقطع بھی ہے۔

⑧ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْأَبْدَالُ مِنَ الْمَوَالِي . ''ابدال موالی میں سے ہوں گے۔''

(میزان الاعتدال للذّهبي : 47/2)

روایت باطل ہے۔

① عطاء بن ابی رباح تابعی براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے

ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔

② ابو عبید آجری نا معلوم ہے۔

③ رجال بن سالم مجہول ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ، وَالْخَبَرُ مُنْكَرٌ .

''اس کا کوئی پتہ نہیں اور اس کی (یہ) روایت منکر ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 47/2)

⑨ بکر بن خنیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَامَةُ أَبْدَالِ أُمَّتِي أَنَّهُمْ لَا يَلْعَنُونَ شَيْئًا أَبَدًا .

''میری امت کے ابدال کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے۔''

(كتاب الأولياء لابن أبي الدنيا : 59)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① بکر بن خنیس کوفی ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② یہ تبع تابعی ہے، بھلا یہ مرفوع کیسے بیان کر سکتا ہے؟ لہٰذا یہ سند معضل (پے در پے منقطع) ہے۔

③ عبد الرحمٰن بن محمد محاربی ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

⑩ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ تَخْلُوَ الْأَرْضُ مِثْلَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمٰنِ، بِهِمْ تُغَاثُونَ، وَبِهِمْ تُرْزَقُونَ، وَبِهِمْ تُمْطَرُونَ .

”زمین ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہ رہے گی، جو ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی طرح کے ہوں گے۔ ان کی وجہ سے آپ کی مدد کی جائے گی، رزق دیا جائے گا اور بارش برسائی جائے گی۔“

(كتاب المَجروحين لابن حِبّان : 61/2، ت : 605)

من گھڑت ہے۔ اسے عبدالرحمٰن بن مرزوق بن عوف نے گھڑا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ، لَا يَحِلُّ ذِكْرُهُ إِلَّا عَلٰى سَبِيلِ الْقَدْحِ فِيهِ .

”یہ حدیثیں گھڑتا تھا، جرح کے بغیر اس کا ذکر جائز نہیں۔“

⑪ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَبْدَالَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالْأَعْمَالِ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا دَخَلُوهَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ، وَسَخَاوَةِ الْأَنْفُسِ، وَسَلَامَةِ الصُّدُورِ، وَرَحْمَةٍ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ .

”میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب سے جنت میں داخل نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کی رحمت، نفسوں کی سخاوت، سینوں کی سلامتی اور تمام مسلمانوں کے لیے رحمت ہونے کی وجہ سے داخل ہوں گے۔“

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 10394)

سند سخت ”ضعیف“ ہے۔

① صالح بن بشیر مری ابوبشر بصری ”ضعیف“ ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 2844)

⑪ حسن بصری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

⑫ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبُدَلَاءُ أَرْبَعُونَ، اثْنَانِ وَعِشْرُونَ بِالشَّامِ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ بِالْعِرَاقِ كُلَّمَا مَاتَ مِنْهُمْ وَاحِدٌ بَدَّلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ آخَرَ فَإِذَا جَاءَ الْأَمْرُ قُبِضُوا كُلُّهُمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُومُ السَّاعَةُ.

''ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں ہوتے ہیں اور اٹھارہ عراق میں۔ ان میں سے جو فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے اور جب اللہ کا حکم آئے گا، تو سب فوت ہو جائیں گے۔ اسی وقت قیامت قائم ہوگی۔''

(الكامل لابن عدي : 220/5)

روایت من گھڑت ہے۔ علاء بن زید ثقفی ''وضاع'' (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' قرار دیا ہے۔ کبار محدثین نے ''متروک'' کہا ہے۔

⑬ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ تَخْلُوَ الْأَرْضُ مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا مِثْلَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمٰنِ، فَبِهِمْ يُسْقَوْنَ وَبِهِمْ يُنْصَرُونَ، مَا مَاتَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ آخَرَ.

''چالیس مرد جو مثل ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ہیں، ان سے زمین کبھی خالی نہ ہو گی۔ ان کی وجہ سے آپ پر بارش برسائی جائے گی اور آپ کی مدد کی جائے گی۔ جب ان میں سے کوئی فوت ہوگا، تو اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 247/4، ح : 4101)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① ، ② ، ③ عبدالوہاب بن عطاء خفاف، سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ تینوں ''مدلس'' ہیں اور ''عن'' سے روایت کررہے ہیں۔ سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

④ اسحاق بن زریق ''مجہول الحال'' ہے۔

⑭ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ، يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ .

''میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ ایسے رہیں گے، جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل کی کی مانند ہوں گے۔ ان کی وجہ سے اہل زمین سے تکالیف دور کی جائیں گی۔ ان کو ''ابدال'' کہا جاتا ہے۔''

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 181/10، حِلیة الأولیاء لأبي نُعَیم : 172/4)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① اعمش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ثابت بن عیاش احدب غیر معروف ہے۔

⑮ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْخَلْقِ ثَلَاثَمِائَةٍ قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخَلْقِ أَرْبَعُونَ قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخَلْقِ سَبْعَةٌ قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخَلْقِ خَمْسَةٌ

قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ مِيكَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخَلْقِ وَاحِدٌ قَلْبُهُ عَلٰى قَلْبِ إِسْرَافِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

”مخلوق میں اللہ کے تین سو بندے ایسے ہیں، جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، چالیس ایسے ہیں، جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، سات ایسے ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، پانچ ایسے ہیں، جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں، تین ایسے ہیں، جن کے دل میکائیل کے قلب پر ہیں اور ایک ایسا بندہ ہے، جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔“

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم: 8/1)

جھوٹی روایت ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ كِذْبٌ، فَقَاتَلَ اللّٰهُ مَنْ وَضَعَ هٰذَا الْإِفْكَ.

”یہ جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ جھوٹ اختراع کرنے والے کو تباہ و برباد کرے۔“

(میزان الاعتدال: 50/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَتَّهِمُهُ بِهٖ أَوْ عُثْمَانَ.

”میں اس جھوٹ کا ملزم عبدالرحیم بن یحییٰ یا عثمان بن عمارہ کو سمجھتا ہوں۔“

(میزان الاعتدال: 608/2)

اس حدیث کو عبدالرحیم بن یحییٰ نے گھڑا ہے یا عثمان بن عمارہ نے۔ یہ دونوں حضرات

نا معلوم و مجہول ہیں، نیز ابراہیم نخعی مدلس ہیں، انہوں نے سماع کی صراحت نہیں کی۔

⑯ محمد بن علی بن جعفر ابو بکر کتانی صوفی کہتے ہیں:

اَلنُّقَبَاءُ ثَلَاثُ مِاَةٍ، وَالنُّجَبَاءُ سَبْعُونَ، وَالْبُدَلَاءُ أَرْبَعُونَ، وَالْأَخْيَارُ سَبْعَةٌ، وَالْعُمُدُ أَرْبَعَةٌ، وَالْغَوْثُ وَاحِدٌ.

”نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر ہیں، ابدال چالیس ہیں، اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 75/3)

جھوٹ ہے، جسے علی بن عبد اللہ بن الحسن بن جہضم ہمدانی نے گھڑا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّهَمٌ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ.

”یہ حدیث گھڑنے کے ساتھ متہم ہے۔“

(میزان الاعتدال : 142/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ، بَلْ مُتَّهَمٌ، يَأْتِي بِمَصَائِبَ.

”یہ ثقہ نہیں، بلکہ متہم ہے۔ جھوٹ طوفان بیان کرتا ہے۔“

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 376/17)

❀ اس باطل و ضعیف قول کے اگلے الفاظ یہ ہیں:

مَسْكَنُ النُّقَبَاءِ الْمَغْرِبُ، وَمَسْكِنُ النُّجَبَاءِ مِصْرُ، وَمَسْكَنُ الْأَبْدَالِ الشَّامُ، وَالْأَخْيَارُ سَيَّاحُونَ فِي الْأَرْضِ، وَالْعُمُدُ فِي

زَوَايَا الْأَرْضِ، وَمَسْكَنُ الْغَوْثِ مَكَّةَ، فَإِذَا عَرَضَتِ الْحَاجَةُ مِنْ أَمْرِ الْعَامَّةِ ابْتَهَلَ فِيهَا النُّقَبَاءُ، ثُمَّ النُّجَبَاءُ، ثُمَّ الْأَبْدَالُ، ثُمَّ الْأَخْيَارُ، ثُمَّ الْعُمُدُ، ثُمَّ أُجِيبُوا، وَإِلَّا ابْتَهَلَ الْغَوْثُ، فَلَا يَتِمُّ مَسْأَلَتُهُ حَتّٰى تُجَابَ دَعْوَتُهُ.

''نقباء کا مسکن مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے۔ اخیار سیّاح (گھومنے پھرنے والے) ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں اور غوث کا مسکن مکہ ہے۔ جب مخلوق کو عمومی مصیبت آ جائے، تو دعا کے لیے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں، پھر نجباء، پھر اخیار، پھر قطب، اگر قبول نہ ہو، تو غوث دُعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے حتی کہ دعا مکمل ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: 75/3)

❁ **سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:**

سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يُحَصَّلُ النَّاسُ مِنْهَا كَمَا يُحَصَّلُ الذَّهَبُ فِي الْمَعْدِنِ، فَلَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ، وَسُبُّوا ظَلَمَتَهُمْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْأَبْدَالُ، وَسَيُرْسِلُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ سَيْبًا مِّنَ السَّمَاءِ فَيُغْرِقُهُمْ حَتّٰى لَوْ قَاتَلَتْهُمُ الثَّعَالِبُ غَلَبَتْهُمْ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ عِنْدَ ذٰلِكَ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ قَلُّوا، وَخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ كَثُرُوا، أَمَارَتُهُمْ أَوْ عَلَامَتُهُمْ أَمِتْ أَمِتْ عَلٰى ثَلَاثِ رَايَاتٍ يُقَاتِلُهُمْ أَهْلُ سَبْعِ رَايَاتٍ لَيْسَ

مِنْ صَاحِبِ رَايَةٍ إِلَّا وَهُوَ يَطْمَعُ بِالْمُلْكِ، فَيَقْتَتِلُونَ وَيُهْزَمُونَ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْهَاشِمِيُّ فَيَرُدُّ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ إِلْفَتَهُمْ وَنِعْمَتَهُمْ، فَيَكُونُونَ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ .

''عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا۔ لوگ اس سے ایسے کندن بن کر نکلیں گے، جیسے سونا بھٹی میں کندن بنتا ہے۔ تمام اہل شام کو بُرا بھلا نہ کہیں، بلکہ ان میں سے ظلم کرنے والوں کو بُرا بھلا کہیں، کیونکہ اہل شام میں ابدال (نیک لوگ) بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل شام پر آسمان سے بارش نازل کرے گا اور ان کو غرق کر دے گا۔ اگر لومڑیوں جیسے مکار لوگ بھی ان سے لڑیں گے، تو وہ ان پر غالب آ جائیں گے۔ پھر اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ایک شخص (مہدی) کو کم از کم بارہ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار لوگوں میں بھیجے گا۔ ان کی علامت «أَمِتْ أَمِتْ» ہوگی۔ وہ تین جھنڈوں پر ہوں گے۔ ان سے سات جھنڈوں والے لڑائی کریں گے۔ ہر جھنڈے والا بادشاہت کا طمع کرتا ہوگا۔ وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے، پھر ہاشمی (مہدی) غالب آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف ان کی الفت اور محبت و مودّت لوٹا دے گا۔ وہ دجال کے نکلنے تک یونہی رہیں گے۔''

(المُستدرك للحاكم : 596/4، ح : 8658، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ ابدال کی تعریف و تفسیر میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فَسَّرُوهُ بِمَعَانٍ : مِنْهَا أَنَّهُمْ أَبْدَالُ الْأَنْبِيَاءِ وَمِنْهَا أَنَّهٗ كُلَّمَا مَاتَ

مِنْهُمْ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَكَانَهٗ رَجُلًا وَّمِنْهَا أَنَّهُمْ أُبْدِلُوا السَّيِّئَاتِ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ وَعَقَائِدِهِمْ بِحَسَنَاتِ، وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ كُلُّهَا لَا تَخْتَصُّ بِأَرْبَعِينَ وَلَا بِأَقَلَّ وَلَا بِأَكْثَر وَلَا تُحْصَرُ بِأَهْلِ بُقْعَةٍ مِنَ الْأَرْضِ.

''اہل علم نے اس کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ایک یہ ہے کہ وہ انبیا کے بدل ہیں۔ایک یہ کہ ان میں سے جب کوئی فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ایک یہ کہ انہوں نے اپنے اخلاق، اعمال اور عقائد سے برائیوں کو نکال کر ان کی جگہ نیکیوں کو دے دی ہے۔ یہ صفات چالیس یا کم وبیش کے ساتھ خاص نہیں، نہ ہی (شام کے علاوہ) کسی اور علاقے میں ابدال کا ہونا ممنوع ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ:442/11)

لمحہ فکریہ:

''حاجی کفایت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں: اعلیٰ حضرت (احمد رضا خان بریلوی) بنارس تشریف لے گئے۔ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں ہمراہ تھا، واپسی میں تانگے والے سے فرمایا: اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا، دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا۔ آپ نے تانگہ رُکوا دیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کو

ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں، جو میری سمجھ سے باہر تھیں، پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا، ادھر تانگہ بھی چل پڑا، تب میں نے عرض کی: حضور! یہ کون تھا؟ فرمایا: ابدالِ وقت۔ عرض کی: مندر میں؟ فرمایا: آم کھایئے، پتے نہ گنیے۔"

(اعلیٰ حضرت، اعلیٰ سیرت از محمد رضا الحسن قادری بریلوی، ص۱۳۴)

❁❁❁❁❁❁❁

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

❁ سیدنا میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن ابی جدعاء تمیمی) سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب سے لکھا گیا تھا آپ نبی ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے مراحل میں تھے، میری نبوت لکھی جا چکی تھی۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري : 374/7، مسند الإمام أحمد : 59/5، المعجم الكبير للطبراني : 353/20، القدرللفريابي : 17)

❁ ایک صحابی سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَتٰى جُعِلْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

''میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب لکھا گیا کہ آپ نبی ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے مراحل میں تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 66/4، 379/5)

سند ضعیف ہے۔اس حدیث کے مرسل اور متصل ہونے میں اختلاف ہے، یہ عبداللہ بن شقیق کی مرسل ہے، اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العلل : 3432)

دوسری روایت میں صحابی سے مراد میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، کیونکہ دونوں سے روایت کرنے والے عبداللہ بن شقیق ہیں، لہٰذا یہ ایک ہی روایت ہے، یہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا۔

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهٖ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ .

''میں تقدیر الٰہی میں خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ علیہما السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں، نبیوں کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھتی ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٢٧/٤، التّاريخ الكبير للبخاري : ٦٨/٦، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٤٠٤) نے ''صحیح'' امام حاکم رحمہ اللہ (٢/ ٤١٨) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

روایت کا درست معنی ومفہوم:

جس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لکھے جانے کا ذکر ہے، وہ ضعیف ومرسل ہے، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین لکھا جانا ثابت

ہے، اس مرسل روایت کا درست مفہوم کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَرَادَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّهٗ كَذَالِكَ فِي قَضَاءِ اللّٰهِ وَتَقْدِيرِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّكُونَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ.

''اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تقدیر میں آدم علیہ السلام سے پہلے نبی لکھ دیے گئے تھے۔''

(شُعَب الإيمان: 510/2، تحت الحديث: 1322)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لِهٰذَا يَغْلَطُ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ الَّذِي رَوَاهُ مَيْسَرَةُ قَالَ: «قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتٰى كَنْتَ نَبِيًّا؟» وَفِي رِوَايَةٍ «مَتٰى كُتِبْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ»، فَيَظُنُّونَ أَنَّ ذَاتَهٗ وَنُبُوَّتَهٗ وُجِدَتْ حِينَئِذٍ وَّهٰذَا جَهْلٌ فَإِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَبَّأَهٗ عَلٰى رَأْسِ أَرْبَعِينَ مِنْ عُمُرِهٖ وَقَدْ قَالَ لَهٗ: ﴿بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ وَقَالَ: ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ وَفِي الصَّحِيحَيْنِ: «أَنَّ الْمَلَكَ قَالَ لَهٗ حِينَ جَاءَهٗ: اِقْرَأْ فَقَالَ: لَسْتُ بِقَارِيءٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ» وَمَنْ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ أَنْ يُّوحٰى إِلَيْهِ فَهُوَ كَافِرٌ بِاتِّفَاقِ

الْمُسْلِمِينَ وَإِنَّمَا الْمَعْنٰى أَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ نُبُوَّتَهٗ فَأَظْهَرَهَا وَأَعْلَنَهَا بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِ آدَمَ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا أَخْبَرَ أَنَّهٗ يَكْتُبُ رِزْقَ الْمَوْلُودِ وَأَجَلَهٗ وَعَمَلَهٗ وَشَقَاوَتَهٗ وَسَعَادَتَهٗ بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِهٖ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا فِي حَدِيثِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ الَّذِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : «إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ» وَفِي رِوَايَةٍ «إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَمَكْتُوبٌ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُجَنْدَلٌ فِي طِينَتِهٖ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرٰى عِيسٰى وَرُؤْيَا أُمِّي رَأَتْ حِينَ وَلَدَتْنِي أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهٗ قُصُورُ الشَّامِ»، وَكَثِيرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ الْمُصَنِّفِينَ وَغَيْرِهِمْ يَرْوِيهِ : «كُنْت نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ، وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ» وَيَجْعَلُونَ ذٰلِكَ وُجُودَهٗ بِعَيْنِهٖ وَآدَمُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ بَلِ الْمَاءُ بَعْضُ الطِّينِ لَا مُقَابِلُهٗ.

''اکثر لوگوں کو سیدنا میسرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے فہم میں غلطی لگی، جس میں ہے: ''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب سے لکھا گیا کہ آپ نبی ہیں؟'' ایک روایت میں ہے: ''آپ کو (تقدیر میں) نبی کب لکھا گیا؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے مراحل میں تھے، میں نبی لکھ دیا گیا تھا۔'' کہتے ہیں کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اور نبوت موجود تھی، یہ جہالت

ہے، کیوں کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ ''ہم نے آپ پر یہ قرآن وحی کیا، آپ اس سے پہلے نا آشنا تھے۔'' نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ ''اللہ نے آپ کو بے راہ پا کر سیدھے راستے کی راہنمائی فرمائی۔'' صحیحین (بخاری:۳، مسلم:۱۶۰) میں ہے: ''غارِ حرا میں فرشتے نے نبی کریم ﷺ سے پڑھنے کو کہا، تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: میں پڑھ نہیں سکتا۔'' لہٰذا جو کہے کہ نبی کریم ﷺ نزول وحی سے پہلے ہی نبی تھے، وہ کافر ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس حدیث کا درست مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت لکھی، پھر سیدنا آدم علیہ السلام کے جسد کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس نبوت کا اظہار و اعلان فرما دیا، جیسا کہ صحیحین (بخاری: ۳۱۸، مسلم: ۲۶۴۵) میں ہے کہ بچہ کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس کا رزق، موت، عمل، سعادت اور شقاوت لکھ دی جاتی ہے۔ نیز سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (مسند احمد: ۲۸/۳۷۹) میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''میں اللہ کے حضور خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں گوندے گئے تھے۔ میں آپ کو ابتدا کی خبر دیتا ہوں، جو کہ دعوتِ ابراہیم، بشارتِ عیسیٰ علیہما السلام اور میری والدہ ماجدہ کی خواب کی روشن تعبیر تھی کہ جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا۔ ان سے ایک روشنی خارج ہوئی، جس

نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔'' کئی جاہلوں کا وطیرہ ہے کہ وہ «كُنْت نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ، وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ» بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا شخصی وجود اس وقت بھی موجود تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے، جبکہ پانی گارے کا کچھ حصہ ہے، لیکن گارے کا پانی سے کوئی جوڑ نہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 8/282-283)

روایت کا غلط معنی:

❁ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

قَوْلُهٗ: «مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ إلخ» أَيْ كَانَ النَّبِيُّ (ص) نَبِيًّا وَجَرَتْ عَلَيْهِ أَحْكَامُ النُّبُوَّةِ مِنْ ذٰلِكَ الْحِينِ بِخِلَافِ الْأَنْبِيَاءِ السَّابِقِينَ، فَإِنَّ الْأَحْكَامَ جَرَتْ عَلَيْهِمْ بَعْدَ الْبِعْثَةِ كَمَا قَالَ مَوْلَانَا الْجَامِيُّ أَنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ النَّشْأَةِ الْعُنْصُرِيَّةِ.

''روایت: «مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ إِلَخْ» کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس وقت سے ہی نبی تھے اور آپ پر نبوت کے احکام جاری تھے، دیگر انبیائے کرام کی یہ شان نہیں ہے، بلکہ ان پر نبوت کے احکام بعثت کے بعد جاری ہوئے، جیسا کہ مولانا جامی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ مادۂ عنصریہ کی پیدائش سے قبل ہی نبی تھے۔''

(العَرف الشّذي : 6/5، ملفوظات انور شاہ کشمیری از سید احمد رضا بجنوری، ص203-204)

یہ واضح گمراہی ہے اور قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے متفقہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

گمراہ صوفیوں کا نظریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مخلوق میں حقیقتاً موجود تھے اور نبی کریم ﷺ مبدءِ خلق ہیں۔

❁ مشہور ملحد ابن عربی (۶۳۸ھ) نے لکھا ہے۔

كُلُّ نَبِيٍّ مِّنْ لَّدُنْ آدَمَ إِلٰى آخِرِ نَبِيٍّ مَّا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَّأْخُذُ إِلَّا مِنْ مِّشْكَاةِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِنْ تَأَخَّرَ وُجُودُ طِينَتِهٖ فَإِنَّهٗ بِحَقِيقَتِهٖ مَوْجُودٌ، هُوَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» وَغَيْرُهٗ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَاكَانَ نَبِيًّا إِلَّا حِينَ بُعِثَ .

”آدم علیہ السلام سے آخر الزماں پیغمبر تک تمام انبیائے کرام نبی کریم ﷺ کے چراغ سے ہی روشن ہوئے ہیں۔ گو آپ ﷺ کے جسم کا وجود سب سے آخر میں ہے، آپ در حقیقت پہلے سے ہی موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان «كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» کا یہی مفہوم ہے، جبکہ دیگر انبیائے کرام کو نبوت تب ہی ملی، جب انہیں مبعوث کیا گیا۔“

(فُصوصُ الحِکَم، ص 63-64)

❁ علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۳۷۷ھ) لکھتے ہیں:

”آپ (ﷺ) کو سب سے پہلے نبوت ملی۔“ (نقشِ حیات: ۱/۱۳۰)

یہ کہنا باطل ہے کہ حقیقت محمدی انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں علمِ باطنی کے ذریعے منتقل ہوتی آئی ہے۔ یہ صریح کفر اور واضح ضلالت ہے۔ یہ وحی اور نبوت و رسالت

کی نفی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں کا انکار ہے۔ جبکہ انہیں اپنی اپنی شریعت کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ انبیائے بنی اسرائیل کو تورات کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر۴۴)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾(آل عمران: ۸۱)

”یاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے پختہ عہد لیا کہ تمہیں کتاب وحکمت دے دینے کے بعد میرے رسول تشریف لے آئیں، تو ان پر ایمان ضرور لائیے گا اور ان کی نصرت کیجئے گا۔ کیا آپ یہ وعدہ کرتے ہیں؟ سب نے کہا جی ہم یہ وعدہ کرتے ہیں۔ پختہ وعدہ؟ جی ہاں، پختہ وعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے ساتھ آپ بھی گواہ رہنا۔“

❁ علی بن عبدالکافی سبکی اس حدیث کی غلط تعبیریوں کرتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ: أُرِيدُ أَنْ أَفْهَمَ ذٰلِكَ الْقَدْرَ الزَّائِدَ فَإِنَّ النُّبُوَّةَ وَصْفٌ لَّا بُدَّ أَنْ يَّكُونَ الْمَوْصُوفُ بِهٖ مَوْجُودًا وَّإِنَّمَا يَكُونُ بَعْدَ بُلُوغِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَيْضًا، فَكَيْفَ يُوصَفُ بِهٖ قَبْلَ وُجُودِهٖ وَقَبْلَ إِرْسَالِهٖ فَإِنْ صَحَّ ذٰلِكَ فَغَيْرُهٗ كَذٰلِكَ. قُلْتُ قَدْ جَاءَ أَنَّ اللّٰهَ

خَلَقَ الْأَرْوَاحَ قَبْلَ الْأَجْسَادِ فَقَدْ تَكُونُ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ : «كُنْتُ نَبِيًّا» إِلٰى رُوحِهِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلٰى حَقِيقَتِهِ وَالْحَقَائِقُ تَقْصُرُ عُقُولُنَا عَنْ مَّعْرِفَتِهَا وَإِنَّمَا يَعْلَمُهَا خَالِقُهَا، وَمَنْ أَمَدَّهُ بِنُورٍ إِلٰهِيٍّ، ثُمَّ إِنَّ تِلْكَ الْحَقَائِقَ يُؤْتِي اللّٰهُ كُلَّ حَقِيقَةٍ مِّنْهَا مَا يَشَاءُ فِي الْوَقْتِ الَّذِي يَشَاءُ، فَحَقِيقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَكُونُ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ آتَاهَا اللّٰهُ ذٰلِكَ الْوَصْفَ بِأَنْ يَّكُونَ خَلَقَهَا مُتَهَيِّئَةً لِّذٰلِكَ وَأَفَاضَهُ عَلَيْهَا مِنْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ، فَصَارَ نَبِيًّا .

”اگر میں کہوں کہ نبی کریم ﷺ کی شان اس وجہ سے بلند ہے کہ وصفِ نبوت موصوف (نبی کریم ﷺ) کے وجود کو مستلزم ہے، پھر نبوت چالیس برس بعد ملنے کا مطلب؟ اگر نبوت چالیس برس بعد ملی، تو آپ ﷺ کو ابتدا سے شرف نبوت کے ساتھ متصف کیسے کیا جا سکتا ہے، جبکہ آپ ابھی پیدا ہوئے نہ مبعوث ہوئے، اگر نبی ﷺ کے لئے یہ ممکن ہے، تو دیگر انبیا کے لئے بھی ممکن ہے؟ عرض ہے کہ یہ بات تو طے ہے کہ ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا کیا گیا تھا، لہٰذا «كُنْتُ نَبِيًّا» میں آپ ﷺ کی روح اور حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقائق تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، انہیں اللہ ہی جانتا ہے یا وہ جسے نورِ الٰہی کی تائید حاصل ہو، دوسرے یہ کہ اللہ جس حقیقت کو جب چاہتا ہے، ظاہر کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حقیقت سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی

پہلے موجود تھی۔ یہ حقیقت جسم کی صورت میں ظاہر ہوئی، تو اسے وصف نبوت عطا کر دیا گیا، پس آپ ﷺ نبی بن گئے۔''

(فتاوى السّبكي :39/1، الحاوي للفَتاوِي للسُّيوطي : 121/2)

❁ گمراہ صوفیوں کی پیروی میں علامہ عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) نے اس حدیث کا مطلب یوں بیان کیا ہے:

«كُنْتُ نَبِيًّا» لَمْ يَقُلْ : كُنْتُ إِنْسَانًا وَّلَا كُنْتُ مَوْجُودًا إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ نُبُوَّتَهٗ كَانَتْ مَوْجُودَةً فِي أَوَّلِ خَلْقِ الزَّمَانِ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ دُونَ عَالَمِ الشَّهَادَةِ فَلَمَّا انْتَهَى الزَّمَانُ بِالِاسْمِ الْبَاطِنِ إِلٰى وُجُودِ جِسْمِهٖ وَارْتِبَاطِ الرُّوحِ بِهٖ انْتَقَلَ حُكْمُ الزَّمَانِ فِي جَرَيَانِهٖ إِلَى الْاِسْمِ الظَّاهِرِ فَظَهَرَ بِذَاتِهٖ جِسْمًا وَّرُوحًا فَكَانَ الْحُكْمُ لَهٗ بَاطِنًا أَوْ فِي كُلِّ مَا ظَهَرَ مِنَ الشَّرَائِعِ عَلٰى أَيْدِي الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ ثُمَّ صَارَ الْحُكْمُ لَهٗ ظَاهِرًا.

''«كُنْتُ نَبِيًّا» (میں نبی بن گیا تھا) یہ نہیں کہا کہ میں انسانی وجود میں ڈھل گیا تھا، بلکہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت عالمِ غیب میں زندگی کی تخلیق سے قبل ہی موجود تھی۔ جب زمانے کو عالمِ باطن سے عالمِ جسم میں لایا گیا اور روح کو جسم سے منسلک کر دیا گیا، تو زمانے کا باطن سے ظاہر کے نام سے تبادلہ ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ جسم و روح کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اس سے قبل آپ کے لیے نبوت کا حکم باطنی تھا یا انبیائے کرام اور رسل عظام کی

شریعتوں میں آپ کا حکم ظاہر تھا۔“

(فَيض القدير : 53/5، ح : 6424)

علم الغیب اور علم الشہادۃ کی اصطلاحات جاہل و گمراہ صوفیوں کی اصطلاحات مثلا رموز واشارات اور اعتبار وغیرہ کی قبیل سے ہیں۔

یہ بدعی الفاظ ہیں جنہیں زندیق اور ملحد فلاسفہ نے ایجاد کیا ہے۔ ائمہ دین ان سے ناواقف تھے۔

چند غیر ثابت روایات:

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

”تمام انبیا سے پہلے تقدیر میں میری نبوت لکھی گئی، لیکن مبعوث سب سے آخر میں ہوا۔“

(فوائد تمام : 1003، مسند الشاميين : 2662، دلائل النبوة لأبي نعيم، ص 42)

سخت ضعیف روایت ہے۔

① سعید بن بشیر ضعیف ہے۔

② قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ حسن بصری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی،

④ جمہور کے نزدیک حسن بصری کا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، كَمَا قَالَهُ الْجُمْهُورُ.

”جمہور کے مطابق حسن بصری رحمہ اللہ کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔“

(البدر المُنير : 445/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدِ الْجُمْهُورِ .

''جمہور کے نزدیک حسن بصری رحمہ اللہ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔''

(عمدة القاري : 271/1، البِناية : 182/1)

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

''جمہور کے نزدیک سماع ثابت نہیں۔''

(اللآلي المَصنوعة : 27/1)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَال : وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کی نبوت کب لکھی گئی؟ فرمایا: ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مراحل میں تھے۔''

(سنن التّرمذي : 3609، المُستدرك للحاكم : 609/2، دلائل النّبوة للبَيهقي : 226/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْكَرٌ، هٰذَا مِنْ خَطَأِ الْأَوْزَاعِيِّ، يُخْطِيءُ كَثِيرًا عَلٰى

يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ .

''یہ حدیث منکر ہے۔ یہ اوزاعی رحمہ اللہ کی خطا ہے۔ وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت میں بہت زیادہ غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں۔''

(المُنتخب من عِلَل الخلّال لابن قدامة، ص 173، ح : 93)

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے بیان کرتے ہیں:

جَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا، وَّآخِرَهُمْ بَعْثًا .

''میں نے آپ کی نبوت تقدیر میں سب سے پہلے لکھی، لیکن آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہے۔''

(تفسير الطّبري : 424/14، مسند البزّار (كشف الأستار) : 55، دلائل النّبوة للبَيْهقي : 396/2-403)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابو جعفر رازی کثیر الوہم، سیء الحفظ اور منکر روایات بیان کرنے والا ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ ربیع بن انس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ يَتَّقُوْنَ حَدِيْثَهٗ مَا كَانَ مِنْ رِّوَايَةِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْهُ لِأَنَّ فِيْهَا اضْطِرَاباً كَثِيرًا .

''محدثین اس کی ان روایات سے اجتناب کرتے ہیں، جو ابو جعفر نے بیان کی ہیں، کیوں کہ ان میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔''

(الثقات : 228/4)

یہ روایت بھی ربیع بن انس سے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن ماہان ابوجعفر رازی بیان کر رہا ہے، لہٰذا ضعیف ہے، یہ جرح مفسر ہے، جسے ردّ نہیں کیا جا سکتا۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ، وَالْحَدِيثُ مُنْكَرٌ يُشْبِهُ كَلَامَ الْقُصَّاصِ، إِنَّمَا أَوْرَدْتُهُ لِلْمَعْرِفَةِ لَا لِلْحُجَّةِ.

”اسے بیان کرنے میں ابوجعفر رازی منفرد ہے، یہ قوی نہیں ہے، یہ حدیث منکر ہے، قصہ گو لوگوں کا کلام لگتا ہے، میں نے محض اس کا پتہ دینے کے لیے ذکر کیا، نہ کہ حجت پکڑنے کے لیے۔“

(تاريخ الإسلام: 642/1)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَظْهَرُ أَنَّهُ سَيِّءُ الْحِفْظِ فَفِيمَا تَفَرَّدَ بِهِ نَظَرٌ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ فِي بَعْضِ أَلْفَاظِهِ غَرَابَةٌ وَّنَكَارَةٌ شَدِيدَةٌ.

”درست بات یہ ہے کہ یہ سیء الحفظ راوی ہے، اس کی منفرد روایات میں نظر ہے۔اس روایات کے بعض الفاظ غریب اور شدید منکر ہیں۔“

(تفسير ابن كثير: 38/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(فتح الباري: 462/1)

❁ قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

”انبیا میں سب سے پہلے میری نبوت تقدیر میں لکھی گئی، لیکن مبعوث آخر میں ہوا۔“

(طَبقات ابن سعد :1/119)

سند ضعیف ہے۔

① قتادہ تابعی ہیں، رسول ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔

② ابو ہلال راسبی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ دوسری سند میں سعید بن ابی عروبہ کا عنعنہ ہے۔

❁ روایت ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ .

”آدم علیہ السلام ابھی پانی اور گارے کے درمیان تھے کہ میں نبی بن چکا تھا۔“

جھوٹی روایت ہے۔

❁ علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ نَقِفْ عَلَيْهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ، فَضْلًا عَنْ زِيَادَةِ : «وَكُنْتُ نَبِيًّا وَّلَا آدَمُ وَّلَا مَاءَ وَلَا طِينَ» .

”«وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ» “ کی زیادتی تو کجا، ہمیں تو ان الفاظ سے مروی حدیث بھی نہیں ملی۔“

(المَقاصِد الحَسَنة، ص521)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ ...... وَزَادَ الْعَوَّامُ فِيهِ : «وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا أَرْضَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ»، وَلَا أَصْلَ لَهٗ أَيْضاً .

''ان الفاظ سے کوئی حدیث نہیں ہے۔......لوگوں نے اس میں «وَكُنْتُ نَبِيًّا وَّلَا أَرْضَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ» کے الفاظ کی بھی زیادتی کر دی ہے۔ یہ بھی بے اصل ہے۔''

(الدُّرر المُنْتَثِرة من الأحاديث المُشْتَهِرة، ص 163)

✿ **ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَالَ الزَّرْكَشِيُّ : لَاأَصْلَ لَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''علامہ زرکشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(المَوضُوعات الصُّغریٰ، ص 142)

✿ **علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَالَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ : مَوْضُوعٌ، وَهُوَ كَمَا قَالَ .

''علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے من گھڑت کہتے ہیں۔ بات ایسے ہی ہے۔''

(تذکرة المَوضوعات : 86)

✿ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

أَمَّا قَوْلُهٗ : «كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» فَلَا أَصْلَ لَهٗ لَمْ يَرْوِهٖ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَهُوَ بَاطِلٌ فَإِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ إِذِ الطِّينُ مَاءٌ وَّتُرَابٌ وَّلٰكِنْ لَّمَّا خَلَقَ اللّٰهُ جَسَدَ آدَمَ قَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ : كَتَبَ نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَّرَهَا .

”«كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» والے الفاظ بے اصل ہیں۔ محدثین میں سے کسی نے بھی یہ الفاظ بیان نہیں کیے۔ یہ باطل روایت ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام پانی اور گارے کے مرحلہ سے نہیں گزرے، کیونکہ گارا پانی اور مٹی کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم کی تخلیق فرمائی، تو ان میں روح پھونکنے سے پہلے ہی تقدیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لکھ دی تھی۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 238/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا يَرْوِيهِ كَثِيرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ وَالْإِتِّحَادِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَنَّهُ قَالَ: «كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ» فَهٰذَا مِمَّا لَا أَصْلَ لَهُ لَا مِنْ نَقْلٍ وَّلَا مِنْ عَقْلٍ فَإِنَّ أَحَدًا مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ لَمْ يَذْكُرْهُ وَمَعْنَاهُ بَاطِلٌ فَإِنَّ آدَمَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ قَطُّ فَإِنَّ الطِّينَ مَاءٌ وَّتُرَابٌ وَّإِنَّمَا كَانَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.

”«كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ» کے الفاظ کو جاہل اور عقیدہ وحدۃ الوجود کے حاملین نے بیان کیا ہے۔ یہ بے اصل روایت ہے۔ عقل ونقل میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اس کا معنی بھی باطل ہے، کیوں کہ آدم علیہ السلام پانی اور

گارے کے مرحلے سے گزرے ہی نہیں، گارہ تو پانی اور مٹی کے مجموعہ کا نام ہے، البتہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مرحلہ سے گزرے ہیں۔''

(الرّدّ على البِكري، ص 9)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ : يَا جِبْرِيلُ كَمْ عُمُرُكَ مِنَ السِّنِينَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَسْتُ أَعْلَمُ غَيْرَ أَنَّ فِي الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمًا يَطْلُعُ فِي كُلِّ سَبْعِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَأَيْتُهُ اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ أَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : يَا جِبْرِيلُ وَعِزَّةِ رَبِّي أَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: جبرائیل! آپ کی عمر کتنی ہے؟ کہنے لگے: پتہ نہیں، اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے آسمان میں ایک ستارہ ہے، جو ستر ہزار سال بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا ہے۔ میں نے اسے بہتر (۷۲) ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔فرمایا: میرے رب کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں۔''

(السّيرة الحلبية للحلبي :47/1، روح البيان للحقي : 543/3)

روایت باطل ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر جھوٹ ہے۔اس جھوٹی و بے سروپا روایت کو ائمہ محدثین نے کتابوں میں ذکر تک نہیں کیا۔بعض بدعتی اللہ رب العزت کی گرفت اور عذاب سے بے خوف وخطر اسے برسرِ منبر بیان کرتے ہیں، انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے والے کا انجام کیا ہے؟

تنبیہ:

❁ **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منسوب ہے:**

أَوَّلُ النَّبِيِّينَ يَعْنِي خَلْقًا، ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ﴾(الأحزاب : 7) فَبَدَأَ بِهٖ .

”تمام انبیا سے پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”وہ وقت یاد کریں، جب ہم نے تمام انبیا سے پختہ عہد لیا، آپ سے بھی اور نوح سے بھی......“ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتدا کی۔“

(السُّنة للخَلّال : 199)

محمد بن حسین کا تعین نہیں ہو سکا، لہٰذا یہ قول امام احمد رحمہ اللہ سے ثابت نہیں۔

تنبیہ:

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) نے لطائف المعارف (ص ۸۱) میں ان ضعیف روایات کی بنا پر گمراہ صوفیوں والا نظریہ ذکر کیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

کیا نبی کریم ﷺ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟

❁ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنا خواب سنایا:

''میں نے اپنے رب کو خوبصورت صورت میں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بارے میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، میرے لیے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے ہر چیز جان لی۔''

(مسند الإمام أحمد : 243/5)

سند ضعیف ہے۔

❁ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بيان تلبيس الجهميّة لابن تيميّة : 215/7، 217)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 57/5)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید : ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ : ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ.

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قیام اللّیل، ص 43)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ.

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(کتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

بعض گمراہ اور ملحد صوفیوں کا کہنا ہے کہ جب انسان مقام یقین کو عبور کر لے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہتا۔ وہ ''یقین'' کی تاویل معرفت الٰہیہ سے کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ملحد اور زندیق صوفیا کا ہے۔ اپنے آپ کو عبادت سے بے نیاز سمجھنا شیطانی اور دجالی وسوسہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)

''اپنے تادم واپسین اپنے رب کی عبادت بجالایئے۔''

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري :1/61)

❁ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہیں:

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ، حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾

(المدثر : 46-47)

''(اہل جہنم کہیں گے) ہم روز قیامت کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔'' یہاں یقین موت کے معنی میں ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا:

أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ ....

”انہیں تو موت نے آن لیا ہے......۔“

(صحيح البخاري : 1243)

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا:

﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾(مريم : 31)

”اللہ تعالیٰ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ کا پابند رہوں۔“

ان تینوں آیات میں آخری دم تک شریعت کی پابندی کا ثبوت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز کے احوال بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ جب آپ تہجد ادا کرتے، تو آپ کے پاؤں میں ورم آجاتا، تو آپ فرماتے:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

”میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“

(صحيح البخاري : 1130، صحيح مسلم : 2819)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ قَوْمِ، الْمُدَاوَمَةَ الْمُدَاوَمَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِ أَجَلًا دُونَ الْمَوْتِ .

”اے لوگو! دوام کے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے (نیک) عمل کی انتہا موت رکھی ہے۔“

(الزّهد لعبد الله بن المبارك : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنْ ضَلَالِ الْمُتَصَوِّفَةِ ظَنُّوا أَنَّ غَايَةَ الْعِبَادَاتِ هُوَ حُصُولُ الْمَعْرِفَةِ فَإِذَا حَصَلَتْ سَقَطَتِ الْعِبَادَاتُ وَقَدْ يَحْتَجُّ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهِ: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: 99)، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ الْيَقِينَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَهٰذَا خَطَأٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَغَيْرِهِمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ وُجُوبَ الْعِبَادَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَنَحْوِهَا وَتَحْرِيمِ الْمُحَرَّمَاتِ، كَالْفَوَاحِشِ وَالْمَظَالِمِ لَا يَزَالُ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ مَّا دَامَ عَقْلُهٗ حَاضِرًا، وَّلَوْ بَلَغَ، وَأَنَّ الصَّلَوَاتِ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ قَطُّ إِلَّا عَنِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ أَوْ مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ ...... فَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذَا أَنَّ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ لَّهٗ عَقْلٌ، سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَالِحًا أَوْ عَالِمًا، وَمَا يَظُنُّهٗ طَوَائِفُ مِنْ جُهَّالِ الْعِبَادِ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَجُهَّالِ النُّظَّارِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَجُهَّالِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ وَالنُّصَيْرِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا كُلُّهُمْ جُهَّالًا مِّنْ سُقُوطِهَا عَنِ الْعَارِفِينَ أَوِ الْوَاصِلِينَ أَوْ أَهْلِ الْحَضَرَةِ أَوْ عَمَّنْ خَرَقَتْ لَهُمُ الْعَادَاتُ، أَوْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ أَوْ بَعْضِ أَتْبَاعِهِمْ أَوْ عَمَّنْ عَرَفَ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةِ أَوْ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ الْمَاهِرِ فِي النَّظْرِ أَوِ الْفَيْلَسُوفِ الْكَامِلِ فِي الْفَلْسَفَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ

الْمُسْلِمِينَ وَبِمَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''گمراہ صوفیا کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ عبادات کی غایت معرفت کا حصول محض ہے۔ تو جب معرفت حاصل ہو جائے، عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جائے۔'' صوفیا کہتے ہیں کہ یقین سے مراد معرفت ہے، لیکن یہ خطا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اہل تفسیر وغیرہ بھی اس کو خطا کہتے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک بندے کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک احکام پر عمل کرنا جیسا کہ پانچ نمازیں اور منہیات جیسا کہ ظلم اور فحش وغیرہ سے رکے رہنا واجب ہے۔ نماز کسی سے ساقط نہیں ہوتی، سوائے حیض اور نفاس والی خاتون کے یا اس شخص کے، جس کی عقل ہی زائل ہو چکی ہو۔......تو اس سے مقصود یہ ہے کہ پانچ نمازیں کسی سے ساقط نہیں ہوں گی، چاہے وہ صالح نیک، عالم اور بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جو جاہل اسماعیلیوں، صوفیوں، نصیریوں اور ان کے متبعین نے سمجھ رکھا ہے کہ عارفین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، یا ان سے جو ایک خاص مقام کو پہنچ جائیں، یا ائمہ اسماعیلیہ اور ان کے بعض متبعین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علوم عقلیہ کے ماہر سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ یا پھر علم کلام کے ماہر سے اور کامل فلسفی سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، تو یہ سب باتیں مسلمانوں کے اجماع اور دین کے بنیادی عقائد کی روشنی میں باطل ہیں۔''

(دَرء تعارض العقل والنّقل : 3/270-271)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْيَقِينُ هَاهُنَا هُوَ الْمَوْتُ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ التَّفْسِيرِ ...... فَلَا يَنْفَكُّ الْعَبْدُ مِنَ الْعُبُودِيَّةِ مَا دَامَ فِي دَارِ التَّكْلِيفِ، بَلْ عَلَيْهِ فِي الْبَرْزَخِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى لَمَّا يَسْأَلُهُ الْمَلَكَانِ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ؟ وَمَا يَقُولُ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَيَلْتَمِسَانِ مِنْهُ الْجَوَابَ، وَعَلَيْهِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَوْمَ يَدْعُو اللّٰهُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ إِلَى السُّجُودِ، فَيَسْجُدُ الْمُؤْمِنُونَ، وَيَبْقَى الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ لَا يَسْتَطِيعُونَ السُّجُودَ، فَإِذَا دَخَلُوا دَارَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ انْقَطَعَ التَّكْلِيفُ هُنَاكَ، وَصَارَتْ عُبُودِيَّةُ أَهْلِ الثَّوَابِ تَسْبِيحًا مَقْرُونًا بِأَنْفَاسِهِمْ لَا يَجِدُونَ لَهٗ تَعَبًا وَّلَا نَصْبًا، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ يَصِلُ إِلٰى مَقَامٍ يَسْقُطُ عَنْهُ فِيهِ التَّعَبُّدُ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ، وَإِنَّمَا وَصَلَ إِلٰى مَقَامِ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ، وَالِانْسِلَاخِ مِنْ دِينِهٖ.

”یہاں یقین سے مراد موت ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔ تو بندہ جب تک دارالتکلیف میں رہتا ہے، اس وقت عبادت سے چھٹی نہیں ملتی، بلکہ برزخ میں بھی اس پر ایک دوسری نوعیت کی عبادت فرض ہے، فرشتے اس سے سوال کریں گے کہ آپ کس کی عبادت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ اس سے جواب چاہیں گے۔ اسی طرح قیامت

میں ایک نوعیت کی عبادت ہوگی۔ اللہ اپنی تمام مخلوق کو سجدے کا کہے گا، سب مسلمان مومن سجدہ کریں گے، لیکن کفار اور منافقین سجدہ نہیں کر پائیں گے۔ تو جب وہ دار ثواب اور عقاب میں داخل ہو جائیں گے، پھر مکلّف نہیں رہیں گے۔ تو جنت والوں کی عبادت تسبیح ہوگی، جو ان کی سانسوں سے نکلتی رہے گی، اس سے وہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے مقام و مرتبے کو پہنچ گیا ہے، جس میں اس سے عبادت ساقط ہو گئی ہے، تو وہ زندیق ہے، اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ کفر کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔''

(مَدارج السّالکین :117/1)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَةَ كَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَا دَامَ عَقْلُهٗ ثَابِتًا فَيُصَلِّي بِحَسَبِ حَالِهٖ، ...... وَيُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى تَخطِئَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ إِلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَعْرِفَةُ، فَمَتٰى وَصَلَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَعْرِفَةِ سَقَطَ عَنْهُ التَّكْلِيفُ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُفْرٌ وَّضَلَالٌ وَجَهْلٌ، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، كَانُوا هُمْ وَأَصْحَابُهُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ وَأَعْرَفَهُمْ بِحُقُوقِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ التَّعْظِيمِ، وَكَانُوا

مَعَ هٰذَا أَعْبَدَ النَّاسِ وَأَكْثَرَ النَّاسِ عِبَادَةً وَّمُوَاظَبَةً عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرَاتِ إِلٰى حِينِ الْوَفَاةِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْيَقِينِ هَاهُنَا الْمَوْتُ .

”اللہ کا فرمان ہے کہ ”اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔“ تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے، تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کفر م ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیا اور ان کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے، اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب سے بڑے عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ یقین سے یہاں مراد موت ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 554/4، سلامة)

✿ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهٗ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهٗ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا

أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ إِذْ ضَرَرُهٗ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهِ بَابٌ مِّنْ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهٗ يُمْتَنَعُ عَنْ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهٖ.

”بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔ نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔ تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔ اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا، اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے، تو لوگ اس کی طرف کان نہ دھرتے۔“

(فتاوی الشّامي : 243/4)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

يَزْعُمُونَ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بَلَغَ فِي الْحُبِّ غَايَةَ الْمَحَبَّةِ يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكْلِيفُ وَيَكُونُ عِبَادَتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّفَكُّرَ وَهٰؤُلَاءِ شَرُّ الطَّوَائِفِ وَكَأَنَّهُمُ اسْتَنَدُوا فِي مُعْتَقَدِهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَوْتُ هُنَا.

”(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو وہ

شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا، اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور و خوض) ہو جاتی ہے۔ یہ گروہ سب سے برا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آ جائے۔'' مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔''

(شرح الشّفا : 513/2)

❁❁❁❁❁❁❁

جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے **منسوب** ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے **ایک** مرتبہ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہا، تو ستر فرشتے ایک ہزار دنوں میں بھی اس کا اجر وثواب لکھنے سے قاصر ہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11509)

روایت **ضعیف** و منکر ہے۔ ہانی بن متوکل اسکندرانی ضعیف ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 163/10)

❁❁❁❁❁❁❁